مجددِ گولڑہ رضی اللہ عنہ اور عقائد و معمولات اہلسنت

بنام

عقائدِ مہریہ

مؤلف

سید اسد حسین شاہ حیدری چشتی

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مکتبہ مجدد گولڑہ

دربار مارکیٹ لاہور

0313.4796876

مکتبہ مجدّد گولڑہ
دربار مارکیٹ لاہور
0313.4796876

مُجدّدِ گولڑہ رضی اللہ عنہ اور عقائد و معمولاتِ اہلسنّت

بنام

عقائدِ مہریہ

بااجازت

وارثِ علومِ مجدّدِ گولڑوی

پیر سیّد شاہ عبد الحق گیلانی

سجادہ نشین گولڑہ شریف

مؤلف

سیّد اسد حُسین شاہ حیدری چشتی

سجادہ نشین دربارِ عالیہ دیوان آباد پنتھل شریف پلندری آزاد کشمیر

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مکتبہ مجدّد گولڑہ دربار مارکیٹ لاہور

0313.4796876

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب	:	عقائدِمہریہ
مولف	:	سیداسد حسین شاہ حیدری چشتی گولڑوی
نظرثانی	:	علامہ سید مصباح الحسن گیلانی
پروف ریڈنگ	:	مولانا جوادعلی حیدری
پہلی بار	:	جون 2017
تعداد	:	گیارہ سو
طابع	:	صاحبزادہ سیدظفر حسین شاہ چشتی
کمپوزنگ	:	چشتی کمپوزرز
صفحات	:	500
ہدیہ	:	600/-

اسٹاکسٹ: چشتی کتب خانہ فیصل آباد، لاہور

ملنے کے پتے:

مکتبہ مہرِ منیر گولڑہ شریف، ضیاء القرآن لاہور کراچی، زاویہ پبلشرز لاہور، کتب خانہ امام احمد رضا لاہور اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی، احمد بک کارپوریشن راولپنڈی، کرمانوالہ بک شاپ لاہور مسلم کتابوی لاہور، ہجویری بک شاپ لاہور، نعیمیہ بک سٹال لاہور، نشانِ منزل لاہور سیالوی پبلشرز اردو بازار لاہور، نظامیہ کتاب گھر لاہور، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد لاہور بک کارنر جہلم، مکتبہ فکرِ رضا سوہاوہ، مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی رضا بک شاپ گجرات مکتبہ فیضانِ سُنت آمنہ مسجد کری روڈ راولپنڈی، مکتبہ قادریہ گوجرانوالہ، مکتبہ مہریہ کاظمیہ ملتان نیومنہاج بک شاپ لاہور، شاہین بک ڈپو کوٹلی، دفتر تحریک ختم نبوت پنتھل آزاد کشمیر

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

اپنے جدِ اعلیٰ مجدد کشمیر حضرت پیر سید دیوان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

دربارِ عالیہ دیوان آباد پنتھل شریف آزاد کشمیر

اور

مُرشدِ کریم مجدد اعظم گولڑوی

امام اہلسنّت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

دربارِ عالیہ گولڑہ شریف

کے نام منسوب کرتا ہوں۔

جن کے روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر میں اس قابل ہوا۔

سید اسد حسین شاہ حیدری چشتی
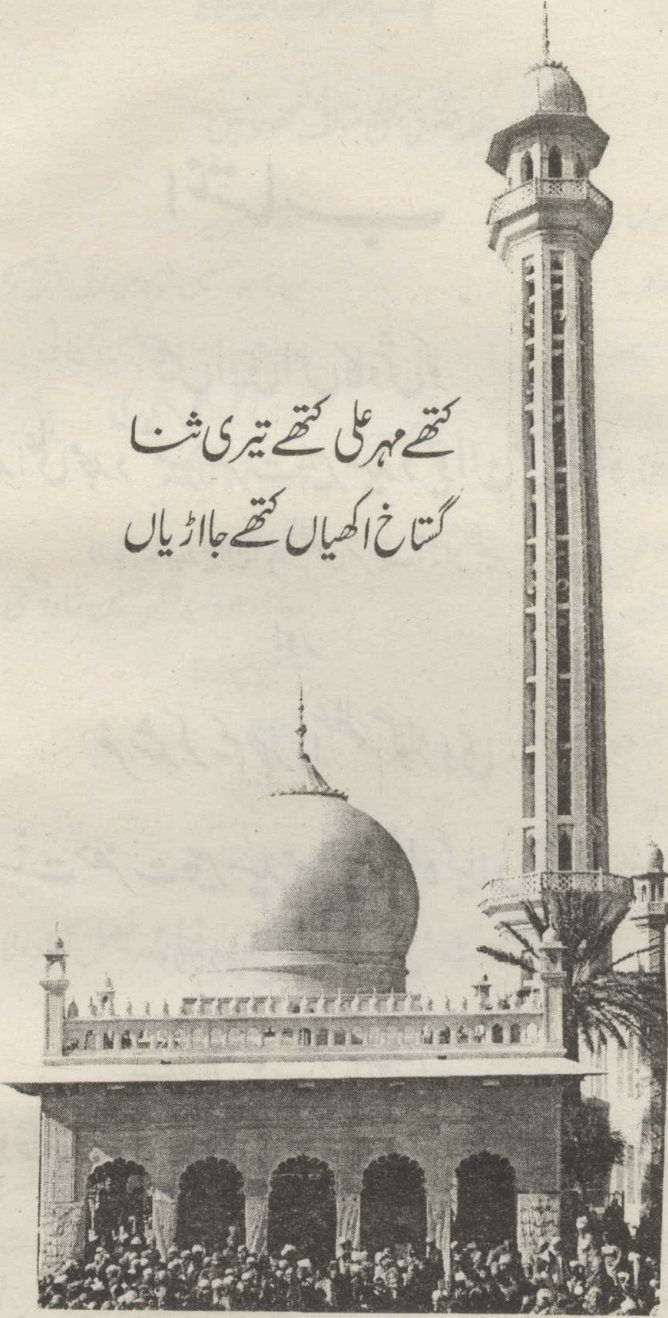
دربار عالیہ گولڑہ شریف

فہرست مضامین

عنوانات | صفحہ نمبر

پیش لفظ

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمِ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے جو خالقِ کائنات ہے اور درود و سلام رحمۃ اللعالمین کے لیے جو باعثِ تخلیق کائنات ہیں اور آپ کی آل اطہار پر جو اہلِ زمین کے لیے امان ہیں اور آپ کے اصحاب پر جو نجومِ ہدایت ہیں۔

بندۂ ناچیز کو دورانِ طالب علمی سے ہی عقائد و معمولاتِ اہلسنت پر لکھی ہوئی کتب کے مطالعہ کا شوق رہا۔ کافی کتب نظر سے گذریں مگر اُن میں حضور اعلیٰ مجدد گولڑہ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب کے حوالہ جات بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر پائے۔ جبکہ آپ کی کتب میں اس حوالہ سے ایک بہت بڑا اور بے مثال ذخیرہ موجود ہے جو کہ اُمتِ مسلمہ کے لیے رُشد و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس پر کچھ لکھا جائے۔ اس پر کام شروع کیا لیکن کافی دُشواری پیش آئی۔ اس اثنا میں اللہ کریم نے کرم فرمایا تو 10 فروری 2015 بروز منگل غازی ملک ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگی کے بہانے سے پیر سید مصباح الحسن شاہ گیلانی کے توسل سے دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ پیر سید مصباح الحسن شاہ گیلانی گولڑوی کے توسل سے مرشد کریم شہنشاہِ ولایت حضور قبلہ سید شاہ عبدالحق گیلانی گولڑوی المعروف لالہ جی سرکار کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اعلیٰ مجدد گولڑوی کی کتب پر کچھ کام کرنے کی خواہش رکھتا ہوں اجازت عنایت فرمائیں۔

تو بندہ نوازی ہے حضور مرشدِ کریم نے میرا ہاتھ کچھ دیر اپنے دست مبارک میں پکڑ کر نگاہِ ولایت فرماتے ہوئے دو مرتبہ فرمایا: اجازت ہے، اجازت ہے۔

نگاہِ مردِ کامل سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس نگاہِ عنایت کے بعد تمام مشکلات آسان پڑ گئیں اس موقع پر میں اگر اپنے محسنین کا ذکر نہ کروں تو غیر مناسب ہوگا۔ جن میں حضرت پیر سید فضیلت حسین شاہ صاحب نے کافی شفقت

فرمائی۔ استاذی المکرم مفتی محمد حنیف قریشی صاحب نے مصروفیت کے باوجود تقریظ عنایت فرمائی اور سید امتیاز حسین شاہ صاحب نے حوصلہ افزائی کے ساتھ تقریظ عنایت فرمائی۔ استاذ العلما پیر سید زبیر حسین شاہ بخاری نے پیار بھرے جملوں سے نوازا۔ علامہ پیر سید عظمت حسین شاہ گیلانی مصروفیت اور علالت کے باوجود رہنمائی فرمائی۔ علامہ سید مصباح الحسن گیلانی، جناب محمد توصیف حیدر چشتی علامہ مفتی عبدالمالک فیضی صاحب نے قدم بہ قدم معاونت فرمائی۔ استاذ العلماء مفتی شاہ حسین گردیزی گولڑوی، محقق دوراں مفتی محمد خاں قادری نے نہایت شفقت فرمائی علاوہ ازیں بہت سے دوستوں نے ہر قدم پر ساتھ دیا خصوصاً کارکنان تحریک ختم نبوت آزاد کشمیر اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہاں میں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر میرے سر پر میرے والد مکرم پیر سید محبت حسین شاہ صاحب اور برادرِ اکبر سید ظفر حسین شاہ چشتی گولڑوی اور والدہ محترمہ کا سایہء عفت اور دُعائیں میرے شاملِ حال نہ ہوتیں تو یہ سب ناممکن تھا انہی کی نوازشات کی وجہ سے یہ سب مہربانیاں ہیں۔ اللہ پاک ان کا سایہ سلامت باکرامت رکھے، اور ہمیں ان کی خدمت کر کے رضائے الٰہی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قارئین! کتاب میں جہاں کہیں میں نے حاشیہ دیا ہے وہاں پر آغاز میں اس طرح کے نشان لگا دیئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور جہاں حاشیہ کا اختتام ہے وہاں پر یہ نشان لگا دیا ہے :۔

آمین بجاہِ سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سید اسد حسین شاہ حیدری چشتی

عقائدِ مہریہ کے مصنف پر ایک نظر

از : جانشینِ شیخ سعدی، اُستاذ العلماء

حضرت مولانا محمد منشاء تابش قصوری مدظلہ العالی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

خاندانی پسِ منظر

حضرت علامہ مولانا قاری سیّد اسد حُسین شاہ حیدری زیدَ مجدہ کے جدِّ اعلیٰ حضرت پیر طریقت رہبرِ شریعت سید دیوان علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد و پیر و مُرشد کے ارشادِ گرامی پر سیداں کسراں سے وادیٔ کشمیر پنتھل کنیال شریف تشریف فرما ہوئے اور یہاں پر آپ نے خُداداد علمی ورُوحانی برکات سے غیر مُسلموں کو زُمرۂ اسلام میں داخل کیا۔"

آپ کے اخلاقِ حمیدہ وکمالاتِ جلیلہ نے اپنا اثر دکھایا اور غیر مُسلم جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں ہندو، سکھ اور دیگر غیر مُسلم قومیں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئی۔ آپ زندگی بھر قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نغمے گاتے رہے یہاں تک کہ وصالِ حق کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ اور دیوان آباد پنتھل شریف میں ہی آپ کا مزار بنا جو مرجع خلائق ہے۔ بعدہٗ آپ کے وُرثاء نے آپ کے مشن کو ترقی دی یہاں تک کہ آج اُسی سادات خاندان کے لائق ترین فرزند حضرت علامہ مولانا سید اسد حُسین شاہ حیدری مدظلہٗ اپنے آباءواجداد کی علمی وراثت کے امین وقاسم ہیں۔

ولادت باسعادت

حضرت مولانا صاحبزادہ سید اسد حُسین شاہ حیدری بن پیر سید محبت حُسین شاہ یکم اپریل ۱۹۸۸ کو بمقام کنیال شریف پلندری آزاد کشمیر میں متولد ہوئے۔

آغازِ تعلیم

مولانا موصوف نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے گاؤں سے تعلیم کا آغاز کیا اور پرائمری کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول پِنتھل میں داخلہ لیا پھر چھور کینٹ حیدر آباد سندھ جانا ہوا اور گورنمنٹ سیکنڈری ہائی سکول میں داخلہ لیا اور ساتھ ہی ایک دینی ادارہ میں ناظرہ قرآن پاک کی تکمیل کی پھر وہاں سے واپس کشمیر پلندری کے ایک مدرسہ میں کچھ پارے حفظ کئے پھر وہاں سے جامعہ رضویہ مظہر الاسلام سمندری فیصل آباد سے تجوید وقرأت کی سند حاصل کی۔ پھر درسِ نظامی کی غرض سے پیر علاؤ الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کی قائم کردہ یونیورسٹی نیریاں شریف گئے اور پھر قلعاں محی الاسلام میں درسِ نظامی کی ابتداء کی وہاں سے اُستاذ العُلماء، فخر الاصفیاء حضرت علامہ مولانا پیر سید حسین الدین شاہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کی خِدمت اقدس میں حاضر ہوئے دو سال جامعہ رضویہ میں پڑھنے کے بعد لاہور جامعہ حنفیہ غوثیہ میں موقوف علیہ تک پڑھا۔

پھر اس کے بعد دُنیائے اسلام کے معروف مرکزی دارُ العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے دورۂ حدیث شریف کر کے دستارِ فضیلت وسَندِ فراغت کی دولتِ جاودانی کا شرف حاصل کیا۔

بیعت

اپنے جدِ اعلیٰ حضرت پیر سید دیوان علی شاہ علیہ الرحمۃ کی رُوحانی رہنمائی سے حضور قبلۂ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کے پوتے حضرت پیر سید شاہ عبد الحق گیلانی چشتی گولڑوی مدظلہ العالی سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔"

اساتذہ کرام

وہ اساتذہ کرام جن سے مفصل پڑھا۔

قاری غلام رسول صاحب (سندھ) قاری زاہد صاحب، حافظ قاری شاہد صاحب

(پلندری) مولانا صادق صاحب، مولانا غلام رسول صاحب، حافظ قاری شمس الدین صاحب (قلعاں) حضرت علامہ پیر سید امتیاز حُسین شاہ صاحب مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف قریشی، مولانا نور زمان چشتی صاحب (جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی) مولانا طاہر شہزاد سیالوی صاحب، مولانا پیر سید حسین احمد گیلانی صاحب، مُفتی فیصل عباس جماعتی صاحب، مولانا حامد وحید قادری صاحب (جامعہ حنفیہ لاہور) مناظر اسلام مولانا کاشف مدنی صاحب، مولانا شعیب صاحب، مُفتی غوث رضوی صاحب، مولانا نعیم صاحب (سمندری فیصل آباد) شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب، شیخ الحدیث مناظرِ اسلام حضرت علامہ مولانا عبدالتواب صدیقی صاحب، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی صاحب۔

تصانیف

عُلمائے کرام کی فطرت میں قلم سے محبت رکھی گئی ہے مگر ہر عالم اس فطری جذبہ کو نہ جانے کیوں نہیں اپناتا۔ قلم کی برکات پر قرآن وسنت ناطق ہیں۔ قرآن مجید، احادیثِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کتب فقہ وتواریخ اور دیگر جملہ علوم وفنون کا جوڑ نکا ج رہا ہے ہزار ہا لائبریریاں اور مدارس وسکول وکالج، یونیورسٹیاں مدرسین وطلباء کرام کی جماعتیں جو پڑھنے پڑھانے میں پیہم مصروف ہیں ان تمام میں قلم ہی کی کارفرمائی ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا!

قلم زُبانِ مَن اَست و مَنم زُبانِ قلم

بہر حال قلم نے علوم وفنون کے جہان آباد کر رکھے ہیں اور اہلِ علم ہمیشہ قلم سے کام لیتے رہتے ہیں، لے رہے ہیں اور لیتے رہیں گے۔ ایسے ہی خوش نصیب قلم کاروں میں حضرت مولانا سید اسد حُسین شاہ حیدری صاحب بھی شمولیت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور اس وقت آپ کے سامنے آپ کی ضخیم وعظیم کتاب مستطاب ''عقائدِ مہریہ'' پوری آب وتاب سے منصہ شہود پر جلوہ افروز ہے جس سے قارئین کرام عموماً اور مسلکِ حق اہلِ سنت وجماعت کے حضرات عام وخاص مستفیض ومستفید ہونگے۔ اِس لئے کہ ''عقائدِ مہریہ''

حضرت قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب چشتی گولڑوی علیہ الرحمۃ کے علوم وفنون ماخوذ ہیں اور قبلۂ عالم علیہ الرحمہ ان خواص کے سید وسردار ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے توسل سے انعام واکرام کی بے بہا بارش برسائی ہے۔ بلا شُبہ آپ انہیں انعام یافتگان میں شمار ہوتے ہیں جن کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں خود تعلیم دی۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

خیال رہے کہ قیامت تک انعام یافتگان آتے رہیں گے اور اس صراطِ مُستقیم پر گامزن رہیں گے۔ (اِنشاءاللہ العزیز)

حضرت پیر طریقت رہبرِ شریعت قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب چشتی گولڑوی علیہ الرحمۃ کے احوال وآثار اتنے روشن وتابندہ ہیں کہ آج بھی مخلوق خُدا کے ذکرِ مقدس سے اپنے افعال واعمال کو پاکیزہ کررہی ہے۔

مولانا موصوف نے ''عقائدِ مہریہ'' کے علاوہ درج ذیل کتابیں بھی تصنیف کی ہیں

(1) کرامات پیر سید دیوان علی شاہ، (2) تذکرہ مہریہ، (3) فضائلِ پنجتن پاک، (4) مختصر وظائف دیوانیہ (5) مسند علی، (6) سیّد کون؟، (7) آئمۂ اہلِ بیت، (8) خُلفائے راشدین، (9) حدیث قرطاس وباغِ فدک

دُعا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ شاہ صاحب کے قلم کو برق بار بنائے اور قوم وملت کے لئے عمدہ تصانیف لکھتے رہیں ''آمین، ثُم آمین'' بجاہِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد منشاء تابش قصوری (جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

دوشنبہ، ۲۰۱۷-۲-۱۳ بمطابق ۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۸ھ

حیات و خدمات

فاتحِ قادیانیت، مجدد دین وملت، حضور اعلیٰ امام المسلمین
قطب الاقطاب خواجہ خواجگان، تاجدارِ گولڑہ
حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ عنہ

عالمِ ربانی، عارفِ لاثانی، رہبرِ شریعت، ہادیٔ طریقت، قبلہء عالم سیدنا و مولانا حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ الحسنی الگیلانی قدس سرہ ان بزرگانِ دین اور علماء کاملین سے ہیں جو بڑی مدت کے بعد کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی نگاہیں باریک سے باریک حقیقت کو دیکھتی ہیں اور جن کی نظروں میں انسانی زندگی کے تمام نقوش خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی پوری وضاحت کے ساتھ نمایاں رہتے ہیں اور جن کے قلوب انوارِ سبحانیہ کے معدن اور اسرارِ ربانیہ کے مخزن ہوتے ہیں۔

وہ ایک طرف اپنا تعلق محبوبِ حقیقی سے استوار رکھتے ہیں اور ایک طرف نوعِ انسانی کی ہدایت ورہنمائی اور ان کی ہر جائز خیر خواہی کے لیے ہر میدان میں پیش پیش ہوتے ہیں اُن کا وجود اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر فانی معجزات کا نمونہ ہوتا ہے اور ان کا خُلق اخلاقِ خداوندی کا آئینہ ہوتا ہے، آنے والی سطور میں انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کی حیات و خدمات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

خاندان اور تعلیم و تعلّم

آنجناب رضی اللہ عنہ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۶ء قصبہ گولڑہ تحصیل و ضلع راولپنڈی میں ایک ایسے گھرانے میں جلوہ افروز ہوئے ہیں جو اس خاندانِ سادات قادریہ گیلانیہ کی شاخ ہے جن کے مشہور جدِ امجد حضرت میراں شاہ قادر قمیص، سرکار بغداد قدس سرہٗ سے مامور ہو کر تشریف فرمائے ہندوستان ہوئے اور مختلف علاقوں میں تبلیغ وارشاد فرما کر قصبہ ساڈھورہ ضلع انبالہ میں مستقل سکونت

اختیار فرمائی تھی۔ جہاں آج تک آپ کا خاندان موجود ہے، صاحب مخارنُ النسب نے آپ کے تفصیلی حالات تحریر کئے ہیں نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اخبار الاخیار میں آپ کے سیّد گیلانی اور ایک صاحبِ کمال بزرگ ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

حضرت قبلہ ءعالم پیر مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ کے والدِ گرامی پیر سیّد نذر دین شاہ کے جدِ امجد سیّد روشن دین اور ان کے برادرِ حقیقی سید رسول شاہ سب سے اول قصبہ ساڈھورہ شریف سے حجازِ مقدس اور بغداد شریف ہوتے ہوئے واپسی پر گولڑہ شریف میں اقامت پذیر ہو گئے، چنانچہ اس خاندان کے متعدد کشف وکرامات علاقہ میں آج تک مشہور ہیں۔ جن سے دو واقعات قابلِ ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ پیر روشن دین شاہ جب ابتداء میں یہاں تشریف فرما ہوئے تو علاقہ کے بعض شیعہ سادات نے آپ کے سیّد ہونے کے متعلق کچھ شکوک وشبہات کیے۔ آخر کار ایک موقع پر آپ نے ان سے وجہ دریافت کی تو یہ من گھڑت مقولہ پیش کیا ''کاٹھ نہ کنی سیّد نہ سنی'' (اس کے جواب میں مجدد گولڑوی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کاٹھ دا دیا نئیں سید شیعہ نہیں۔) جس پر آنجناب نے اپنی کلاہ مبارک زمین پر رکھ دی اور فرمایا کہ جو سیّد صحیح النسب ہوگا وہی اس کو اٹھائے گا۔ معترضین میں سے ایک صاحب جن کو اپنی سیادت پر بڑا ناز تھا اُٹھے اور پورا زور لگایا مگر ٹوپی نہ اٹھ سکی۔ ناچار شرمندہ ہو کر عرض کی کہ اجازت ہو تو اٹھا لوں۔ آپ نے شفقت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا، اُٹھا لے۔ اور یہ بھی فقط اس کی عاجزانہ درخواست پر ظہور میں آیا ورنہ وہی حشر ہوتا جو پہلے ہوا تھا۔

دوسرا یہ ہے کہ جب سکھوں کے دور میں حضرت قبلہ ءعالم کے والدِ گرامی حضرت سید نذر دین شاہ کو ایک غلط الزام میں زندہ جلانے کی تجویز کی گئی تو باقاعدہ لکڑیوں کا چتہ تیار کیا گیا اور آپ کو بٹھا کر آگ لگانے کی پوری کوشش کی گئی مگر چتہ مشتعل نہ ہوا اور سکھوں نے سخت شرمندہ ہو کر آپ کو رہا کر دیا۔

حضرت قبلہ ءعالم نے اپنے والدِ ماجد اور ان کے ماموں حضرت پیر فضل دین شاہ گیلانی کی سرپرستی میں ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل فرمائی۔ بچپن کا زمانہ تھا ایک دن استاد نے نہایت تاکید کی کہ کل کے سبق کا اچھی طرح مطالعہ کر کے آنا ورنہ ماروں گا۔ اتفاقاً اس مقام سے کتاب کرم خوردہ تھی اور دوسرا نسخہ موجود نہ تھا آپ پریشانی کے عالم میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بارگاہِ خداوندی

کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا خداوندا! اگر تو مجھے یہ عبارت سکھا دے تو اس میں تیرا کوئی نقصان نہ ہوگا اور میں استاد کی مار سے بچ جاؤں گا۔

سبحان اللہ یہ کہنا تھا کہ ایک سبز سی عبارت آپ کے سامنے چمکی جس کو آپ نے ضبط فرما لیا۔ دوسرے دن جب استاد نے پوچھا تو آپ نے سب عبارت یاد سنادی حالانکہ کتاب میں عبارت موجود ہی نہ تھی اور نہ کوئی دوسرا نسخہ وہاں موجود تھا۔ استاد بڑے متعجب ہوئے اور راولپنڈی جا کر دوسرا صحیح نسخہ تلاش کر کے ملاحظہ کیا تو حرف بہ حرف درست پایا۔ واپس آکر کہنے لگے پیرزادہ جی! تمہیں اللہ تعالیٰ بڑی شان عطا کرے گا۔ میرے لئے بھی دُعا کرنا اور آپ کو مزید تعلیم دینے سے معذرت ظاہر کی۔ جس پر آنجناب رضی اللہ عنہ علاقہ ہزارہ مقام بھوئی میں روانہ کئے گئے۔ وہاں پر مولانا محمد شفیع مرحوم سے آپ نے قطبی تک کتابیں پڑھیں بعد میں وادیٔ سون کے گاؤں انگہ شریف ضلع خوشاب میں مولانا حافظ سلطان محمود کے درس میں داخل ہوئے جو علاوہ ماہرِ علوم ظاہرہ ہونے کے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے مخلص مرید اور صاحبِ نسبت تھے۔ اس دوران میں، استاد مرحوم کے ساتھ آپ کو سیال شریف بکثرت جانے کا اتفاق ہوا کرتا اور آخر کار آپ اعلیٰ حضرت سیالوی سے بیعت بھی ہوگئے قیامِ انگہ کے زمانہ میں آپ نے تحصیلِ میں وہ مجاہدہ کیا کہ بسا اوقات سخت سردیوں میں لحاف کے بغیر ساری رات مطالعہ میں گزر جاتی اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے ادا فرماتے دو اڑھائی سال کے مختصر وقت میں آپ نے اکثر درسی کتب پر عبور حاصل فرمالیا اور ساتھ دوسرے طلباء کو سبق پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جب کبھی موقعہ ملتا تو تنہائی میں اشعارِ شوقیہ اور غزلیاتِ ذوقیہ سے بھی محظوظ ہوتے رہتے۔

خبر ہونے پر شائقین چھپ چھپ کر آپ کی ان وجدانی کیفیتوں سے مستفید اور لذت اندوز ہوتے چونکہ آپ کی طبیعتِ مبارکہ شہرت سے متنفر ہوتی اس لئے انگہ سے کوچ فرما کر آپ نے کچھ عرصہ علاقہ چکوال میں ایک مشہور عالم برہان الدین مرحوم کے ہاں کچھ اسباق حاصل فرمائے۔

بعد ازاں باجازات اپنے مشائخ کے ہندوستان کا رُخ فرمایا، مولانا احمد حسن کانپوری جن کے کتب معقول اور مثنوی شریف پر حواشی بھی موجود ہیں اس زمانے میں زیارتِ حرمین شریفین کا ارادہ فرمائے ہوئے تھے آپ نے مولانا مرحوم سے استفادہ کا خیال ظاہر فرمایا مگر مولانا نے سفرِ حرمین کے ارادہ کی وجہ سے معذرت کی۔ آخر کار جب آنجناب کے فضل و کمال کا سورج

درخشاں ہوا تو ایک دفعہ بموقعہ عرس پاکپتن شریف مولانا مرحوم حاضر ہو کر اچانک آپ کے قدموں میں گر پڑے کافی ہجوم تھا اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ مولانا احمد حسن کانپوری ہیں آپ نے فوراً اُٹھا کر گلے لگا لیا اور دورانِ قیام بڑی محبت آمیز مجلسیں ہوتی رہیں۔ مولانا نے اس حد تک اظہارِ عقیدت کیا کہ کاش! مجھے آپ کو ایک دو سبق پڑھانے کا شرف حاصل ہو جاتا اس لیے نہیں کہ آپ کا استاد کہلاؤں بلکہ اس لیے کہ آپ کے دعواتِ صالحہ میرے شاملِ حال ہو جاتے۔ واضح ہو کہ ہندوستان کے دیگر مشاہیر علماء مولوی اشرف علی تھانوی، مولانا انور علی شاہ کشمیری صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی، مولانا فضل حق رامپوری وغیرہ آپ کے کمالاتِ علمیہ کے مداح تھے۔

مولانا رحمت اللہ سے آپ کی ملاقات مکہ شریف میں ہوئی اور مسئلہ ندائے غائبانہ اور جمعہ فی القریٰ پر مفصل گفتگو ہوئی۔ جس پر مولانا مرحوم نے اپنے سابقہ خیال سے رجوع فرما کر آپ کے ساتھ اتفاق ظاہر کیا اور آپ کو فقط ایک متبحر عالم ہی نہیں بلکہ انسانِ کامل تصور کرتے ہوئے آپ سے بیعت ہونے کی درخواست کی اور کچھ وظائف کی اجازت بھی حاصل کی۔ آپ کے سفرِ حج کے واقعات اس قسم کے ہیں کہ جن کے پڑھنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے فضل و کمال کا سورج فقط ہند ہی میں نہیں بلکہ مرکزِ اسلام حجازِ مقدس میں بھی ایسا درخشاں ہوا کہ بڑے بڑے علم اور فن کے ستارے اس روشنی میں ماند پڑ گئے خصوصاً حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے سامنے مثنوی شریف کے ایک شعر کی تشریح اور حاجی صاحب مرحوم پر سُن کر وجدانی کیفیت طاری ہونا وغیرہ ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کی شانِ علمی کا نمایاں پہلو ظاہر ہوتا ہے غرض یہ کہ آپ مولانا احمد حسن سے رخصت ہوئے اور استاذ الکل مولانا لطف اللہ مرحوم کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے دورانِ قیام میں وہ علمی جوہر دکھائے کہ مولانا مرحوم کی توجہ کا مرکز بن گئے اور جب علی گڑھ کے بعض اراکین نے مولانا کے مدرسہ کو فیل کرنے کی غرض سے سخت قسم کے امتحان کی تجویز کی تو مولانا نے قبل از امتحان آزمائشی طور پر طلباء سے سوالات کیے تو آنجناب کے جوابات ایسے پسند فرمائے کہ اسی دن ممتحن کے پاس روانہ کر دیئے۔

چنانچہ دوسرے دن معلوم ہوا کہ ممتحن مذکور نے یہ کہہ کر اراکین کالج سے امتحان لینے کے متعلق معذرت کی کہ جس مدرسہ کے طالبعلم کا یہ کمال ہے اس کا امتحان لینا میرا کام نہیں۔ مولانا

مرحوم اس واقعہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ فرمایا کرتے تھے پیرزادہ جی! میرے مدرسے کی لاج تم نے رکھ لی۔

ایک موقعہ پر مولانا کے بڑے مشہور شاگرد مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی جو اس وقت دہلی میں مدرس تھے وہاں تشریف لائے اور اثنائے قیام میں علمِ نحو کے ایک مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ آنجناب کے طرزِ بیان کو سُن کر حیران رہ گئے اور آخر میں جب حکومتِ برطانیہ کی طرف سے لاہور یونیورسٹی کے ایک بڑے عہدے پر فائز ہوئے اور تحریک مرزائیت کے خلاف مناظرہ کے دوران میں آنجناب کی تحقیق سُننے کا اتفاق ہوا تو فرمانے لگے کہ یہ علومِ لدنیہ کی شان ہے جن میں اکتساب کو دخل نہیں۔

تقریباً دو سال کے عرصہ میں آپ نے تمام انتہائی کتابوں سے فراغت پا کر تحصیلِ حدیث کے لئے سہارنپور کے مشہور شیخ الحدیث مولانا احمد علی صاحب محشی بخاری شریف سے کتب حدیث شروع فرمائیں۔ دورانِ تدریس میں ایک دن مولانا سے کسی نے سوال کیا کہ قیامِ تعظیمی پر کیا دلیل ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ حدیث پیش کی جس میں آیا ہے کہ حضرت سعد انصاری رضی اللہ عنہ کے آنے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا! **قوموا الیٰ سید کم** ۔ (کہ اپنے سردار کے لیے اُٹھو) سائل نے پھر سوال کیا کہ ہوسکتا ہے کسی اور وجہ سے اٹھنے کا حکم دیا ہو۔ قیامِ تعظیمی پر کون سا قرینہ ہے۔

مولانا مرحوم نے آنجناب کی طرف دیکھا آپ نے فوراً فرمایا کہ یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مشتق پر حکم کیا جاتا ہے تو اس کا مصدر حکم کی علت ہوتا ہے لہٰذا یہاں حضرت سعد کی سیادت اور سرداری قیام کی علت ہوگی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد حضرت سعد کی تعظیم کرانا تھا۔

آپ کے اس طرزِ استدلال کو سُن کر سائل خاموش ہوگیا اور شیخ الحدیث بہت ہی خوش ہوئے، چونکہ مولانا (آپ کا سلسلہء اساتذہ تین واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ تک پہنچتا تھا آپ نہ دیوبندی تھے اور نہ ہی آپ کے اساتذہ میں کوئی دیوبندی تھا) کے حلقہء درس میں اہلحدیث طبقہ کافی ہوتا تھا اس لیے مسائلِ اختلافیہ پر بارہا گفتگو ہوجاتی تھی۔ آنجناب انہیں ایسے دندان شکن جواب دیتے کہ پھر اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہ جاتی ان کمالات کو دیکھ کر ایک دن

مولانا نے آپ کی اپنے مقام پر دعوت فرمائی اور بعد فراغت سندِ حدیث لکھ کر فرمایا کہ آپ کو زیادہ پڑھنے کی ضرورت نہیں اپنے وطن تشریف لے جایئے اور خلقِ خدا کو مستفیض فرمایئے۔ چنانچہ آپ ۱۸۷۷ء میں تقریباً اکیس سال کی عمر میں علومِ متداولہ سے فارغ ہو کر مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور اپنے آبائی قصبہ گولڑہ شریف میں کافی خلقِ خدا کو علم و عرفان کی نعمت سے مالا مال فرمایا۔

جذب و سلوک اور خلافت

قبل ازیں گزر چکا ہے کہ اکتسابِ علومِ ظاہرہ کے ساتھ علومِ باطنہ کی طرف بھی آپ کی پوری توجہ رہی سرکارِ ولایت میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا غوثِ اعظم کے ارواحِ طیبہ سے بلاواسطہ مستفیض ہونے کا تذکرہ متعدد مقامات پر آپ کی کلامِ منظوم میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں حسبِ قواعدِ طریقت سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مشہور شیخ الوقت حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی اور اپنے خاندان کے ایک مشہور بزرگ حضرت پیر فضل الدین شاہ قادری گیلانی سے آنجناب کو بیعت و ارشاد و تلقین و تربیتِ خلق اللہ کی اجازت حاصل ہوئی اور ان ارواحِ طیبہ کی عنایات و توجہات کے ساتھ ساتھ جس قدر ریاضات و مجاہدات آنجناب نے کیے بلا ریب قرونِ سابقہ کے بزرگانِ دین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

مہینوں کے مہینے مختلف پہاڑوں اور جنگلات میں بسر کر کے مالوفاتِ طبعیہ سے کنارہ کش رہنا آنجناب کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ آخر عمر میں جبکہ عالمِ استغراق میں متواتر کئی سال سے غذا وغیرہ کو باقاعدہ استعمال فرمانے سے کافی حد تک احتراز فرما لیا تھا اور بعض اطبّا نے حقیقتِ حال سے ناواقفیت کی بناء پر یہ وجہ بیان کی کہ آپ کی کمزوری قلتِ غذا کے سبب سے ہے تو فرمایا کہ ہرگز نہیں۔

یہ لوگ میری مرض شناخت نہیں کر سکتے درویش کے لیے غذا کے بغیر گزارہ کرنا کچھ مشکل کام نہیں غرضیکہ حصولِ عرفان و تحصیلِ کمالات کے ذریعے عموماً دو ہی ہیں۔ جذب و عشق اور ریاضت و مجاہدہ، جس طریقہ سے دیکھا جائے آپ کی ذات بابرکات یکتائے روزگار نظر آتی ہے۔

کمالات و کرامات

دُنیا عموماً ولایت کا معیار کرامت کو سمجھتی ہے لیکن یاد رہے کہ کرامات دو قسم کی ہوتی ہیں۔
ایک حسّیہ اور دوسری معنویہ۔ کراماتِ حسّیہ جیسے عام طور پر اولیاء کرام سے تصرف منقول ہیں مثلاً ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا، دور دراز مسافت کو تھوڑے سے وقت میں طے کر لینا توجہ سے کسی کی حاجت روائی کر دینا جن کا ثبوت متعدد آیات و احادیث سے بھی ملتا ہے لیکن اس قسم کے واقعات غیر ولی سے بھی ہونے ممکن ہیں چنانچہ بعض اہلِ ریاضت غیر مسلم افراد کو بھی یہ مقام حاصل تھا جسے اہلِ شرع استدراج سے تعبیر کرتے ہیں لیکن کراماتِ معنویہ یعنی ذوق و شوقِ الٰہی، استقامتِ شریعت اور پیغمبر کی ذاتِ بابرکات سے والہانہ عقیدت اور محبت اور ملّتِ اسلامیہ پر ہر آنے والی آفت کا حتی الوسع مقابلہ کرنا، اپنے خداداد تاثر و تاثیر سے اُمتِ مسلمہ کو اختلاف سے نکال کر صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کی سعی کرنا، ارشادِ خلق اور گم گشتگانِ راہِ شریعت و طریقت کو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچا دینا، مشکل سے مشکل علمی اور عرفانی نکات کی تہہ تک پہنچ کر طالبانِ حق کی پیاس کو بجھانا، صبر و قناعت، تسلیم و رضا، جود و سخا، عفو و کرم، حلم و حیا جیسے مقاماتِ عالیہ سے خود پیراستہ ہو کر دوسروں کو آراستہ کرنا۔

یہ وہ انعامات ہیں جو محض انہی حضرات کا حصہ ہیں جن پر عنایاتِ ایزدی اور فضلِ ربانی کا خاص ظہور ہوتا ہے یہی لوگ ہیں جو خلافتِ الٰہیہ کی ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھانے کے قابل ہوتے ہیں۔ اسی قسم کے کمالات کے متعلق بزرگانِ دین میں یہ مشہور ہے کہ الاستقامۃ خیر من الف کرامۃ۔ یعنی آدابِ شریعت و طریقت کی پابندی ہزار دیگر قسم کی کرامتوں سے افضل ہے۔ گو آنجناب رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ہر لمحہ اس قسم کی کرامات سے معمور نظر آتا ہے لیکن یہاں فقط چند ایک ایسے کمالات کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے جو کہ اسلام اور اُمتِ مسلمہ کی خیر خواہی اور جذبۂ اخلاص اور اخوتِ اسلامیہ کی بناء پر آنجناب سے ظہور پذیر ہوئے۔ جن میں غور کرنے کے بعد ہر منصف مزاج انسان آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ردِّ مرزائیت

۱۹۰۰ء کے قریب جبکہ ختم نبوت جیسے مسلّمہ عقیدۂ اہلِ اسلام میں مختلف تاویلات کے

ذریعے سے مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمانوں میں اختلافات کا ایک طوفان کھڑا کیا اور حضرت مسیح ابن مریم جن کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور واپس قربِ قیامت میں تشریف لانے کے متعلق کتاب وسُنّت اور اجماعِ اُمت کے دلائل متواترہ موجود ہیں ان کی کرسی کو اپنے لئے خالی کرنے کی کوششِ بے سود کی تو اس خطرناک تحریک کو مٹانے میں جس طرح آنجناب رضی اللہ عنہ نے کارہائے نمایاں کئے وہ اپنی نظیر آپ ہیں تقریر وتحریر اور ہر لحاظ سے اُمت مسلمہ کے اس متفقہ عقیدے کو آپ نے دوبارہ ایسا اظہر من الشّمس کیا کہ مخالفین کو اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہی اور اظہارِ حق کے لئے یہاں تک جرأت مندانہ اقدام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس معاملہ میں اختلاف کرنے والے بھی سفید کاغذ میدان میں رکھ دیں اور میں بھی رکھ دیتا ہوں جس کے کاغذ پر خود بخود غیبی تحریر ہو جائے وہی سچا سمجھا جائے گا۔ دنیا جانتی ہے کہ آپ کے اس واضح چیلنج کو سُن کر مخالفین دم بخود رہ گئے اور میدانِ مناظرہ میں آنے کی جرأت بھی نہ کر سکے۔ کتاب شمس الهدایہ در بارۂ اثباتِ حیاتِ مسیح اور سیفِ چشتیائی وغیرہ آپ کی تصنیفات اس معاملہ کی زندہ مثالیں ہیں۔

ردِّ نجدیت

جب بارہویں صدی کے مشہور نجدی لیڈر محمد بن عبدالوہاب نجدی نے توحید کی آڑ میں ذواتِ مقدسہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے متعلق نامناسب خیالات کا اظہار کیا اور حرمین شریفین کے اہالیان کے خون اور مال سے کھیلنا شروع کیا۔ جس کی تعلیمات کے اثرات سے متاثر ہو کر بعض لوگوں نے یہاں بھی وہی سلسلہ شروع کیا اور ایک زبردست اختلاف اور فتنہ مسلمانوں میں برپا ہونے لگا تو آپ نے اس معاملہ میں نہایت ہی اعتدال اور انصاف کے ساتھ ان تمام مسائل پر اپنی مشہور کتاب "اعلاء کلمة الله فی بیان وما اهل به لغیر الله" تصنیف فرما کر اُمتِ مسلمہ پر احسان فرمایا۔ کتاب مذکور کے اندر غور کرنے سے اس معاملہ کے تمام پہلو سامنے آجاتے ہیں اور ایک منصف اور حق پرست انسان کے لئے بجز تسلیم کے چارہ نہیں رہ جاتا۔ توسل، نذر و نیاز، سماعِ موتیٰ اور علمِ غیب وغیرہ مسائل پر آپ نے ایسے محققانہ انداز میں قلم اٹھایا کہ بڑے بڑے دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔

آخری کتاب میں مسئلہ تکفیر کے متعلق آپ نے نہایت ہی متکلمانہ تحقیق فرمائی ہے جس

کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آج کل جیسا کہ تکفیر بازی کا بازار گرم ہے یہ اسلام میں کس حد تک معیوب ہے اور بغیر کسی خاص شرعی وجہ کے کسی مسلمان کو کافر کہنے کے کس قدر خطرناک نتائج ہیں۔

آپ کے بارہ سوالات

آنجناب رضی اللہ عنہ کے اس قسم کے نجدیت سوز کارناموں کو دیکھ کر اس مشن کے بعض ہاں خواہوں نے بجائے دلائل کا جواب دینے کے سب وشتم اور گالی گلوچ کا رستہ اختیار کیا۔ مشاہیر اولیاء کرام جیسے محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے خلاف کفر تک کا فتویٰ لگانے سے بھی دریغ نہ کیا اور دس مشکل سوالات مختلف علوم سے شائع کرا کے اعلان کیا کہ پیر صاحب یا دیگر علماء اہلسنت ان کا جواب دیں۔

آپ نے اثنائے سفر میں صرف چند گھنٹوں کے اندر فقط ان دس سوالات کے جوابات پر ہی اکتفاء نہ فرمایا بلکہ اپنی طرف سے اسی نوعیت کے پورے ایک سو ایک (101) سوال تیار فرمائے۔ لیکن ان میں سے فقط بارہ سوالات شائع فرما کر آخر میں یہ تحریر فرمادیا کہ چونکہ جواب سے جواب ہی ہوگا لہٰذا اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ جب اتنی بڑی جماعت کے خلاف اس قدر زبردست پیش گوئی کرنے سے بعض احباب نے اظہار پریشانی کیا تو فرطِ جوش میں آ کر فرمایا کہ اگر وہ لوگ کسی بھی سوال کا جواب لکھ دیں تو جن انگلیوں سے میں نے بارہ سوالات لکھے ہیں وہ کٹوادوں گا۔

چنانچہ آپ کا ارشاد حرف بحرف سچا ہوا۔ یار لوگوں نے اپنے نجدی ہم خیال لوگوں کے تعاون سے ہر ممکن کوشش کی مگر جوابات پر قادر نہ ہو سکے۔ جناب قاری عبداللہ جو مکہ شریف میں مقیم تھے ان سے معلوم ہوا کہ جب آپ کے سوالات وہاں حجاز شریف میں پہنچے تو علماء حجاز کے متعدد اجلاس ان کے حل کے لیے منعقد کیے گئے مگر بجز حیرت کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ آنجناب رضی اللہ عنہ کے ان سوالات و جوابات کو دیکھ کر فقط ہندوستان ہی نہیں بلکہ ممالک عربیہ عراق، مصر اور ترکستان تک کے علماء کرام عش عش کر اُٹھے یہ سب ذخیرہ رسالہ الفتوحاتِ الصمدیہ میں طبع ہو کر آج تک منظرِ عام پر جلوہ فرما ہے۔

آنجناب کی اعتدال پسندی

علاوہ ازیں شیعہ سُنی اور مقلد غیر مقلد کے مابین اختلافات کے وجوہ اور ہر فریق کے بعض متعصّبانہ خیالات کی تردید اور ان سب فرقِ اسلامیہ میں ہم آہنگی اور اتحاد پیدا کرنے کے متعدد نمونے آپ کے ملفوظات اور مکتوبات میں ملتے ہیں۔ جہاں یک طرف شیعہ حضرات کے اس خیال کی آپ نے زبردست تردید فرمائی ہے کہ خلافت بلا فصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حق تھا اور نعوذ باللہ خلفاء ثلاثہ علیہم الرضوان ناحق تھے وہاں ان متعصب سُنیوں کے اس نظریہ کی بھی تردید فرمائی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہر لحاظ سے خلفاء ثلاثہ سے پیچھے تھے۔ حالانکہ متعدد احادیث سے آنجناب کا علم وحلم، جودوسخا اور بعض دیگر اوصافِ کاملہ میں یکتائے روزگار ہونا اظہر من الشّمس ہے، اور جہاں آپ نے جناب سیّد الشہداء کے مصائب ومناقب کو صحیح طور پر بیان کرنے اور سننے کو مودتِ اہلبیت کے لوازمات سے شمار فرمایا، وہاں غلط سلط روایات کا عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کر کے وقتی طور پر جذبات کو ابھارنا معیوب قرار دیا اور جو لوگ یزید اور ابن زیاد وغیرہ دشمنانِ اہلبیت کی صفائی کرتے ہوئے اتنا کہنے سے بھی نہ شرماتے تھے کہ کیا ہوتا اگر حضرت امام عالی مقام علیہ السلام یزید کی بیعت کر لیتے۔

ان کی تردید کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر یزید اور دیگر اشقیاء جنہوں نے عترتِ رسول پر مصائب کے پہاڑ ڈھائے ازروئے حدیثِ صحیحہ ایذادہندگانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور مستحقِ لعنت ہیں۔ لیکن کسی فرد یا قوم پر لعنت کو ضروریاتِ مذہب سمجھ کر یہی رٹ لگانے کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی آلِ پاک پر درود بھیجنا افضل ہے۔

کسی ملعون کے متعلق دلائل شرعیہ کی وجہ سے عقیدہ رکھنا اور بات ہے اور اس پر لعنت کرنے کو مشغلہ بنا لینا اور بات ہے نیز حدیثِ مشہور جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسلام کے اندر بارہ خلفاء ہونے کے متعلق خبر دی ہے۔ شیعہ حضرات اسے اپنے مذہب کے اثبات کے لیے ایک اٹل دلیل سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد بارہ آئمہ اہلبیت کرام ہی ہیں۔

اس حدیث کی آنجناب رضی اللہ عنہ نے ایسی عجیب تشریح فرمائی ہے کہ ہر فرقے کا منصف مزاج آدمی پڑھ کر داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ غلبہء ادب کی وجہ

سے بعض احادیث پر بغیر تاویل کے عمل کرنا جیسا کہ بعض متقدمین سلف صالحین سے منقول ہے چنداں معیوب نہیں لیکن حضرات ائمہ مجتہدین کو انکارِ حدیث سے متہم کرنا اوران کی خدماتِ دینیہ سے بالکل منہ موڑ لینا جیسا کہ بعض متعصب غیر مقلدین کا شیوہ ہے نہایت نامناسب رویہ ہے۔ واقعات اور تاریخ اس امر پر شاہد ہیں کہ حضرات ائمہ مجتہدین نے جو کچھ کیا نہایت خلوص اور دیانت کے ساتھ کیا نعوذ باللہ ایسے خادمانِ دین کے متعلق یہ نظریہ رکھنا سراسر انصاف کے خلاف ہے۔

نظریہء وحدتِ وجود

صوفیائے اسلام کے نظریہ وحدتِ وجود جس پر اکثر مشاہیر اولیاء کرام ایک ہزار ہجری تک متفق چلے آئے ہیں اور ہر مسلک اور مشرب کے ارباب حال کی کلام اس سے مملونظر آتی ہے جن میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی، امام عبدالوہاب شعرانی، حضرت مولانا جلال الدین رومی، حضرت عبدالرحمٰن جامی، حضرت غریب نواز اجمیری، حضرت محبوب الٰہی دہلوی، حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اس کے متعلق بعض متاخرین مشائخ نے مجدد الف ثانی کی کچھ تحریرات سے اس قسم کے نتائج برآمد کئے جن کی وجہ سے اس گروہِ صدق وصفاء میں کافی اختلاف کا احتمال پیدا ہوگیا تھا۔ علاوہ ازیں بعض اربابِ تصوف نے غلبہء حال کی وجہ سے اس کشفی مسئلہ کو کلمہء توحید کا مرادی معنی قرار دے کر تمام اُمت مسلمہ کو اسی کا مکلف ہونے پر زور دیا اور جو اس کا قائل نہ ہوا ہے مشرک و کافر تک لکھ دیا۔

چنانچہ عبدالرحمٰن لکھنوی کی کتاب کلمۃ الحق اس امر کی پوری تصدیق کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس امر سے اُمت مسلمہ کے اکثر افراد کا کلمہء توحید کے معنی پر ایمان رکھنے سے محروم ہونا لازم آتا ہے کیونکہ یہ مقام فقط حال سے تعلق رکھتا ہے اور سوائے اولیاء کرام اور عرفاء عظام کے ہر کس وناکس کی رسائی اس تک مشکل ہے آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے اس خطرہ کو بروقت محسوس فرماتے ہوئے اپنی معرکۃ الآراء کتاب تحقیق الحق فی کلمۃ الحق تصنیف فرما کر ان سب خطرات کا سدِباب فرما دیا۔

کتاب کیا ہے علم وعرفان کا ایک بحرِ ذخّار ہے جس کے پڑھنے سے مصنف کے عرفانی

کمالات کا پتہ چلتا ہے۔ مفتی محمد حسن مرحوم مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور اپنے شیخ طریقت مولوی اشرف علی تھانوی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر پیر صاحب یہ کتاب تصنیف نہ فرماتے تو اہلِ ظاہر کے لئے کلمہء توحید پر اپنا ایمان ثابت کرنا مشکل ہو گیا تھا کیونکہ مصنف کلمۃ الحق نے کتاب و سنت اور لغت و بلاغت کے دلائل قاہرہ سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ کلمہ طیبہ کا مفہوم توحیدِ وجودی میں ہی منحصر ہے جس کے بغیر ایمانِ شرعی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور واقعی بات ہے کہ اگر حضرت قبلہء عالم جیسے محقق عارف اس موضوع پر قلم نہ اُٹھاتے تو علماء ظاہر میں سے کسی کو بھی کتاب مذکورہ کا جواب لکھنے کی جرات نہ ہو سکتی تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اسلام کے اس اصولی کلمہ طیبہ میں اہلِ اسلام کے دو بڑے گروہوں میں تصادم پیدا ہو جاتا جس کے نتائج نہایت خطرناک ہوتے۔

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف لکھنوی کے دلائل کے دندان شکن جوابات دے کر دلائل اور براہین سے یہ ثابت فرمایا کہ کلمہ توحید کا وہ معنی جس پر زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تمام اہل اسلام متفق چلے آئے ہیں، ایمان شرعی کے حاصل کرنے اور کفر و شرک سے نجات پانے کے لئے وہی کافی ہے البتہ اس مفہوم ظاہری کے ساتھ ایک باطنی مفہوم کی طرف بھی اشارہ موجود ہے اور کتاب و سنت کے بعض اشارات بھی اس کی تائید کرتے ہیں جو کہ محض اربابِ باطن، حضراتِ اہل اللہ کے مکشوفات سے ہے اور اس کا انکار کرنا کفر نہیں ہاں یہ بات اور ہے کہ اس قدر مشاہیر اولیاء کرام کے متفقہ نظریہ کو محض کم فہمی کی بناء پر خلافِ شرع اور غلط کہنے میں سوء خاتمہ اور شقاوت و حرمان کا خطرہ ضرور ہے۔

دوسری طرف آپ نے اس مسئلہ کی مکمل تشریح اور تفسیر فرما کر علماء ظاہر کے بعض بے محل اعتراضات کا پردہ چاک کر دیا جو کہ کم فہمی کی بناء پر ہر دور میں اس نظریہ کشفیہ کے متعلق وارد کئے جاتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں وحدتِ وجود اور وحدتِ شہود کے درمیان فرق اور حضرت مجدد الف ثانی کے کلام سے بعض پیدا شدہ شبہات کا مکمل جواب تحریر فرما کر اس نو پیدا اختلاف کو بھی کافی حد تک ختم کر دیا جو صوفیائے وجودیہ اور شہودیہ کے مابین پیدا ہو رہا تھا۔ کتاب مذکور کے علاوہ آپ کے مکتوبات اور ملفوظات میں بھی اس موضوع پر کافی ذخیرہ موجود ہے جو کہ اربابِ ذوق کے لئے موجبِ بصیرت ہے۔

مسلمانانِ ہند کی سیاسی رہنمائی

جنگِ بلقان کے زمانہ میں جب مسلمانانِ ترکستان حکومتِ برطانیہ سے برسرِ پیکار تھے تو ہندوستان کے اکثر اکابر نے ہجرت کی تحریک شروع کی۔ آپ نے بمعہ بعض دیگر اکابرِ ہند، اس تحریک کی زبردست مخالفت کی اور اس کے خطرناک نتائج سے مسلمانوں کو بروقت متنبہ کیا۔ اربابِ تحریک نے مختلف قسم کے غلط الزامات عائد کئے حتیٰ کہ حکومت برطانیہ کی ہمنوائی سے بھی مطعون کیا مگر آپ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔

تحریک والوں کی طرف سے بعض خصوصی نمائندے تبادلہء خیال کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے مگر آپ کے دلائل کے سامنے بجز خاموشی کے چارہ نہ رہا اور الٹا اکابرینِ تحریک کی غلطی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے اور بات بھی معقول تھی کیونکہ شرعی لحاظ سے جہاں پر شعائرِ اسلام کے ادا کرنے سے کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو وہاں سے ہجرت کرنا فرض نہیں اور ہندوستان سے ہجرت کرنے کی نوعیت ہی کچھ اور تھی جس سے علاوہ کسی اسلامی مفاد حاصل نہ ہونے کے یہ زبردست خطرہ بھی موجود تھا کہ اگر بانیانِ تحریک کی خواہش کے مطابق تمام مسلمان یہاں سے بستر بوریا باندھ کر چل کھڑے ہوتے تو اس غربتِ اسلام کے دوڑ میں پھر تعداد معمول سے زیادہ ہونی شروع ہوئی۔

مئی کے پہلے ہفتے میں بخار کی علامات نمودار ہوئیں اور آخری دو تین دن تو یہ حالت تھی کہ بار بار ہاتھ مبارک سر کی طرف اُٹھاتے ایسا معلوم ہوتا کہ کسی کا استقبال فرما رہے ہیں۔ آخر سہ شنبہ 29 صفر 1356ھ مطابق 11 مئی 1937ء بوقت عصر ساڑھے پانچ بجے آپ نے خفیف تبسم سے حاضرین کو ذوق آشنا فرماتے ہوئے اسمِ ذات اللہ فرمایا اور قبلہ رخ ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اور یہ حقیقت ہے کہ اگر آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند قدس سرہ کا حوصلہ اور ضبط باوجود نہایت رقیق القلب ہونے کے توفیق الٰہی سے عملی صورت میں رونما نہ ہوتا، تو مصیبت زدگانِ فراق کا اس واقعہ ہائلہ سے وہ حشر ہوتا کہ تجہیز و تکفین کے وقت زائرین کے جذبات کو روکنا ممکن نہ ہوتا۔ اس اندوہگیں واقعہ پر آپ ہی کی وہ ذات تھی جس نے تشفی بخش کلمات اور ضبط و استقامت سے تجہیز و تکفین کا مناسب انتظام فرمایا اور قبلہء عالم کے جسم اطہر کو شرعی غسل دے کر رات کو برائے

زیارت اہلِ بیت حرم سرا پہنچایا گیا۔

دوسرے دن ایک بجے سے چھ بجے تک قبلہء عالم کی چارپائی کو آستانہ عالیہ کے مہمان خانہ کے صحن میں اونچے تختے پر رکھا گیا تا کہ مخلوق آسانی سے زیارت کر سکے۔ یوم چہار شنبہ یکم ربیع الاول ساڑھے چھ بجے شام نماز جنازہ مولانا قاری غلام محمد خطیب جامع مسجد آستانہ عالیہ کی امامت میں ادا کی گئی۔ جنازہ میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ حاضرین کا اندازہ لگایا گیا جس میں دوسرے مذاہب کے لوگ ہندو، سکھ وغیرہ کثیر تعداد میں شریک تھے اور سب سے پچھلی صفوں میں ہاتھ باندھ کر کھڑے رہے۔ آٹھ بجے شام حضور قبلہء عالم کا جسمِ اطہر مسجد شریف کے جنوبی باغ میں روپوش ہو گیا۔

؎ صورت از بے صورتی آمد بروں   باز شد انا الیہ راجعوں

(فتاویٰ مہریہ جدید، الف)

قبلہ عالم کا توحید و رسالت اور خلفاء راشدین کے بارے میں اجمالی عقیدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ موصوف بما نص علیہ فی القرآن المجید بحسب ما ارادو ان محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبدہ ورسولہ وان ماجاء بہ النبی علیہ السلام حق وان خلافۃ الخلفاء الاربعۃ علی الترتیب الذی وقع حق فھذہ عقیدتی علیٰ سبیل الاجمال و کفیٰ باللہ شھیدا

انا العبد

الملتجی والمشتکی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفار بہ عنہ

ترجمہ! سب تعریف خدا تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں ہدایت فرمائی اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز اللہ کے کوئی اور عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ ان صفات سے جو قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں ویسا ہی موصوف ہے جس طرح اس نے ارادہ فرمایا۔

اور گواہی دیتا ہوں کہ حضور پرنور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندۂ خاص اور رسول ہیں۔

اور گواہی دیتا ہوں کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی طرف سے لائے وہ حق ہے اور خلفاء اربعہ کی خلافت ترتیب واقعی کے مطابق حق ہے پس میرا اجمالی طور پر یہ عقیدہ ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔

(فتاویٰ مہریہ باراول مطبوعہ قدیم سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی ۱۹۶۲ء ص ۹)

(فتاویٰ مہریہ ص ۳ طبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۷ء بار چہارم)

(فتاویٰ مہریہ جدید ص ۳ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰ء بار پنجم)

عقیدۂ میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد اسماعیل صاحب نظامی جھانسوی کیتھوی بازار شملہ نے دریافت کیا کہ دو سال قبل گروہ در گروہ جشن عید میلاد النبی منائے گئے اور جلوس جھنڈا، 12 ربیع الاول کو جامع مسجد سے عیدگاہ تک لے جایا گیا۔ اس سال امام احمد حسن صاحب نے جلوس روک دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ ولادت میں ایسی تقریب منانا منع ہے۔

جواب میں حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے لئے میلاد شریف پر خوشی منانا جائز ہے۔

(فتاویٰ مہریہ بار اول مطبوعہ قدیم سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی ۱۹۶۲ ص ۱۸)

(فتاویٰ مہریہ ص ۱۰ طبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۷ء بار چہارم)

(فتاویٰ مہریہ جدید ص ۱۳ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰ء بار پنجم)

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مساجد کی افضیلت کا اعتقاد صحیح ہے یا غلط، حضرت قبلۂ عالم جواب میں فرماتے ہیں!

مخلصی فی اللہ مولوی فضل احمد صاحب

بعد سلام ودُعا آنکہ، بوجہ علالت طبع بجوابِ مکتوب توقف ہوا۔ مکرّما مسئلہ افضیلت میں حق بجانب آپ ہیں۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مساجد کی افضیلت کا معتقد ہے۔

وہ سراسر لسانِ شریعت ولسانِ حقیقت سے بے بہرہ ہے۔

''فقہاء ومحدثین وسائر علماء اسلام کا معتقد بہ ومجمع علیہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم افضل المخلوقات ہیں۔ حتیٰ کہ مساجد وسائر امکنہ متبرکہ وعرش وکرسی سب سے، اور بحسبِ لسانِ حقیقت اعیان واسماء سب ظہورات ہیں حقیقتِ محمدیہ کے بناءً علیہ افضلیت اس کی سائر صفات پر ٹھہری صفت تکوین ہو یا غیر اس کا، لہٰذا واعظ صاحب کو بوجہ عدم رسائی مبنی علیہ دوسرے

جملہ افضلیت علی القرآن میں بھی جاہل کہنا مناسب نہیں۔‘‘

هٰذا ما عندی والعلم عند الله والحمد لله اولاً و اٰخراً والصلوٰة والسلام منه باطنا علیه ظاهراً و اٰله وصحبه۔

(دستخط خط خاص حضرت قبلہ ءعالم)

(فتاویٰ مہریہ ص ۱۴ بار اول مطبوعہ قدیم سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی ۱۹۶۲ء)

(فتاویٰ مہریہ ص ۸ بار چہارم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۷ء)

(فتاویٰ مہریہ جدید ص ۱۰۔ ۱۱ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰ء)

مسئلہ امتناعِ نظیر اور مجدد گولڑوی

آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر کے اِمتناع کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے اصل مدّعا شروع کرنے سے پہلے فرمایا کہ اِس مقام پر اِمکان یا امتناعِ نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب یا تغلیط کسی کی فرقتین وخیر آبادیہ میں سے شکر اللہ تعالیٰ سعیہم راقم سطور دونوں کو ماجور ومثاب جانتا ہے۔ فانما الاعمال بالنیات۔ ولکل امرءٍ مانویٰ۔

مقدّمات:۔

(1) ممتنعاتِ ذاتیہ کا خروج احاطہءقدرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے خروجِ کمالِ ذاتی باری تعالیٰ پر دھبّہ نہیں لگاتا بلکہ یہ قصور راجع بجانب قابل ہے کہ ممتنع ذاتی قبولیت کا صالح نہیں۔

(2) اِنقلاب حقائقِ واقیہ کا خواہ معدودات سے ہوں مثل انسان، فرس، بقر، غنم کے یا مراتبِ عددیہ سے ہوں مثل ایک دو تین چار یا مختلطہ یعنی معدود بحیثیت عروض مرتبہ عددی مثلاً زید جو اوّل مولُود ہے بہ نسبت باقی اولاد عمرو کے ممتنع بالذات ہے۔

(3) نظیر کسی چیز کی اسی کو کہا جاتا ہے کہ علاوہ مشارکتہ نوعی کے اوصافِ ممیّزہ کاملہ میں اس چیز کی ہم پلّہ ہو۔

(4) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بحسب الحقیقۃ الروحانیہ النوریہ اوّل مخلوق ہیں۔

اول ما خلق اللہ نوری۔ اول ما خلق اللہ العقل۔ تصریحات از اہلِ کشف وشہود اس پر شاہد ہیں۔ کما قال شیخ الاکبر قدس اللہ سرہ الاطہر۔ فلم یکن اقرب الیہ قبولا فی ذلک الھباء الاحقیقۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم المسماۃ بالعقل فکان مبداء العالم باسرہ واول ظاھر فی الوجود فکان وجودہ من ذلک النور الالٰھی اور آخر الانبیاء بھی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

اہلِ بصیرت کو ان مقدماتِ مذکورہ پر گہری نظر ڈالنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود ممتنع بالذات بدیں معنی ہے کہ خالق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ایسا بنایا ہے اور ایسے کاملہ ممیزہ مختصہ صفات کے ساتھ سنوارا ہے کہ جس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ در صورت فرض وجود نظیر اِنقلاب حقیقت لازم آتا ہے کیونکہ فرضی نظیر کا وجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ہی ہوگا تو لامحالہ ایسا معدود ہوگا جس کو مرتبہ ثانیہ عددی عارض ہو اور نظیر کہلانے کا مستحق جب ہی ہو سکتا ہے کہ وصف ممیز کامل یعنی اوّل مخلوقیت وختمِ نبوت میں مشارک ہو تو معروض مرتبہ ثانیہ کا معروض مرتبہ اولیٰ کا ہو۔ ایسا ہی بلحاظِ ختمیت فرض کیا کہ آپ مثلاً چھٹے مرتبہ میں تو نظیر آپ کی معروض ساتویں مرتبہ کی مثلاً ہو کر معروض مرتبہ سادسہ کی ہوگی خلق ہاں اس میں شک نہیں کہ ممتنعاتِ ذاتیہ میں سے دو قسم اوّلین اور قسم ثالث میں فرق ظاہر ہے کیونکہ قسم ثالث کا اِمتناع اوصافِ عارضہ کے لحاظ سے ہے اِس لیے کہ محلِ بحث امتناع یا امکانِ نظیر ہے نہ اِمتناع یا امکان مثل۔

آئینہ احمدی میں کمالِ خالق

خلاصہ یہ کہ آئینہ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں خالق عز مجدہ نے جُداگانہ کمال دکھایا، یعنی ایسا بنایا کہ نظیرش امکان ندارد۔ فھذا الکمال راجع الیہ سبحانہ کما ان ھذا الجمال مختص بہ من منح اللہ تعالیٰ فسبحان من خلقہ واحسنہ واجملہ واکملہ۔

ناظرین کو بعد از غور واضح ہو سکتا ہے کہ مسئلہ اِمتناعِ نظیر میں فقیر کا مسلک وطرز اثباتِ مدّعا میں جُداگانہ ہے کیونکہ اس مدعا میں لزوم کذب فی کلام الباری عز اسمہ سے کام نہیں لیا گیا۔

هذا ما فی ذهنی القاصر الآن لعل الحق لا یتجاوز عنه والحمد لله اولاً واٰخراً وهو یقول الحق ویهدی السبیل۔

(فتاویٰ مہریہ ص ۱۵۔۱۶ بار اول مطبوعہ قدیم سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی ۱۹۶۲ء)

(فتاویٰ مہریہ ص ۹۔۱۰ بار چہارم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۷ء)

(فتاویٰ مہریہ جدید ص ۱۱ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰ء)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بشر کہنا کیسا ؟

حضور قبلہ عالم تاجدارِ گولڑہ سیدنا حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر لفظ ''بشر'' بولنے کے متعلق فرماتے ہیں!

اِس میں شک نہیں کہ اہلِ ایمان کے لئے ذکرِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بطریقِ تکریم و تعظیم واجب اور ضروری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی میں بحسبِ لغتِ عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت، میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن بہ کمال ہے مگر چُونکہ اِس کمال تک ہر کس و ناکس سوائے اہلِ تحقیق و عرفان کے رسائی نہیں رکھتا۔ لہٰذا اطلاقِ لفظِ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے خواص کے لئے جائز اور عوام کے لئے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز۔

توضیح :۔

آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کو بشر کس واسطے کہا گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کو شرفِ مباشرت بالیدین عطا فرمایا گیا۔ (مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ط القرآن سورۃ ص آیت 75 ترجمہ: اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لئے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔) چُونکہ ملائکہ اس کمالِ آدم سے بے خبر تھے ایسا ہی ابلیس بھی فقالوا ما قالوا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ملائکہ جتلانے کے بعد سمجھ گئے اور مُعترف بالقصور ہوئے۔ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (القرآن سورۃ بقرہ آیت 32 ترجمہ: بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں دیا۔) اور ابلیس کو علاوہ قصورِ جہل کے غُرور بھی تھا۔ لہٰذا اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ (ترجمہ: اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ القرآن سورۃ بقرہ آیت 34)

هكذا قال الشيخ الاكبر قدس سره الاطهر بماله وما عليه في جواب سوال حكيم الترمذي.

ترجمہ: اسی طرح حکیم ترمذی کے سوال کے جواب میں شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر نے بماله وما علیہ فرمایا۔

(2) بشر ہی کو کمالِ انجلا کے لئے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقصِ مظہریّت اِس کمال سے محروم ٹھہرے اور مظاہر اُور مرایا کمالاتِ اِستجلائیہ سے از گروہِ انبیاء علیہم السلام سیّدنا ابو القاسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصالۃً واز جماعت اَولیائے کرام وارثِ مصرع

وَاِنِّیْ عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

ترجمہ: اور بے شک میں کمال کے چودھویں کے چاند حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم پر ہوں۔

سیّدنا عبد القادر وامثالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وراثۃً مظہرِ اکمل واتم الاسمہ الاعظم ٹھہرے۔

اہتمامِ بشریت

بشر ہی کے لئے تنزل اخیر ہونے کے باعث اِس قدر اہتمام ہوا کہ ہیئتِ اجتماعیہ و ترکیباتِ اسمائیہ واِتصالات واوضاع اِنی خمرت طینۃ آدم سے لے کر تا ظہور جسدِ عنصری صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و اتباعہ من الکمل کو متوجہ کیا گیا ہے اور خُدّام بنائے گئے تا کہ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ کا آئینہ وچہرہ علیٰ وجہ الکمال اور پُورا حق نما ہو قصّہ مختصر بشر ہی ہے کہ جس کو۔

گر خواہی خُدا بینی در چہرۂ من بنگر
من آئینہ اویم او نیست جُدا از من

(ترجمہ: اگر تو خدا کو دیکھنا چاہتا ہے تو میرا چہرہ دیکھ میں اُس کا آئینہ ہوں وہ مجھ سے جدا نہیں۔) ہونے اور کہنے کا استحقاق حاصل ہے۔

صرف بشر کہنا جائز نہیں

اِس تقریر سے ثابت ہوا کہ عارف کا بشر کہنا اس قبیلِ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بالاسماء المعظمہ ہوا بخلافِ غیر عارف کے کہ اس کے لئے بغیر انضمام کلماتِ تعظیم صرف لفظ بشر ذکر کرنا جائز نہیں چنانچہ آیت کریمہ میں بشر کے بعد یُوحیٰ اِلیَّ اور تشہد میں عبدہٗ کے بعد رسولہ اور کلام اہلِ عرفان میں ہے۔

فَمَبلَغُ العِلمِ فِیہِ اَنَّہٗ بَشَرٌ
وَاَنَّہٗ خَیرُ خَلقِ اللہِ کُلِّھِم

ترجمہ! علم کی رسائی تو اتنی ہے کہ وہ بشر ہیں اور بے شک وہ اللہ کی ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔ (قصیدہ بُردہ شریف ص 11)

میرے خیال میں فریقین از علمائے کرام متنازعین اہلِ سنت و جماعت سے ہیں اور ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالاسماء المعظمہ واجب اور ضروری اعتقاد کرتے ہیں۔ لٰہذا ان سے ہرگز ہرگز متصور نہیں کہ معاذ اللہ فرقہ ضالہ نجدیہ وہابیہ (حضور اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے نجدیوں وہابیوں کو گمراہ لکھا ہے) کی طرح صرف لفظِ بشر کا اطلاق جائز کہیں۔ البتہ ان کا خیال ہے کہ بقصد تحقیر لفظ بشر کا استعمال ناجائز اور بغیر اس کے جائز۔ مگر میری رائے وہی ہے جو اوپر بیان کر چکا ہوں کہ صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انضمام کلماتِ تعظیم نہ چاہیے کہ بوجہِ شیوع عرف وقصد فرقہ ضالہ صرف بشر کہنے میں ایہام امر ناجائز کا ہے۔

(فتاویٰ مہریہ ص ۱۰۔ ۱۲ بار اول مطبوعہ قدیم سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی ۱۹۶۲ء)

(فتاویٰ مہریہ ص ۴۔ ۵ بار چہارم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۷ء)

(فتاویٰ مہریہ جدید ص ۶ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰ء)

عقیدہ نُورانیتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور اعلیٰ امام المسلمین حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ مہریہ شریف میں لکھا ہے! کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

اول ما خلق اللہ نُوری

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نُور کو پیدا کیا۔ (مدارج النبوۃ)

(فتاویٰ مہریہ شریف ص ۱۱ مطبوعہ گولڑۃ شریف ۲۰۱۰ء)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۴۶ طبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۸۶ء)

عقیدہ حاضر ناظر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بجسدہ العنصری ہر مکان و ہر زمان میں حاضر و ناظر ہونا تو یہ مختلف فیہ ہے:

فَقَائِلٌ وَّ مُنْکِرٌ وَّلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ

میرے خیال میں ظہور وسریانِ حقیقتِ احمدیہ ہر عالم و ہر مرتبہ اور ہر ذرّہ ذرّہ میں عند المحققین من الصوفیہ ثابت ہے۔ اس کو حقیقت الحقائق کہتے اور لکھتے ہیں۔

فَھُوَ نُوْرُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم۔

اوّلاً جو بصورت معنویہ قلب تقی نقی اور جسد شریف عنصری کے ظاہر ہوا۔ ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بصورۃ مثالیہ شریفہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر مکان و ہر زمان میں احادیثِ صحیحہ میں ثابت ہے۔ جس کا اقرار واقعی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اقرار اور اُس کا انکار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انکار مانا گیا ہے، کما فی حدیث البخاری فی کتاب الایمان۔

ہر قبر میں حاضر

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اِس سے مُراد وہ حدیث جو نکیرین کے سوال کے متعلق وارد ہوئی ہے کہ ہر میّت سے سوال کرتے ہیں! ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد تم اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟

اہلِ تجربہ کو ظہورِ کذائی مثالی کا کراتاً مراتاً اتفاق ہوتا رہتا ہے البتہ ظہورِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بجسدہ العنصری العینی کا پتہ بعض اہلِ مشاہدہ کے ہاں ملتا ہے اور بلحاظ واقعہ معراج شریف و خصائص ولوازم مختصہ جسد شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مستبعد بھی نہیں۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ۔

(فتاویٰ مہریہ ص ۱۲۔ ۱۳ بار اول مطبوعہ قدیم سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی ۱۹۶۲ء)

(فتاویٰ مہریہ ص ۵ بار چہارم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۷ء)

(فتاویٰ مہریہ جدید ص ۶ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰ء)

تو یہ ثابت ہوا

---------حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے جد اعلیٰ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبور میں تشریف لانے والی روایت نقل فرما کر اس حقیقت سے خبردار فرما رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب قبر میں تشریف لا سکتے ہیں تو آپ سے محفل میں تشریف لانا کیا محال ہوگا واضح رہے کہ آپ کا قبر میں حاضر و ناظر ہونا احادیث طیبہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح العقیدہ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور یہی عقیدہ قرآن پاک کا ہے یہی عقیدہ حدیث طیبہ سے ظاہر ہے۔ یہی عقیدہ صحابہ واہلبیت اور اخیار وابرار محدثین اور اس عقیدے کو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ واضح فرما رہے ہیں چنانچہ کسی بھی مسلمان کو اس کے بارے میں شک نہیں ہونا چاہیے۔

عقیدہ علمِ غیب

(آپ سے استفسار کیا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علمِ غیب عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

آپ جواب ارشاد فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علمِ غیب بحسبِ نصوصِ قرآنیہ اور علم ما کان وما یکون کا ازروئے احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام من جانب اللہ عطا ہوا ہے علمِ غیب کلی اور بالذات علیٰ سبیل الاستمرار خاصہ خدائی ہے عزاسمہ اور علمِ غیب علیٰ قدر الاعلام والاعطاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا ہے اور آپ کو عالم الغیب بعلم عطائی وہبی کہا جا سکتا ہے۔

(الملتجی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ بقلم خود از گولڑا)

(فتاویٰ مہریہ ص 14 بار اول مطبوعہ قدیم سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی ۱۹۶۲ء)

(فتاویٰ مہریہ ص ۶ بار چہارم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۷ء)

(فتاویٰ مہریہ جدید ص ۷ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰ء)

(مسافر چند روزہ مقام اشاعت گولڑہ شریف اسلام آباد ۱۴۲۷ھ)

------------حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضور تاجدارِ انبیاء رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علمِ غیب کُلی کے بارے میں مزید فرماتے ہیں :۔ فتح العزیز میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم، افراطِ اُمّت کو محیط ہے۔

مواہب اللدنیہ میں مذکور ہے!

اذلا فرق بین موته وحیاته صلی الله علیه وآله وسلم فی مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم وذالك عنده جلی لاخفاء به۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اپنی اُمّت اور اُن کے احوال و نیات و عزائم وخواطر کی معرفت کے مشاہدہ میں آپ کی موت وحیات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ سب امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ہمیشہ ظاہر ہیں کبھی مخفی نہیں ہوئے۔

امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مصنف مواہب اللدنیہ کا یہ قول اس حدیث سے ماخوذ ہے جو ترمذی میں ہے:

فتجلی لی کل شیء فعرفت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! میرے لئے ہر شے متجلی ہوئی پس میں نے اس کو پہچان لیا۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اِسی حدیث کے جملہ فعلمت ما فی السماوات والارض کی شرح میں لکھتے ہیں۔ پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے یہ بات تمام علومِ جزئی وکلی کے حصول اور اس کے احاطہ سے عبارت ہے انتہیٰ

ابن حجر مکی شرح اُم القریٰ میں لکھتے ہیں!

لان الله تعالیٰ اطلعه علی العالم فعلم علم الاولین والاخرین ماکان ومایکون۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم اوّلین وآخرین مَاکَانَ

وَمَا یَکُوْن بتلادیا ہے۔

(ملفوظاتِ مہریہ باراول فارسی ص ۱۷ امطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۳۲ء)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۳۶ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷ء)

---------حضورِ اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ عصرِ حاضر کے رہبر کامل ہیں آپ کے دور میں بہت سے فتنوں نے جنم لیا اور آپ نے امام اہلسنّت ہونے کے ناطے، سیّد السادات ہونے کے ناطے اور راہبرِ اُمتِ محمدیہ ہونے کی وجہ سے اُن باطل اور مذموم عقائد کا ردِ بلیغ فرمایا اور جو لوگ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب اور علمِ غیب کلّی کی نفی کرنے والے اپنے باطل مشن میں دھڑا دھڑ تصانیف میں مصروف تھے۔ قبلۂ عالم شاہِ گولڑہ امام اہلسنّت حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدۂ علمِ غیب رسول ثابت کر کے بدعقیدگی کے معبودانِ باطل توڑ کر حق و صداقت کو واضح فرمادیا:۔

نبوتِ مصطفٰے عالمِ ارواح میں

---------اہلِ سُنّت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور سالت مآب، رسولِ خدا، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمِ ارواح اور اعلانِ نبوت فرمانے سے پہلے بھی نبی تھے۔

حضور اعلیٰ امام المسلمین تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف عالیہ ''سیف چشتیائی'' میں رقمطراز ہیں:۔

ہم تو کنت نبیا وادم بین الجسد والروح۔ کے قائل ہیں۔

(الحاکم فی مستدرک) (احمد فی المسند) (طبرانی)

(سیف چشتیائی بار چہارم ص ۷۹ ۲ مطبوعہ ۱۹۶۴ء)

(سیف چشتیائی بار ششم ص ۱۹۶ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۴ء)

(سیف چشتیائی ص ۳۹۵ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱ء)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پر دلائل

فرمایا کہ انبیاء وشہدا کی حیاتِ برزخی پر اکابرین و محققینِ اُمت کا اتفاق ہے جن لوگوں کو

برزخ کا کچھ علم ہے وہ مسئلہ نداء میں خشک مولویوں کے نظریہ سے مختلف نظریہ رکھتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بعض ایسے مولوی ہیں کہ جہاں کسی نے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہا وہ فوراً اُسے مشرک قرار دے دیتے ہیں حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نداء بھی نداء غائب تھی مگر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا نداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مطلع ہو جانا ثابت کرتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ غیب کو ظاہر کر سکتا ہے اور اپنے بندوں پر فی الواقعہ ایسا کرتا ہے۔

محرر سطور کہتا ہے کہ کلمہ الصلوٰۃ والسلام علیک بطریق ندا کو کسی بھی وجہ سے شرک نہیں کہا جاسکتا اور اس ندا میں چونکہ صلوٰۃ بھی شامل ہے اس لئے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود مطلع ہوتے ہیں کیونکہ اعتقادات اہلِ یقین سے قطع نظر کہا جاسکتا ہے کہ اس کلمہ کا اصل مقصد صلوٰۃ بررُوح پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور صلوٰۃ چاہے جس طرح سے بھی کہی جائے اُس کا بواسطۂ ملائکہ بارگاہ محمدی میں پہنچانا ثابت ہے (حدیث ان اللہ ملائکۃ سیّاحین فی الارض ..الخ

اور حدیث صلوا علیّ فان صلوتکم تبلغنی حیث ما کنتم ۔ مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا صلوٰۃ وسلام مجھے پہنچ جاتا ہے جہاں بھی تم ہو) میں غور کریں۔

اس سے بھی قطع نظر عربی زبان کے قواعد کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نداء مقام مدح میں ہے اور مدح کا فائدہ دیتی ہے نداء کی بہت سی اقسام ہیں۔ حاشیہ جمل بر جلالین تفسیر آیت یَآیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا (سورۃ البقرہ آیت 21) میں ان اقسام کو دیکھنا چاہیے پس اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ، کہنا کس طرح علی الاطلاق شرک ہوسکتا ہے۔

ہم تو کہتے ہیں کہ ان تاویلوں کی بھی حاجت نہیں، کیونکہ امام مستند جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الرحمۃ باب صلوٰۃ الحاجۃ میں لکھتے ہیں کہ:

"یرکع رکعتین یقراء فی کل واحد منھما ایۃ الکرسی وسورۃ الم نشرح بعد الفاتحہ ویمشی بعد الفراغ احد عشر خطوات ویقول احدی عشر مرات یاشیخ عبدالقادر جیلانی ثم یدعوا فیستجاب ان شاء اللہ تعالیٰ۔"

یعنی دو رکعت نماز نفل پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی و سورۃ الم نشرح پڑھے۔ بعد فارغ ہونے کے گیارہ قدم چلے اور گیارہ دفعہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کہہ کر دُعا مانگے انشاء اللہ تعالیٰ مستجاب ہوگی۔

اور ایسا ہی شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں تحریر فرمایا ہے اور رئیس المحدثین فی الشافعیۃ امام شمس الدین الجزری نے حصن حصین میں صلوٰۃ الحاجۃ معمولات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بایں طور بیان کیا ہے کہ دوگانہ کے بعد کہے!

یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔

یہ حدیث صحیح ترمذی میں موجود ہے اور محدثین سے اس کی تصحیح دوسری کتب میں موجود ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہوا تھا لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث کے راوی عثمان بن حنیف سے ثابت ہے کہ اس صلوٰۃ کی تلقین صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری وفات کے بعد کی۔ مترجم کہتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام نداء کے ساتھ کہنے پر اُمتِ مسلمہ کا اتفاق ہے چنانچہ تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کا جملہ تمام شرق و غرب کے اہلِ اسلام پڑھتے آئے ہیں لہٰذا نداء کو مطلقاً ممنوع کہنا صحیح نہیں اور اہلِ اسلام کی اس قسم کی نداء کو کفار و مشرکین کی بتوں کو نداء سے ملانا صریح غلطی ہے۔

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۸۹ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۴۴ بار دوم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۲۵ بار اول فارسی مطبوعہ صابر الیکٹرک پریس لاہور ۱۹۳۲)

تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدْ کہنا

فرمایا کہ یہ مدینہ طیبہ میں کلمہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدْ اس قدر کثرت سے پڑھا جاتا ہے کہ ہر طرف سے یہی آواز کانوں میں سُنائی دیتی ہے ہمارے ملک کے بعض لوگ اِس قسم کی نداء و اِستغاثہ و اِستشفاع کو شرک کہتے ہیں وہ اگرچہ نماز بظاہر اچھی طرح سے ادا کرتے ہیں لیکن حدِ ادب بہت کم نگاہ رکھنے کے باعث بے برکت رہتے ہیں۔ کمالاتِ محمدیہ ایسے نہیں کہ نُطق و بیان کی حد میں آسکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم شعائر اہلِ ایمان اور نشانِ

اہلِ اسلام سے ہے۔

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

(سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷)

یعنی جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے۔ آپ کی تعظیم و توقیر کی اور آپ پر نازل شدہ نُور کی تابعداری کی وہی لوگ کامیاب ہیں۔ یہاں مفسرّین نے عَزَّرُوْهُ کا معنیٰ عظموہ و فخموہ لکھا ہے جس کا معنی تعظیم و تکریم ہے ایک اور مقام پر وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ فرمایا۔ اِسی طرح تعلیم ادب کے لئے حکم فرمایا کہ آنجناب کو ایسے نہ بُلاوٴ جیسے ایک دوسرے کو بُلاتے ہو اور نیز فرمایا ہے کہ اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور اُن کے گھر میں بِلا اِجازت نہ جاوٴ۔ حدِ ادب نگاہ رکھو۔ اُن کے سامنے کسی چیز کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھو۔ یہ سب احکام تعلیم ادب کے لئے فرمائے گئے ہیں مگر یہ لوگ جن کے اِعتقاد میں خلل ہے کہتے ہیں کہ جب ایک شخص مر گیا خواہ وہ نبی ہو یا ولی تو وہ معدُوم ہو گیا افسوس انہوں نے آثارِ فیوض حق تعالیٰ کو بہت ہی کم سمجھا ہے محرر سطور کہتا ہے کہ ایسی نداء و اِستغاثہ کیسے منع ہو سکتی ہے جس کے معنی ہوں اغثنا یارسول اللہ تشفعنا بك یارسول اللہ اور جو مشائخ کاملین کا معمول ہے عاشقِ آثارِ نبوت شیخ محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بُردہ میں کہتے ہیں:

يا اكرم الخلق مالی من الوذبه

سواك عند حلول الحادث العمم

اے سب خلق سے زیادہ کریم سخت حوادث کے نزول کے وقت آپ کے بغیر میرا کون ہے جس کے ساتھ پناہ لُوں۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی جو منبع سندِ علمِ حدیث ہیں قصیدۂ ہجریہ میں کہتے ہیں۔

رَسُوْلُ اللهِ يَاخَيْرَ الْبَرَايَا

نَوَالَكَ اَبْتَغِیْ يَوْمَ الْقَضَاءِ

اے اللہ کی بہترین مخلوق اور اُس کے رسول۔ یومِ حشر میں تیری عطا کا

طالب ہوں۔

اذا محل خطب مُدْلَهُمٌّ
فانت الحصن من كل البلاء

جب کوئی خطرناک حادثہ نازل ہوتا ہے تو تیری ہی ذات ہر مصیبت کے لئے حصن حصین ہے۔

اطیب النغم فی مدح سیّد العرب والعجم میں فرماتے ہیں!

وصلى عليك الله يا خير خلقه
ويا خير مامول و ياخير واهب

صلوٰۃ وسلام تم پر اَے اللہ کی بہترین مخلوق اور بہترین مامُول اور بہترین داتا۔

ويا خير من يرجى لكشف رزنة
ومن جوده قد فاق جود السحائب

اَے اُن سب سے بہتر جن سے رفع مصائب کے لئے اُمید کی جاسکتی ہے اور جس کا جُود بادلوں کے جُود سے فوقیت لے گیا۔

فاشهد ان الله را حم خلقه
وانك مفتاح لكنز المواهب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم فرما ہے اور تیری ذات عطائے الٰہی کا خزانہ ہے

وانك اعلى المرسلين مكانة
وانت لهم شمس وهم كا الثواقب

اور آپ سب رسولوں سے بلندشان والے ہیں گویا آپ شمس ہیں اور وہ ستارے ہیں۔

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۹۷ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۲۹ بار دوم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۵۹ بار اول فارسی مطبوعہ صابر الیکٹرک پریس لاہور ۱۹۳۲)

انگوٹھے چومنے کا جواز

ایک دن شام کی اذان میں آپ نے شہادۃِ ثانیہ میں دوسری بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کہنے پر دونوں انگوٹھوں کو بوسہ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ قبلہء عالم شہادتِ ثانیہ میں تقبیلِ ابہامین کی وجہ تخصیص کیا ہے؟ فرمایا شامی اور رُوح البیان میں اِسی طرح آیا ہے اور نیز فرمایا کہ حدیث تقبیل کو اگرچہ علماء نے ضعیف لکھا ہے لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی معمول بہ ہوتی ہے۔

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۶۴ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۵۷ بار دوم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

ایمانِ والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں مجدد گولڑوی کی تحقیق

بخدمت فیض درجت، فیض رساں، تکیہ تولا بے کساں، پشت پناہِ مریداں حضرت مربی صاحبِ جود دام ظلکم بعد معروض آنکہ دست بستہ خاکسار مسئلہ عرض کرتا ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین اسلام پر فوت ہوئے یا کہ نہیں اور اسلام پر نہیں تو کس پیغمبر صاحب پر تھے۔ زیادہ حد آداب۔

العبد تابعدار ولی محمد چک نمبر ۱۷ امنگانی ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع جھنگ

الجواب ھوالصواب

حضرت پیغمبر خدا احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین شریفین کے عدم اسلام کا علماء متقدمین کو تو یقینِ واثق ہے اور متاخرین ابنِ حجر وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے مگر بعض متاخرین محققین اہلِ فقہ وحدیث نے اسلام ابوین شریفین حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو احادیث سے ثابت کیا ہے بلکہ جمیع آباء اُمہات حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسلام حضرت آدم علیہ السلام تک پایۂ ثبوت کو پہنچایا ہے اور اثباتِ اسلام کے تین طریقے بیان کئے ہیں۔

پہلا طریقہ

اوّل یہ کہ والدین شریفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دینِ ابراہیم خلیل اللہ پر تھے۔

دوسرا طریقہ

دوسرا یہ کہ وہ دونوں صاحب زمانہ فترت میں تھے نہ زمانہ نبوت میں یعنی اُن کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی۔

تیسرا طریقہ

تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دُعا سے آپ کے والدین شریفین کو زندہ کیا اور وہ اسلام لائے۔ چنانچہ احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارگاہِ ایزدی میں سوال کیا کہ الٰہی میرے والدین کو زندہ فرما کر مشرف با اسلام کر۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا سوال منظور فرما کر آپ کے والدین کو زندہ فرما کر مشرف باسلام کیا اگرچہ بعض احادیث میں اس کے خلاف بھی تصریح معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث کی علماء متقدمین نے تضعیف بھی کی ہے لیکن متاخرین محققین نے حدیثِ احیاء کی تصحیح وتحسین کئی طرح سے فرمائی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث احیاء ان احادیث سے کہ جن کو متقدمین محدثین نے روایت کیا ہے متاخر ہے۔ گویا کہ یہ علم متقدمین سے ایک گونہ پوشیدہ ومستور تھا اور متاخرین پر اللہ تعالیٰ نے اِس کو کھول دیا۔ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۰۵)

امام سیوطی قائل تھے

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس بارہ میں کئی رسالے لکھے ہیں اور مخالفین کو بخوبی جواب دیئے ہیں علیٰ ھذا القیاس صاحب مواھب الدنیہ وانوار محمدیہ من مواھب اللدنیہ نے بھی اِس مدّعا کا ثبوت پیش کیا ہے، علامہ شامی وطحطاوی نے بھی اسلامِ ابوین شریفین کا مسئلہ بغرضِ اثباتِ اسلام آنہا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ الانوار المحمدیہ من مواھب اللدنیہ مرقوم ہے:

وقد روی ان آمنة به صلی اللہ علیه وآله وسلم بعد موتها روی الطبرانی بسنده عن عائشه ان النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم نزل الحجون کثیبا حزینا فاقام به ماشاء اللہ تعالیٰ ثم رجع مسرورا قال سئلت ربی عزوجل فاحی لی امی فآمنت بی ثم ردها ۔ کذا روی من حدیث عائشه ایضاً احیاء ابویه صلی اللہ علیه وآله وسلم حتی امنا به رواه السهیلی و الخطیب۔

وقال القرطبی فی التذکرة ان فضائله صلی اللہ علیه وآله وسلم

وخصائله لم تزل تتوالى وتتابع الى حين مماته تكون هذا مما فضله الله به واكرمه قال ليس احياهما وايمانهما ممتنعا عقلا لا شرعا فقدورد فى الكتاب العزيز احياء قتيل بنى اسرائيل واخبر بقاتله وكان عيسىٰ يحى الموتىٰ و كذالك نبينا عليه الصلوٰة والسلام احى الله على يديه جماعة من الموتىٰ وانه اثبت هٰذا فما يمتنع ايمانهما بعد احيائهما ويكون ذالك زيادة فى كرامته وفضيلته صلى الله عليه وآله وسلم وقال الامام فخر الدين الرازى ان جميع اٰباء محمد صلى الله عليه وآله وسلم كانوا مسلمين ومما يدل على ذالك قوله صلى الله عليه وآله وسلم لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات وقد قال الله تعالىٰ انما المشركون نجس فوجب ان لايكون احد من اجداده مشركا ولقد احسن الحافظ شمس الدين بن ناصر الدين الدمشقى حيث قال!

حبا الله النبى مزيد فضل
على فضل وكان به لطيفا

فاحى امه وكذا اباه
لايمان به فضلا لطيفا

فسلم فالقدير بذا قدير
وان كا ن الحديث به ضعيفا

(انوارِ محمدیہ من مواہب اللدنیہ)

سیدہ آمنہ ایمان لے آئیں

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنی موت کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ہجون میں اترے بڑے غمگین اور اُداس ہو کر

وہاں ٹھہرے رہے جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر خوش ہو کر واپس آئے فرمایا میں نے اپنے رب تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری ماں کو زندہ کیا وہ مجھ پر ایمان لے آئیں پھر اپنی قبر میں لوٹ گئیں۔

والدین کو زندہ فرمایا

اسی طرح حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماں باپ دونوں زندہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اس کو علامہ سہیلی اور خطیب بغدادی نے روایت کیا۔

قرطبی کا قول

علامہ قرطبی نے تذکرہ میں لکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائل لگاتار زیادہ ہوتے رہے وقتِ وفات تک انہی فضائل میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کیا گیا اور وہ ایمان لے آئے یہ بات نہ عقلاً ممتنع ہے نہ شرعاً ممتنع ہے۔

قرآن پاک سے زندہ ہونے کی دلیل

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا اور اپنے قاتل کی خبر دینا مذکور ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا قرآن مجید میں کئی مقامات پر مذکور ہے۔ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر کئی مردے زندہ ہوئے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کا زندہ ہونا ممتنع نہیں بلکہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرامت اور فضیلت کا ثبوت ملتا ہے۔

امام رازی کا فرمان

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام

آباءِ کرام (حضرت عبداللہ علیہ السلام سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام تک) مسلمان تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک ارحام میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''مشرکین نجس ہیں'' پس ضروری ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد پاک میں کوئی مشرک نہ ہو۔

دمشقی کی تحقیق

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پے در پے فضل فرمایا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت لطف فرمانے والا تھا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماں کو زندہ کیا اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ کو بھی تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں یہ اللہ کا فضل اور لطف تھا، پس اس بات کو مان لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اگرچہ حدیث اس بارے میں سند کے اعتبار سے ضعیف ہی ہو)

بخاری کی روایت

اور بخاری شریف میں بروایتِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری بعثت خیر قرون بنی آدم میں قرنا بعد قرن ہوئی ہے اور خیریت بعثت نبوی باوجود تلوث کفر آباؤ اجداد غیر متصور و نیز حدیثِ مسلم جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسمٰعیل سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے خلعتِ اصطفا حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنائی گئی۔ یہ برگزیدہ و اصطفائی بھی اسی کی مقتضی ہے کہ سلسلہ آباؤ اجداد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کم از کم وجودِ توحید ضرور ہی پایا جائے ورنہ باوجود کفر و شرک محض خصائلِ حمیدہ کسی گنتی میں شمار میں نہیں کما فی المشکوٰۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتیٰ کنت من القرن الذی کنت منہ روا البخاری۔ وعن واثلۃ بن الاسقع قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان

اللہ اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفائی من بنی ھاشم رواہ مسلم۔

مشکوٰۃ سے ثبوت

(جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میری بعثت بنی آدم کے بہترین زمانوں میں ہوئی ہے یہاں تک کہ میں اس زمانے میں مبعوث ہوا جو میرے لئے خاص تھا اس کو امام بخاری نے روایت کیا اور حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو اولادِ اسماعیل سے چن لیا اور کنانہ سے قریش کو چُن لیا اور قریش سے بنی ہاشم کو چُن لیا اور بنی ہاشم سے مجھے چُن لیا اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

شامی وطحطاوی بھی

اور علامہ ابنِ عابدین شامیؒ وعلامہ طحطاویؒ نے بھی ایمانِ والدین شریفین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اچھی طرح ثابت اور مخالفین کے اِعتراضات کا جواب بھی دیا ہے اور حدیثیں بھی اس کے خلاف وارد ہوئی ہیں ان کی توجیہہ بخوبی فرمائی ہے چنانچہ شامی میں مرقوم ہے:

ان تری ان نبینا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قد اکرمہ اللہ تعالیٰ بحیاۃ ابویہ لہ حتیٰ امنا بہ کما فی حدیث صححہ القرطبی وابن ناصر الدین حافظ الشام وغیرھما فانتفعا بالایمان بعد الموت علی خلاف العادۃ اکراما النبیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کما احی قتیل بنی اسرائیل لیخبر بقاتلہ وکان عیسیٰ یحی الموتیٰ وکذالک نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام احی اللہ تعالیٰ علی یدیہ جماعۃ من الموتیٰ وقد صح ان اللہ تعالیٰ رد علیہ الشمس بعد غیبتھا حتیٰ صلی علی کرم اللہ وجھہ العصر فکما اکرم بعود الشمس بعد فواتہ فکذالک اکرم بعود الحیاۃ ووقت الایمان بعد فواتھما ۔ ولا یقال ان فیہ اسائۃ ادب لاقتضائۃ کفر الابوین الشریفین مع ان اللہ تعالیٰ احیاھما

له امنا به كما ورد فى حديث ضعيف لانا نقول ان الحديث اعم بدليل رواية الطبرانى وابى نعيم وابن عساكر خرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن ادم الى ان ولدنى ابى وامى لم يصبنى من نكاح جاهلية شئ واحياء الابوين بعد مماتهما لاينافى كون النكاح كان فى زمن الكفر ولا ينافى ايضا ما قال له امام فى الفقه الاكبر من ان والديه صلى الله عليه وآله وسلم ماتا على الكفر ولا ما فى صحيح المسلم استأذنت ربى ان استغفر لامى فلم يأذن لى وما فيه ايضاً ان رجلا قال يارسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اين ابى قال فى النار فلما قفادعاه فقال ان ابى واباك فى النار لامكان ان يكون الاحياء بعد ذالك لانه كان فى حجة الوداع فكون الايمان عند المعاينة غير نافع فكيف بعد الممات فذاك فى غير الخصوصية التى اكرم الله بها نبيه صلى الله عليه وآله وسلم واما الاستدلال على نجاتهما بانهما ماتا فى زمن الفترة فهو مبنى على اصول الاشاعرة ان من مات ولم تبلغه الدعوة يموت ناجيا اما الماتريدية فان مات قبل مضى مدة يمكنه فيها التامل ولم يعتقده ايمانا ولا كفر افلا عقاب عليه بخلاف ما اذا اعتقد كفر اومات بعد المدة غير معتقد شياء نعم يخالفه على ما بعد البعثة واختاره المحقق ابن الهمام فى التحرير لكن هذا فى غير من مات معتقدا لكفر فقد صرح النووى والفخر الرازى بان من مات قبل البعثة مشركا فهو فى النار وعليه حمل بعض المالكية ما صح من الاحاديث فى تعذيب اهل الفترة بخلاف من لم يشرك مهم ولم يوحد بل بقى عمره فى غفلته من هذا كله ففيم الخلاف و بخلاف من اهتدا منهم بعقله كقس بن ساعدة و زيد بن عمرو ب نفيل فلا يخالف فى نجاتهم وعلى هذا فالظن فى كرم الله تعالىٰ ان يكون ابواه صلى الله عليه وآله وسلم من هذين القسمين بل قيل ان اباؤه صلى الله عليه وآله وسلم كلهم موحدون لقوله تعالىٰ وتقلبك فى الساجدين.

(فتاویٰ شامی کتاب النکاح ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماں باپ کو زندہ کیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اس حدیث کی تصحیح علامہ قرطبی اور ابن ناصر الدین حافظ شام وغیرہما نے کی پس انہوں نے وفات کے بعد خلافِ عادت زندہ ہو کر ایمان سے نفع اُٹھایا جیسا کہ بنی اسرائیل کے مقتول کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا تا کہ وہ اپنے قاتل کی خبر دے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اسی طرح ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس پر مردوں کی ایک جماعت زندہ ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی انگشت مبارک کے اشارے) ڈوبے ہوئے سورج کو واپس کیا تا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم عصر کی نماز پڑھ لیں تو جس طرح سورج کو لوٹا کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو ظاہر کیا گیا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کر کے انہیں ایمان کی توفیق دی گئی تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرامتِ شان ظاہر ہو، یہ نہ کہا جائے کہ اس میں بے ادبی ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کفر پر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا اور وہ ایمان لے آئے جیسا کہ ضعیف حدیث میں وارد ہوا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ حدیث اپنے عموم پر ہے۔

نکاح کے ذریعے

طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نکاح کے ذریعے منتقل ہوتا رہا، بدکاری کے ذریعے نہیں آدم کے زمانے سے لے کر یہاں تک کہ میرے ماں باپ نے مجھے جنا۔ مجھے جاہلیت کے نکاح کی کوئی بات نہیں پہنچی والدین کا زندہ ہونا اس بات کے منافی نہیں کہ نکاح زمانۂ کفر میں ہوا ہو اور نہ ہی اس بات کے منافی ہے جو امام ابو حنیفہ نے فقہ اکبر میں فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین نے زمانۂ کفر میں وفات پائی اور نہ ہی اس بات کے منافی ہے جو کہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے رب سے اجازت مانگی کہ اپنی ماں کے لئے استغفار کروں، مجھے اجازت نہ ملی۔

روایت کی حقیقت

اور اس طرح وہ روایت جو مسلم میں ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم! میرا باپ کہاں ہے؟

فرمایا! جہنم میں۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں ناری ہیں۔

ان دونوں باتوں کا جواب یہ ہے کہ زندہ کرنے کا واقعہ ان واقعات کے بعد پیش آیا زندہ کرنے کا یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا۔ یہ اعتراض کہ موت کے فرشتوں کو دیکھنے کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو موت کے بعد ایمان کیسے نفع دے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بلند کی ہے۔ یہ استدلال کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماں باپ نجات یافتہ ہیں کیونکہ وہ فترت کے زمانہ میں فوت ہوئے تھے۔

یہ دلیل اصول اشاعرہ پر مبنی ہے کہ جو وفات پا گیا اور اس کو دعوت نہ پہنچی۔ وہ نجات یافتہ ہے لیکن ماتریدیہ کہتے ہیں کہ: اگر وہ اس مدت سے پہلے فوت ہو گیا جس میں اس کے لئے غور وفکر کرنا ممکن ہو اور عقیدہ کے اعتبار سے نہ اس نے ایمان لایا اور نہ کفر کیا ہو تو اس پر عذاب نہیں، بخلاف اس صورت کے کہ جب وہ کفر پر اعتقاد رکھے یا مدت تامل کے بعد فوت ہوا اور اس کا کسی شے یعنی ایمان وکفر پر اعتقاد نہ ہو۔

ہاں ماتریدیہ میں سے بخاری گروہ۔ اشاعرہ کے موافق ہے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ کے قول پر محمول کیا ہے کہ کسی آدمی کے لئے یہ عذر نہیں کہ وہ بعثت کے بعد جہالت میں رہا، اسی قول کو محقق ابن ہمام نے اپنی کتاب التحریر میں اختیار کیا لیکن یہ اسی شخص کے بارے میں ہے جو عقیدۂ کفر پر نہ مرا ہو۔

اہلِ فترت پر عذاب

چنانچہ علامہ نووی اور امام فخر الدین رازی نے صراحت کی ہے کہ جو بعثت سے پہلے مشرک ہو کر مرے وہ ناری ہے اسی پر محمول کیا ہے بعض مالکی علماء نے ان احادیث کو جو اہل فترت کو عذاب دیئے جانے کے بارے میں ہیں بخلاف اس شخص کے بارے میں جس نے شرک نہیں کیا اور نہ اس نے توحید کا انکار کیا بلکہ ساری زندگی غفلت میں رہا بس ان لوگوں کے بارے میں اختلاف ہے

بخلاف ان لوگوں کے جو اپنی عقل کی بناء پر ہدایت پر آ گئے جیسے قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل۔ پس ان کی نجات میں کوئی اختلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم پر یہ حُسنِ ظن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماں باپ ان دو قسموں میں سے ہوں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام آباؤ اجداد توحید والے تھے اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پلٹ کر آنا سجدہ کرنے والوں میں۔

اور علامہ طحطاوی نے بھی اِسی کے قریب قریب بیان کیا ہے جس کا نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں ہے اُس کو ترک کرتا ہوں۔ ہاں اُس میں ایک حکایت اُس کے متعلق نقل کی ہے اُس کو تحریر کر دیتا ہوں،

وحکی ان بعض الفضلاء مکث متفکر الیلة فی ابوہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم واختلاف العلماء فی حدیث احیاءھما وایمانھما به فمن مضعف ومن مصحح وھل یمکن الجمع بین الاقاویل ام لا فاستھواہ الفکرة حتیٰ مال علی السراج فاحرقه فلما کانت صبیحة تلك الیلة اتاہ رجل من الجند یسأله ان یضیفه فتوجه الی بیته فمر فی اثناء الطریق علی رجل حضری قد جلس بباب خزانة تحت حانوت بھا موازینة وباقی الات البیع فقام ھذا الرجل حتیٰ اخذ بعنان دابة الشیخ وقال له شعر۔

امنت ان ابا النبی وامه
احیاھما الحی القدیر الباری
حتی لقد شھدا له برسالةٍ
صدق فتلك کرامة المختار
وبه الحدیث ومن یقول بضعفه
فھو الضعیف عن الحقیقة عاری

ثم قال خذھا الیك ایھا الشیخ ولا تسھر ولا تتعب نفسك متفکرا حتیٰ یحرقك السراج ولکن امض المحل الذی انت قاصدہ لتاکل من لقمة حراما فبھت الشیخ لذالك ثم طلب الرجل فلم یجدہ فاستخبر جیرانه من اھل السوق فلم یعرف منھم احدا واخبر ابانھلا عھد لھم برجل یجلس بھذا المحل اصلا ثم ان الشیخ رجع الی منزله ولم یمض الی

دار الجندی لما سمعہ من مقالۃ ھذا الاستاذ۔

(طحطاوی علی در المختار کتاب النکاح ج ۲ ص ۸۰۔۸۱ مکتبہ دار المعرفۃ بیروت)

حکایت

فضلاء میں سے ایک کے بارے میں حکایت ہے کہ وہ رات بھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں سوچتا رہا اور علماء کے اختلاف پر غور کرتا رہا کہ آیا وہ زندہ ہوئے اور ایمان لائے یا نہ۔ ان اقوال کو جمع کیا جا سکتا ہے کہ نہ۔ پس فکر نے اس کو اتنا پریشان کیا کہ وہ چراغ کی طرف مائل ہوا، چراغ کی آگ نے اسے جھلسا دیا جب اس رات کی صبح ہوئی تو لشکر سے ایک آدمی آیا وہ سوال کرتا تھا کہ اس کا مہمان بنے پس وہ اس کے گھر کی طرف چلا رستے میں اس کا ایک آدمی کے پاس سے گزر ہوا جو ایک دکان کے نیچے خزانے کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا وہیں پر اس کا ترازو اور باقی خرید وفروخت کا سامان تھا وہ آدمی اٹھا اور اُس نے شیخ کی سواری کی باگ پکڑی اور شعر کہا: ''میں ایمان لاتا ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماں اور باپ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا جو قادر مطلق ہے اور سب کا خالق ہے ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی گواہی دی پس یہ عزت وکرامت ہے نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی۔ حدیث صحیح ہے اور جو اس کو ضعیف کہتا ہے وہ خود ضعیف ہے اور حقیقت سے عاری ہے۔

پھر اس نے کہا اے شیخ! اس بات کو مضبوطی سے تھام لے، رات کو زیادہ بیداری نہ کر، اپنے آپ کو نہ تھکا یہاں تک کہ تجھے چراغ جلا دے۔ تو اس مکان کی طرف جا جس کا قصد کر کے آ رہا ہے تا کہ اس سے حرام کا لقمہ کھائے وہ شیخ لاجواب ہو گیا۔ پھر اس شیخ نے اس آدمی کو تلاش کیا مگر نہ پایا، بازار میں اس کے ہمسائیوں سے پوچھا مگر ان میں سے کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا۔ پس شیخ اپنے مکان کی طرف لوٹ گیا اور اس فوج کے گھر کی طرف نہ گیا کہ وہ اس استاد کا مقالہ سن چکا تھا۔ الحاصل ایمان والدین شریفین حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا متاخرین علماء کرام کے نزدیک ثابت ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

الملتجی الی اللہ عبدہ المذنب مہر علی شاہ

(فتاویٰ مہریہ ص ۱۶ تا ۲۳ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰ء)

(فتاویٰ مہریہ ص ۱۲ تا ۱۵ بار چہارم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۷ء)

تذکرہ اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے اول حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو نکاح میں لائے جیسا کہ سابق مذکور ہوا۔

اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

اس کے بعد حضرت سودہ بنتِ زمعہ کو اور وہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بڑھاپے کو پہنچیں۔ تو آپ نے چاہا کہ طلاق دیں۔ پس اس نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور کہا کہ مجھے مردوں کے ساتھ کوئی کام نہیں۔ میرا مقصود ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ازواجِ مطہرات میں مبعوث کی جاؤں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اس کے بعد حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کو مکہ مکرمہ میں ہجرت سے دو سال و بقولہ تین سال پہلے ماہِ شوال میں نکاح میں لائے۔ وہ اُس وقت چھ سال کی تھیں۔ ہجرت کے دوسرے سال ماہ شوال مدینہ شریف میں اُن کی رُخصتی ہوئی جبکہ وہ نو سال کی تھیں۔ جب وہ اٹھارہ سال کی ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات پائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مدینہ شریف میں سترہویں ماہ رمضان ۵۶ھ میں وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔ تاریخ وفات میں اس کے سوا بھی منقول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بجز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کسی باکرہ سے نکاح نہیں فرمایا۔ اُن کی کنیت اُم عبد اللہ ہے۔

اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

اس کے بعد حضرت حفصہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نکاح میں لائے۔

ایک روایت میں اس کو طلاق دی پس جبریل علیہ السلام نازل ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رجعت کا حکم فرمایا ہے کیونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بہت روزہ دار اور نماز گداز تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رجعت کا باعث عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر مہربانی تھی۔ واللہ اعلم۔

اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان کو نکاح میں لائے اور وہ اُس وقت حبشہ میں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے نجاشی بادشاہِ حبشہ میں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے نجاشی بادشاہِ حبشہ نے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ نکاح کے متولّی حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ اور ایک قول میں خالد بن سعید بن العاص ہوئے، چونتالیس ہجری میں وفات پائی،

اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا

اور اُم سلمہؓ کو نکاح میں لائے اور باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی وہ وفات میں آخرین ازواج مطہرات ہیں۔ ایک قول میں آخرین ازواج میں میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی پھوپھی زاد زینب بن جحش کو نکاح میں لائے۔ وہ اول زید بن حارثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آزاد کردہ غلام کے نکاح میں تھیں۔ اُس نے طلاق دی تو ازواج مطہرات میں داخل ہو گئیں۔ مدینہ شریف بیس ہجری میں فوت ہوئیں اور وہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وفات میں اوّلین ازواجِ مطہرات ہیں اور سب سے اوّل وہی نعش پر اُٹھائی گئیں نعش سے مُراد چند لکڑیاں جنازہ پر بہ شکلِ گہوارہ مضبوط باندھی جاتی ہیں تا کہ ستر

(پردہ) زیادہ ہو۔

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

جویریہ بنتِ حارث کو نکاح میں لائے اور وہ غزوہٗ بنی مصطلق میں اسیر ہو کر آئیں اور ثابت بن قیس کے حصہ میں پڑیں۔ اس نے مکاتب کیا۔ پس وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئیں تاکہ عوض کتابت کے لئے کوئی چیز سوال کریں وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمیلہ تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کیا میں اس سے بہتر نہ کروں؟ تیری جانب سے مال کتابت ادا کر دُوں اور تجھے اپنے نکاح میں لاؤں۔ وہ اِس امر پر راضی ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عوض کتابت ادا کر کے اس کو نکاح میں لائے سال چھپن ہجری میں وفات پائی۔

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح میں لائے۔ وہ حضرت ہارون علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ غزوۂ خیبر میں اسیر ہوئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کو آزاد فرما کر یہی آزاد مہر مقرر فرمایا ۵۰ھ میں فوت ہوئیں۔

اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو نکاح میں لائے اور وہ خالد بن ولید وعبداللہ بن عباس کی خالہ تھیں۔ موضع سرف میں فوت ہوئیں۔ اسی جگہ نکاح میں آئی تھیں۔ ان کی وفات ۵۶ھ اور بقولے ۶۱ھ میں ہوئی آخری صورت میں وہ وفات میں آخر ازواجِ مطہرات ہوئیں۔

اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

اور یہ جماعتِ اُمہات المومنین سوائے حضرت خدیجۃ الکبریٰ وہ ہیں کہ جن کے سر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انتقال فرمایا اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے باقی رہیں۔ زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ کو ہجرت کے تیسرے سال نکاح میں لائے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس دو یا تین ماہ زندہ رہیں پھر فوت ہوئیں۔

ازواجِ مطہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا یہ قول سب سے صحیح ہے مگر حضرت صفیہ واُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کہ اُن کے مَہر کا ذکر سابق لکھا جاچکا ہے۔

(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق ص ۲۱۰ مطبوعہ سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی ۱۹۶۲ء)

(سیرتِ نبویہ ص ۱۷ تا ۲۰ بار دوم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۹ء)

(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق ص ۱۴۷ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۴ء)

حُبِ اہلِ بیت اور حضور اعلیٰ گولڑوی

حضور اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ آیت مودت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ! کہہ دیجئے (اے محمد) میں تم سے اِس امر پر کوئی اجر نہیں مانگتا لیکن دوستی اہلِ قرابت کی اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اُس کے لئے اُس میں ثواب بڑھائیں گے تحقیق اللہ تعالیٰ بخشنے والا قدردان ہے۔

(سورۃ شوریٰ آیت ۲۳)

آیت کب نازل ہوئی

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب بعض مشرکین نے ایک اجتماع میں کہا تھا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے عمل (تبلیغ قرآن) کے لئے اجر اور عوض چاہتا ہے؟

اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے اپنے اِس کام کے لئے کچھ اجر نہیں چاہتا کہ انبیاء سابقہ علیٰ نبینا علیہم السلام نے بھی نہیں چاہا۔ البتہ یہ چاہتا ہوں کہ قرابت مابین کو جو مجھے تمہارے ہر بطن کے ساتھ ملحوظ رکھ کر مجھ سے پیار رکھو اور ایذا نہ پہنچاؤ کیونکہ شرع اور عادت اور مروّت کا مقتضیٰ یہی ہے اور صلہ رحمی پر تم بھی فخر کرتے ہو۔

جاننا چاہیے کہ اِس آیت کریمہ کے دو محمل ہیں ایک تو یہ جو اوپر مذکور ہوا اس تقدیر پر اِلَّا الْمَوَدَّةَ میں مودۃ سے مراد مودۃ رسول علیہ السلام ہوگی اور کلمہ فی سببیت کے لئے یا لام کے معنی میں ہوگا۔ یعنی آپ کی محبت بوجہ قرابت کے مطلوب ہے۔

دوسرا محمل یہ کہ مودۃ سے مراد رسول علیہ السلام کے اہلِ قرابت کی دوستی ہو۔ اس صورت میں کلمہ فی ظرفیت کے لئے اور ظرف مستقر المودۃ سے حال ہوگا اور آیت منجملہ اُن آیات کے ہوگی جن میں فضائل اہل بیت سیدنا فاطمہ علی، حسن، حُسین علیہم السلام خصوصاً اور اہلِ قرابت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عموماً بشرط کے وہ مومنین سے ہوں بیان کئے گئے ہیں۔

جب پوچھا گیا

تفسیر روح البیان وغیرہ میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا یارسول اللہ! من قرابتك هولاء الذين وجبت علينا مودتهم ۔یعنی آپ کے اہلِ قرابت اور رشتہ داروں میں وہ کون لوگ ہیں جن کی دوستی ہم پر واجب کی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً فرمایا! علی وفاطمہ اوراُن کی اولاد۔

اوراسی روایت کی تائید وہ قول کرتا ہے جوحضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

انه قال شكوت الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حسد الناس لى فقال اما ترضىٰ ان تكون اول من يدخل الجنة انا وانت والحسن والحسين وازواجنا عن ايماننا وشمائلنا وذرياتنا خلف ازواجنا۔

یعنی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں! کہ مَیں نے حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شکایت کی کہ لوگ میرے ساتھ حسد کرتے ہیں۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! کیا تُواس پر خوش نہیں کہ سب سے پہلے میں اورتم اور حسن اور حسین بہشت میں داخل ہوں گے اِس حالت میں کہ ہمارے دائیں بائیں ہماری بیبیاں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیبیوں کے پیچھے ہوگی انتہیٰ۔

یہ آیت مکی ہے

یہاں پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آیت موڈۃ میں الفاظ فی القربیٰ سے مراد آل عباء یعنی علی، فاطمہ، حسن، حسین علیہم السلام نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور مکہ میں حسنین پاک علیہما الرضوان کا تولّد نہیں ہوا تھا اور روایتِ نزول بالمدینہ ضعیف ہے۔

بطریقِ اولیٰ ہوگا

اِس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا نزول اگرچہ مکہ ہی میں ہوا مگر چونکہ قربیٰ اور قرابت باآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معنیٰ آلِ عباء علیہم السلام میں بالغ الوجوہ پایا جاتا ہے اس لئے ان حضرات علیہم السلام کا مُراد ہونا بطریقِ اولیٰ ہوگا بہ نسبت اُن اقارب کے جو مکہ میں بروقت نزولِ آیت موجود تھے۔ چنانچہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی مدح اور اُن سے بُغض کی مذمت کے متعلق کتب حدیث میں متعدد احادیث وارد ہیں جن سے مندرجہ ذیل احادیث کو ایک مشہور محقق و مفسّر صاحب روح البیان نقل فرماتے ہیں!

وعید جس نے اہلِ بیت پر ظلم کیا

(۱) وعنه عليه السلام حرمت الجنة علىٰ من ظلموا اهل بيتي واذاني في عترتي۔

جنت اُس پر حرام کی گئی ہے جس نے میرے اہلِ بیت پر ظلم کیا اور میری عترت کو ایذا دے کر مجھے ایذا پہنچائی۔

مجھ سے ملاقات کرے

(۲) ومن اصطنع ضيعةً الى احدٍ من ولد عبد المطلب ولم يجازه فانا اجازيه عليها غداً اذا القيني يوم القيامة۔

عبدالمطلب کی اولاد میں سے اگر کوئی اپنے محسن کا مکافی اور معاوضہ دینے والا نہ ہوا تو مَیں قیامت میں اُس کا مجازی اور عوض دہندہ ہُوں جب وہ مجھ سے مُلاقات کرے گا۔

(۳) من مات علىٰ حب اٰلِ محمد مات شهيداً

جس کا خاتمہ محبتِ اہلِ بیت پر ہوگا وہ شہید ہوگا۔

وہ بخشا گیا

(۴) الا ومن مات علیٰ حبِ اٰلِ محمد مات مغفوراً له

خبردار! جس کا خاتمہ محبتِ اہلِ بیت پر ہوگا وہ مغفور ہو کر مرے گا۔

(۵) الا ومن مات علیٰ حبِ آلِ محمد مات تائباً

خبردار! جس کا خاتمہ محبت اہلِ بیت پر ہوگا وہ مقبول التوبہ ہو کر مرے گا۔

(۶) الا ومن مات علیٰ حبِ اٰل محمد مات مومناً مستکمل الایمان۔

خبردار! جس کا خاتمہ محبتِ اہلِ بیت پر ہوگا اُس کی موت بحالتِ کامل ایمان ہوگی

(۷) الا ومن مات علیٰ حبِ آلِ محمد بشرہ ملك الموت بالجنة ثم منکر ونکیر۔

خبردار! جس کی موت حُبِ اہلِ بیت پر ہوگی اُسے ملک الموت اور منکر نکیر جنت کی بشارت دیں گے۔

(۸) الا ومن مات علیٰ حب ال محمد یزف الی الجنة کما تزف العروس الی بیت زوجھا۔

خبردار! جس کی موت حُبِ آلِ محمد پر ہوگی وہ جنت کی طرف ایسے دوڑے گا جیسے دولہا اپنی دُلہن کے گھر کی طرف۔

جنت کے دروازے

(۹) الا ومن مات علیٰ حب آلِ محمد فتح له فی قبرہ بابان الی الجنة۔

خبردار جس کی موت آلِ محمد کی محبت پر ہوگی اُس کے لئے اُس کی قبر میں دو دروازے بہشت کی جانب کھولے جائیں گے۔

(۱۰) الا ومن مات علیٰ حب اٰل محمد جعل الله قبره مزار الملائكة الرحمة۔

خبردار! جس کی موت حب آلِ محمد پر ہوگی اللہ تعالیٰ اُس کی قبر کو ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بنائے گا۔

وہ اہلسنت ہوگا

(۱۱) الا ومن مات علیٰ حب اٰلِ محمد مات على السنة والجماعة۔

خبردار! جس کی موت حبِ آلِ محمد پر ہوگی وہ طریقۂ سُنت والجماعت پر مرے گا۔

(۱۲) الا ومن مات علیٰ بغض آلِ محمد جاء يوم القيامة مكتوب بين عينيه ائيس من رحمة الله۔

خبردار! جس کی موت آلِ محمد سے بغض کی حالت میں ہوئی وہ قیامت کے دن اِسی طرح آئے گا کہ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ نا اُمید ہے رحمتِ خدا سے۔

بغض آلِ محمد کُفر ہے

(۱۳) الا ومن مات علیٰ بغض اٰلِ محمد مات كافرا

خبردار! جو آلِ محمد سے بغض رکھتے ہوئے مرا وہ بحالتِ کفر مرا۔

(۱۴) الا ومن مات علیٰ بغض اٰل محمد لم يشم رائحة الجنة

خبردار! جو شخص آلِ محمد سے بغض رکھتے ہوئے مرا وہ جنت کی ہوا نہ سونگھے گا۔

صاحبِ روح البیان کا فرمان

ان احادیث کو بیان کرنے کے بعد صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں!

وال محمد هم الذين يول امرهم اليه عليه السلام فكل من كان مآل امرهم اليه اكمل واشد كانوا هم الآل ولا شك ان فاطمة وعليا والحسن والحسين كان التعلق بينهم وبين الرسول اشد التعلقات بالنقل المتواتر فوجب ان يكونوا هم الآل۔ انتھیٰ۔

یعنی جن کے رشتے اور تعلق کا رجوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب کامل ومکمل اور اعلیٰ درجہ پر ہو وہی لوگ آلِ رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کہلانے کے مستحق ہیں اور اس میں شک نہیں کہ حضرات علی وفاطمہ وحسنین علیہم السلام سے نہایت گہرا تعلق ہے۔

پیش گوئی ہوتی ہے

اقول اور یہ ضروری نہیں کہ بروقت نزولِ آیت محکم علیہ کے کل افراد موجود ہوں اور نہ یہ کہ اُس وقت کے موجودہ افراد ہی پر وہ حکم محصور ہو مثلاً بنی اسرائیل کے متعلق بعہدِ موسوی تورات میں پیش گوئی مندرج تھی کہ تم دو دفعہ اِرتکابِ جُرم ومعاصی کرو گے اور سزا پاؤ گے۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝۶ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۴۔۸)

اِس آیت میں یہودِ مدینہ، بنو قریظہ اور بنو نضیر سے خطاب جو نزولِ تورات کے کئی صدیوں کے بعد مدینہ منورہ میں موجود ہوئے اور اُن کے لئے حکم باری تعالیٰ ہوا کہ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا یعنی اگر تم فساد کی طرف عود اور رجوع کرو گے تو ہم بھی سزا اور عذاب دیں گے اور چونکہ اُنہوں نے فساد کی طرف عود کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کو نہ مانا لہٰذا من جانب اللہ سزا دیئے گئے بنو قریظہ قتل کیے گئے اور بنو نضیر پر جزیہ عائد کیا گیا اور وہ وطن سے نکالے گئے۔

اسی طرح الفاظ اہل قربیٰ میں حسنین پاک علیہم السلام داخل ہیں گو وہ اُس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے اور آلِ کساء کے بارے میں بلحاظ قرابتِ کاملہ، جو احادیثِ مسطورہ بالا و نقلِ متواتر سے ثابت ہے یہ کہنا کہ آیتِ مودۃ اُنہی کی شان میں نازل ہوئی صحیح ٹھہرا اور آثار ذیل بالکلیہ درست۔

قریبی کون ہیں؟

(ا) صواعقِ محرقہ میں لکھا ہے! (اس کا بیان پہلے بھی اوپر آچکا ہے)

اخرج احمد والطبرانی وابن ابی حاتم والحاکم عن ابن عباس ان ھذہ الآیۃ لما نزلت قالوا یارسول اللہ من قرابتك ھولآء الذین وجبت علینا مودتھم قال علی وفاطمۃ وابناھما۔

یعنی اِس آیت کے نزول کے وقت لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے وہ قریبی لوگ کون ہیں جن کی مودت اور دوستی ہم پر واجب ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا! علی اور فاطمہ اور اُن کی اولاد۔

(ب) وروی ابو الشیخ وغیرہ عن علی کرم اللہ وجہ فینا آل حم آیۃ لا یحفظ مودتنا الا کل مومن ثم قراء۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔

(سورۃ شوریٰ آیت ۲۳)

یعنی علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہمارے یعنی اہلِ بیت کے حق میں ایک آیت نازل

ہوئی ہے کہ نہیں محفوظ رکھتا ہماری دوستی کا حق مگر مومن اور اُس کے بعد یہ آیت پڑھی:

قُل لَّآ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی

امام حسن کا خطبہ

(ج) سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خطبہ میں فرمایا کہ

من عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسن بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پھر ایک دو جملہ کے بعد فرمایا۔

وانا من اھل البیت الذین افترض اللہ عزوجل مودتھم وموالاتھم فقال فیما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قُل لَّآ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی

پھر فرمایا!

واقتراف الحسنات مودتنا اھل البیت۔

یعنی میں حسن فرزند رسول ہوں اور اُن اہلِ بیت سے ہوں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے آیتِ مذکور میں فرض فرمائی ہے اور اسی آیت میں اِقترافِ حسنہ سے مراد ہماری محبت ہے۔

(تصفیہ مابین سُنی شیعہ ص ۵۹ - ۶۲ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۵)

---------شاہِ گولڑہ نے بطریقِ نُورِ مبین واضح فرما دیا کہ آیت مودّۃ کے مصداق اہلِ بیت نبوت ہیں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ آیت مودۃ کی تفسیر جلالین میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ مکی حضور علیہ السلام اور مدینہ طیبہ میں اس آیت کے مصداق سیدہ زہرا مولا علی اور حسنین کریمین علیہم السلام ہیں:۔

آیت تطہیر کے متعلق ارشاد

حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے آیت تطہیر کے مصداق اور خلافت خلفاء اربعہ

کے متعلق استفسار کیا گیا آپ ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کشفی بیان سے بھی مطابق روایات کثیرہ میں یہی پایا جاتا ہے کہ آیت مبارکہ تطہیر (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا سورۃ الاحزاب آیت 33) کا نزول آلِ کساء یعنی سیدۃ النساء و حسن و حسین و علی علیہم السلام کی شان میں ہے چنانچہ باب ۲۹ فتوحات میں لکھتے ہیں!

فدخل الشرفاء اولاد فاطمه کلهم رضی الله عنهم ومن هو من اهل البیت مثل سلمان الفارسی رضی الله عنه الی یوم القیامة فی حکم هذه الایته من الغفر ان فهم المطهرون اختصاصًا من الله وعنایةً بهم بشرف محمد صلی الله علیه وآله وسلم وعنایته الله به ولا یظهر حکم هذا الشرف لاهل البیت الا الدار الآخرة فانهم یحشرون مغفورا لهم واما فی الدنیا فمن اتی منهم حدا قیم علیه کالتائب اذبلغ الحاکم امره وقد زنی او سرق او شرب اقیم علیه الحدمع تحقق المغفرة کما عزوا مثاله ولا یجوز ذمّه وینبغی لکل مسلم یومن بالله وبما انزله ان یصدق الله تعالیٰ فی قوله لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

(مکتوبات طیبات ص ۲۶۷۔۲۷۱)

(تصفیه ما بین سنی شیعه ص ۵۷)

آل رسول کی غلامی

غلامئ اہلِ بیت کا درس دیتے ہوئے حضور اعلیٰ گولڑوی لکھتے ہیں کہ!

اور پس (مسلمان) کو اہلِ بیت کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جو بھی ان سے صادر ہو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے گا اور کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ ان کی تحقیر و مذمت

کرے جن کی پاکیزگی اور تحفظ کی خود اللہ تعالیٰ نے شہادت دی اور ان سے رجس کا دور ہونا کسی عمل کا صلہ نہیں بلکہ یہ محض عنایت ربانی ہے ذالك فضل الله الخ

فیعتقد فی جمیع ما یصدر من اهل البیت ان الله تعالیٰ قد عفا عنهم فیه فلا ینبغی لمسلم ان یلحق المذمته بهم ولا یشنا اعراض من قد شهد الله بتطهیرا وذهاب الرجس عنه لا بعمل عملوه ولا بخیر قدموه بل بسابق عنایته من الله بهم ذالك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم۔

(تصفیہ مابین سنی وشیعہ ص ۵۸) (مکتوبات طیبات ص ۲۶۸)

سادات مغفور ہیں

مکتوبات کے اندر حضور اعلیٰ مکمل بحث کا خلاصہ یوں تحریر فرماتے ہیں!

یعنی سادات فاطمیہ جو قیامت تک ہونے والے ہیں حکم میں اس کے داخل ہیں۔ خواہ کیسے ہی گنہگار ہوں حشر ان کا اس حالت میں ہوگا کہ مغفور ہوں گے۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی عنایت ہے کسی عمل کا نتیجہ نہیں۔ اللهم صلی وسلم وبارك دائما علیٰ سیدنا محمد واٰله واصحابه

پھر اسی باب میں لکھتے ہیں!

فلو کشف الله لك یا ولی عن منازلهم فی الاٰخرة لوددت ان یکون مولی من موالیهم۔

یعنی اے دوست اگر اللہ تعالیٰ تمہارا حجاب دور فرما کر تجھے اہلِ بیت کی شان اور رُتبہ جو ان کو عند اللہ آخرت میں حاصل ہوگا۔ معائنہ کرائے ضرور تو تہہ دل سے ان کی غلامی کو چاہے۔

(مکتوبات طیبات ص ۲۶۸ قدیم)

سادات سے گذارش

اے اہلِ بیت خبردار! حضور اعلیٰ مجدد اعظم گولڑوی کلام مزید وضاحت کرتے ہوئے اس

بات کی وضاحت فرماتے ہیں کہ اہلِ بیت حدودِ شرعیہ کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ تطہیر واذہاب الرجس کی صورت انزال احکام وہدایات شرعیہ نہیں بلکہ بمعنی عفوو مغفرت ہے اس بیان سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ آیت تطہیر کا مطلب اباحت وآزادی ہے برخلاف تقیید باوامر ونواہی بلکہ فضل وعنایت ایزدی کی بشارت ہے جو بحسب (افلا اکون عبداً شکورا) پابندی احکام کے منافی نہیں۔ الحاصل آیت تطہیر کا مورد خواہ اُمہات المومنین ہوں فقط یا مع آل کساء یا صرف آل کساء علیہم السلام ایسا ہی تطہیر ورنگ انزال احکام شرعیہ ہو یا در صورت عفوو مغفرت بہر کیف خطا کا صدور مطہرین سے ممکن ہے۔

(مکتوبات طیبات ص ۲۶۹ قدیم)

اہلِ بیت کے وسیلے سے

اور اس نعمت عظمیٰ یعنی قرآن کریم کا نزول چنانچہ اس پاک خاندان کے طفیل ہوا ہے ایسا ہی قرآن کا فہم اور سمجھ بھی انہیں کی وساطت سے ہے سیدۃ النساء علیہا وعلیٰ ابیہا الصلوٰۃ والسلام کی تحریک اور سلسلہ جنبانی نے یہ سمجھا دیا کہ آیت يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ (سورۃ النساء آیت ۱۱) میں خطاب اُمت مرحومہ کی طرف ہے اور علاوہ خلفاء ثلاثہ کے بھی اہلِ بیت پاک علیہم السلام نے باغِ فدک کے غیر مورث ہونے کو اپنی طرز سے ثابت کر دکھایا۔ اللهم صلی علیٰ محمد وآلہٖ واصحابه عدد ما فی علمك۔ اور سارے عالم پر واضح ہو گیا۔

(مکتوبات طیبات ص ۲۶۹ قدیم)

باغِ فدک کے نزاع کے بارے میں حکمتِ ربانی

میری ناقص رائے میں جناب سیدۃ النساء کی درخواست اور دعویٰ فدک اُمت مرحومہ کے لئے موجبِ رحمت ٹھہرا۔ یعنی اس تحریک سے سب نے سمجھ لیا ہے کہ قرآن کریم کی آیت يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ (سورۃ النساء آیت ۱۱) ۔ کا مطلب یہ ہے۔ نزولِ قرآن بھی اسی گھر کے طفیل ہوا پھر اسی گھر کی بدولت سمجھ بھی عطا ہوئی۔ یہ

خیال کرنا کہ جناب سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اس فیصلہ سے ایسے ناراض ہوئیں کہ وفات تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے قطع کلام کر دیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرما دی کہ مجھے رات کو دفن کرنا اور کسی کو مجھ پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہ دی جائے۔

وجہ فراقِ نبوی تھا

حالانکہ آپ کی ناراضگی کا بموجب احادیث صحیحہ

یا فاطمة ان الله یغضب بغضبك ویرضیٰ لرضاك وایضا قال علیه السلام فاطمة بضعة منی من اذاها فقد اذانی ومن اذانی فقد آذی الله۔

خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے ٹھیک نہیں آپ کا قطع کلام ہر کسی سے باعث فرط غم تھا بوجہ فراقِ نبوی آپ کو سخت تکلیف تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد چھ مہینہ کا پورا کرنا سخت مشکل ہو گیا تھا۔ فیصلہ شرعی سے ناراضگی اور پھر ایسی کہ نماز جنازہ تک پڑھنے کی اجازت نہ دی جائے شایانِ شان اہلِ بیت پاک علیہم الرضوان نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

(سورۃ النساء آیت ۶۵)

اگر واقعی ایسا تھا؟

یعنی خدا اور رسول کے فیصلہ سے جو ناراض ہو وہ مومن نہیں اگر یہ فیصلہ مطابق حکم خدا اور رسول نہ تھا تو حضرات ذیل علی و اُمہات المومنین و حسن و حسین کیوں ناراض نہ ہوئے اور کیوں بعہد مرتضوی اسی پر عمل رہا۔ رات کو دفن کرنے کا ارشاد غالباً بلحاظ اہتمام ستر ہوا ہوگا۔ پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اتہام ظلم و غضب وغیرہ سب کا دفیعہ قرآن کریم نے فرما دیا اسی آیت استخلاف میں جملہ یعبدوننی ولا یشر کون بی شیئا ، خلفائے اربعہ علیہم الرضوان کو سب بہتانات سے بری و پاک کر دیتا

ہے ایسا ہی آیت تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا اور نیز آیت مباہلہ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ﴿٦١﴾

(سورۃ آل عمران آیت ٦١)

آلِ کساء علیہم السلام کو نامناسب الزامات سے پاک اور صاف بتاتی ہے۔

کیا پنجتن پاک کہنے والے سُنی ہیں

اس مقام پر آیت مباہلہ کو بھی کسی قدر بیان کر دینا ضروری اور موجب تقویت ایمان معلوم ہوتا ہے جو لوگ لفظ پنجتن پاک کہنے والے کو دائرہ اہلسنت سے خارج سمجھتے ہیں ان کو بھی ہدایت ہو جائے۔

(مکتوبات طیبات مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور قدیمی ص ۲۶۷ تا ۲۷۱)

---------آجکل جعلی مولوی کی کھیپ جو اہل بیت اطہار کی دشمنی میں تجاوز کئے ہوئے ہے کسی نہ کسی بات پر اپنے اندر کی کدورت ظاہر کرنے میں برسرِ عمل ہے کبھی یہ آئمہ اہل بیت کو تشیع کے کھاتے میں ڈالتے ہیں اور کبھی پنجتن پاک کہنے والے پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ قرآن و حدیث میں اِن پانچ نفوسِ قُدسیہ کی بالخصوص عظمت وارد ہے جبکہ اہل اللہ جو متقدمین ہیں ان پانچ ہستیوں کی عظمت میں رطب اللسان رہے۔

لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمه
المصطفٰے والمرتضیٰ وابناءهما والفاطمه

ایک خارجی مُلّا نے جب پنجتن پاک کی اصطلاح کے خلاف اپنی دال گلتی نہیں دیکھی تو اُس نے نیا شوشہ چھوڑ دیا کہ تین جماعتیں ہیں جو پنجتن پاک میں ایک آسمانی پنجتن پاک، ایک قرآنی پنجتن پاک اور ایک حدیثی پنجتن پاک۔ آسمانی حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل ، حضرت عزرائیل اور حضرت سیدنا احمد حضور کا آسمانی نام ہے ملا کر پنجتن پاک بنائے۔

قرآنی میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ چار خلفائے راشدین اور حدیثی میں اُس نے رسول اللہ، مولا علی، سیدہ زہرااور حسنین کریمین کے نام لکھے۔ خارجی مولوی صاحب نے نہ تو ملائکہ کی محبت کی وجہ سے ایسا کیا نہ صحابہ کی محبت میں گم ہو کر قرآنی پنجتن پاک تخلیق کئے بلکہ صرف اور صرف اہلِ بیت اطہار کی عداوت اور دشمنی میں اس نے تین پنجتن پاک ترتیب دیئے جبکہ اس ملّاجی کی آسمانی پنجتن پاک والی اصطلاح بھی درست نہیں ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کا نام نامی آسمانوں پر احمد ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود آسمانوں پر تشریف فرما نہیں ہیں اور حضور نے فرمایا میرے دووزیر آسمانوں پر ہیں۔

یہ حضور علیہ السلام کی حاکمیت کا ثبوت ہے کہ آپ زمین پر تشریف فرما ہو کر بھی کون و مکاں کے حاکم ہیں۔ قرآنی پنجتن کی اصطلاح بھی نادرست ہے کیونکہ قرآن پاک میں کسی بھی آیت مبارکہ سے ان پنجتن پاک کا ذکر نہیں ملتا اور آیت تطہیر اور اُس کی تفسیر میں حدیث کساء سے بھی انہی پنجتن پاک کا ذکرِ جمیل ملتا ہے جو حقیقی پنجتن پاک ہیں۔

خارجی مولوی صاحب چونکہ اہل بیت کی دُشمنی میں اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ پنجتن پاک کی شان میں آنے والی آیات بھی نظر نہیں آتیں اور یہ انہیں قرآنی پنجتن پاک معلوم نہیں ہوتے۔ لیکن علماء حقہ اہلسنّت و جماعت قرونِ اُولیٰ سے عظمت پنجتن پاک کے قائل ہیں اور جب بھی پنجتن پاک کہیں تو ہر شخص وہ خواہ عالم ہو یا نہ ہو پنجتن پاک کن نفوس قدسیہ کو کہا جا رہا ہے حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

ہیں کائناتِ حُسن کے انوار پنجتن
خالق کا بے مثال ہیں شہکار پنجتن
صائم میں ایک کسطرح بخشا نہ جاؤں گا
ہوں گے جو میرے حشر میں غمخوار پنجتن

کہ حبِ پنجتن پاک ہی ایمان کی علامت میں سے ایک علامت ہے جبکہ حضور اعلیٰ، قبلہء عارفاں، راحتِ قلب وجاں، آل، حبیبِ یزداں، سیدِ سیداں، رہبر سالکاں بدرِ چشتیاں حضرت پیر مہرعلی شاہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ آیت مباہلہ پنجتن پاک کہنے کے مخالفین کے لئے ایک روشن دلیل ہے۔

جس کو جو مقام مِلا انہی نفوسِ قُدسیہ سے مِلا ہے کوئی معترض لاکھ اعتراض کرے مگر ہم تو یہ آستانِ نُور ہرگز نہیں چھوڑ سکتے ۔ ہمارے اسی جذبے کی ترجمانی کرتے ہوئے استاذی المکرم حضرت علامہ سید امتیاز حسین شاہ کاظمی خطیب دربار عالیہ بری امام سرکار اسلام آباد نے کیا خوب کہا ہے:

دیدہ و دل ہوگئے ہیں محوِ شانِ پنجتن
مِل گیا مجھ کو کرم سے آستانِ پنجتن
خُلد اُن کے واسطے جو ہیں محبانِ حُسین
اور جہنّم میں جلیں گے دُشمنانِ پنجتن

آیۂ مباہلہ کی تفسیر

۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کو تحریری دعوتِ اسلام دی اُن کے چودہ منتخب آدمی بہ قیادت عبدالمسیح عُرف عاقب مدینہ پاک پہنچے اور بڑے مکلّف اور ریشمی لباس پہن کر مسجدِ نبوی میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا مگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے توجّہ نہ فرمائی۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ لوگ اپنے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُنہیں روکنا چاہا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُنہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

اُس سے فارغ ہو کر وہ دوبارہ حضور کی بارگاہ میں آئے مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کی طرف متوجہ نہ ہوئے وہ لوگ مسجد سے باہر چلے گئے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مشورہ کیا کہ کیا کِیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں تحریر نامہ بھیج کر بُلوایا تھا مگر ہم آئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے بات بھی نہیں کی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں آپ لوگوں کی تکبرانہ اور جاہ و جلال والی روش سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طبیعت مبارک مکدّر ہو گئی۔ اگر آپ سادہ کپڑے پہن کر جائیں تو اُمید ہے ضرور توجہ فرمائیں گے۔

عیسائیوں کی معذرت

چنانچہ ایسا ہی ہوا جب یہ لوگ سادہ کپڑے پہن کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا! قسم ہے خُدا کی جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا کہ کل جس وقت یہ لوگ آئے تھے ان کے دل غرور سے بھرے ہوئے تھے اس کے بعد گفتگو شروع ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُنہیں دعوتِ اسلام فرمائی مگر اُنہوں نے معذرت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ کون تھا اُن کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح

معاذ اللہ خدائے تعالیٰ کے بیٹے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتظارِ وحی کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۵۹﴾ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ۟ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۶۱﴾

(سورۃ آل عمران آیت ۵۹ تا ۶۱)

آؤ مباہلہ کریں

آیت کا مطلب:۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کا حال مثلِ آدم علیہ السلام کے ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے مٹی سے بنایا اور کہا ہوا اور وہ ہوگیا، حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ اگر کوئی اِس علم اور دانست کے بعد تم سے اِس بات پر جھگڑے تو اس کو کہہ دو کہ فریقین مع اپنے بیٹوں اور عورتوں کے مل کر جھوٹوں پر عجز اور انکسار سے لعنت کریں۔ (یعنی مباہلہ کریں)

یہ کلامِ الٰہی سُن کر بھی وہ لوگ اپنے عقیدے سے نہ پھرے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اب بھی نہیں مانتے ہو تو آؤ ہم مباہلہ کرلیں۔ اور مشورہ کے لئے اُنہیں وقت دیا اپنی فرودگاہ میں پہنچ کر اُن کے قائد نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر گو آپ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نبی برحق ہونے کا زبان سے اقرار نہیں کرتے مگر آپ سب لوگ دل میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبیٔ برحق مانتے ہیں اور اُن کا بیان در بارہ مسیح علیہ السلام بھی مدلل اور معقول ہے لہٰذا مباہلہ کرنا میرے نزدیک ٹھیک نہ ہوگا کیونکہ سچے نبی سے مباہلہ کرنے والی قوم یقیناً ہلاک ہوجاتی ہے بہتر ہے صلح کرلیں۔

رائے پسند آئی

سب نے یہ رائے پسند کی اور دوسرے روز جب حضورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حسین علیہ السلام کو گود میں اُٹھائے اور حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں جناب سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے پیچھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اُن کے پیچھے تشریف لا رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے فرماتے ہیں کہ اگر نصاریٰ مباہلہ کو آئیں گے تو میں دُعا مانگوں گا اور تم سب مل کر آمین کہنا۔

نصاریٰ کانپ گئے

جب نصاریٰ نے یہ نقشہ دیکھا تو کانپ گئے اور عاقب نے اُن سے کہا اے گروہِ نصاریٰ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر یہ پانچ منہ خدائے تعالیٰ سے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے اُکھاڑنے کا سوال کریں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور اُسے پورا کرے گا پس مباہلہ مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

حسبِ رائے نصاریٰ نے عرض کیا کہ ہم مباہلہ نہیں کرتے اور اس بات پر صلح کرتے ہیں کہ آپ ہمارا تعرّض نہ فرمائیں اور ہم دو ہزار حلّہ (پوشاک) سالانہ حضور میں بطور جزیہ پہنچایا کریں گے۔ آخر الامر اسی پر صلح ٹھہری اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

والذی نفس محمد بیدہ ان العذاب قد تدلیٰ علیٰ اھل نجران ولو تلاعنوا لمسخوا قردۃ وخنازیر ولا ضطرم علیھم الوادی نارا ولاستاصل اللہ نجران واھلہ حتیٰ الطیر علی الشجرۃ ولما حال الحول علی النصاریٰ کلھم حتیٰ ھلکوا۔

ترجمہ! مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بالتحقیق عذاب قریب آ گیا تھا اھل نجران پر۔ اور اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور خنزیروں کی شکلوں پر ہو جاتے اور وادی اُن پر آگ ہو کر بھڑکتی اور البتہ اللہ تعالیٰ نجران کو مع اُن کے اہل کے بیخ سے اُکھاڑ دیتا یہاں تک کہ درختوں پر پرندوں کو بھی اور کامل سال گزرنے نہ پاتا کہ وہ ہلاک ہو جاتے۔

اِس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آلِ عباء یعنی علی و حسن و حسین اور سیدۃ النساء علیہم السلام کا ایک جُداگانہ قرب بحضور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ پنجتن پاک کا بہ کیفیت مذکورہ جلوہ گر ہونا بے نظیر اور عجیب نظارہ ہوگا اور دیکھنے والے محوِ حیرت ہوں گے اُن کی زبانِ حال مترنّم بدیں مقال ہوگی۔

مُبتلائے حیرتم جاں گویمیت یا جانِ جاں
اِصطلاحِ شوق بسیار است و من دیوانہ ام
اس صُورت نُوں میں جان آکھاں
جانان کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

الٰہی! بحرمتِ آں وقتیکہ پنجتن پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام برائے مباہلہ فرما شدند ایں سیاہ جریدہ تر دامنے رامع اقارب و دوستان و سائر برادران اسلام و اِخوانِ طریقت وہمگی اُمّتِ مرحومہ بہ بخشا کہ بغیر از فضل و کرم تو در دست نداریم۔

خَلَقْتَنَا مَجَّانًا وَرَزَقْتَنَا مَجَّانًا فَاغْفِرْ لَنَا مَجَّانًا فَاِنَّكَ قَدِيْمُ الْاِحْسَانِ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وَلَطِيْفٌ قَبْلَ كُلِّ لَطِيْفٍ وَلَطِيْفٌ بَعْدَ كُلِّ لَطِيْفٍ فَالْطُفْ بِنَا كَمَا لَطُفْتَ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَحْشَاءِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ بِحُرْمَتِ حَبِيْبِكَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

حسنین فرزندانِ رسول ہیں

آیتِ مباہلہ میں کلمہ اَبْنَاءَنَا میں حسنین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرزندانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلانے کا شرف ثابت ہے۔

اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رات کو کسی کام کے لئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اس

حالت میں کہ کسی نامعلوم شے کو ڈھانپے ہوئے تھے (یعنی مجھے پتہ نہ چل سکا کہ کیا چیز ہے) جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس چیز کو ڈھانپا ہوا ہے؟

اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پردہ اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حسن اور حُسین آپ کے دونوں پہلوؤں میں ہیں، پس آپ نے فرمایا! ھذانِ ابناءی وابنا بنتی۔ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی (فاطمہ) کے فرزند ہیں (ذکرہ ترمذی)

اِس آیت شریفہ میں لفظ ''نِسَآءَنَا'' اگرچہ بصیغۂ جمع ارشاد ہوا ہے مگر طرزِ عمل نبوی سے واضح ہوگیا کہ مراد سیدۃُ النساء جگر پارۂ رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اس موقعہ سے قبل آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باقی تینوں دُختریں وفات پا چکی تھیں۔

ایسا ہی کلمہ ''اَنْفُسَنَا'' سے کمال اِتحاد اور قربت مابین نفسِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور نفسِ مرتضوی پائی جاتی ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضور اعلیٰ مجدد گولڑوی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مولا مرتضیٰ کی قربت کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

حُبِ نبی ہے مہر علی ، مہرِ علی ہے حُبِ نبی
لحمک لحمی جسمک جسمی فرق نہیں مابین پیا

ظاہرہ قرابت تو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ علاوہ اس کے معنوی یا باطنی قرابت بھی جسے کمالِ اتحاد سے تعبیر کرنا چاہیے، اس کلمہ اَنْفُسَنَا کا مفہوم ہے یہی تعبیر ایک اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔

علی میرے بیٹوں کا باپ ہے

اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

اما انت یا علی فختنی وابو ولدی انت منی وانا منك

اے علی! تو میرا داماد اور میرے دونو فرزندوں کا باپ ہے تُو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

حضرت شیخ اکبر کا فتوحاتِ مکیہ میں کشفی بیان ہے کہ حقیقتِ کُلّیہ تجلی نُوری کے وُرُود کے بعد
ھباء ہوگئی اور اس میں سب سے پہلا تعیّن حقیقتِ محمدیہ کے لئے تھا پھر فرماتے ہیں کہ اُس کے بعد

وکان اقرب الیہ علی ابن ابی طالب امام الاولیاء وسر الانبیاء اجمعین۔

یعنی اُس حقیقتِ محمدیہ اور تعیّنِ اول سے نزدیک تر علی ابن ابی طالب تھے جو اولیاء کے
امام اور انبیاء کے سرّ یعنی راز ہیں۔

پھر اسی نرالے اور ممتازانہ ارتباط معبّر عنہ بلفظ اَنْفُسَنَا کا کرشمہ وہ منزلت اور مرتبہ ہے
جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحضر کُل صحابہ مہاجرین وانصار علیہم الرضوان خمِ غدیر کے
موقعہ پر ظاہر فرمایا۔ اور سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دوستی اور محبت ہر مومن پر اُسی طرح واجب
کی گئی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے محبت۔

اس طرح ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی

(ترجمہ! اے علی تیری منزلت میرے ساتھ ایسے ہے جیسے ہارون کی موسیٰ کے ساتھ
سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔) بھی اِس قُرب پر دال ہے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین تھا اِس کے ماسوا کئی اور ارشادات اِس تعلق کی طرف
اشارہ کرتے ہیں مثلاً:

اما بعد فانی امرت بسد هذه الا بواب غیر باب علی وقال
فیه قائلکم والله ما سددته ولا فتحته ولکنی امرت
فاتبعته

یعنی میں اِس بات پر مامور ہوں کہ علی کے دروازہ کے بغیر اور سب دروازے بند
کردوں۔ خدا کی قسم میں کسی دروازہ کو بند نہیں کرتا اور نہ کسی کو کھولتا ہوں مگر اُس حکم کی تعمیل میں جو
مجھے ملتا ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

جنگ خیبر میں جب کہ جناب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر قلعہ فتح نہ ہوا اُس وقت آں

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پاک:

لاعطین هذه الراية رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله

کہ البتہ میں کل ایسے مرد کو جھنڈا دُوں گا جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اُس کا رسول اُس سے محبت رکھتے ہیں۔ کس لئے تھا؟ حضرت علی کے لئے لینتھین بنو ربیعه اولا بعثن عليهم رجلا كنفسی۔ یعنی بنو ربیعہ باز آجائیں ورنہ میں اُن پر ایک ایسا مرد بھیجوں گا جو میرے نفسِ جان کی طرح ہوگا۔ وہ مرد جسے اِس فرمان میں کنفسی کا اعزاز بخشا گیا ہے وہ جنابِ علی ہی تھے۔

علی علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فرمانِ ہائے پاک: علی منی وانا منه علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔

اور اما انت یا علی انت صفیی وامینی بھی حضرت علی کے لئے ہی تھا۔

ایسا ہی جب سورة براة کے نزول کے بعد اُس کی تبلیغ کے لئے کسی کو اہلِ مکہ کی طرف بھیجنا پڑا تو آپ نے فرمایا!

لا ینبغی ان تبلیغ هذا الرجل من اهلی۔

یعنی سورة براة مکہ والوں کو وہ شخص جا کر سُنائے جو میرے اہل سے ہو کیونکہ یہ اُس وقت کے رواج کے مطابق تھا تو آپ نے اُس وقت اپنے سارے اہل میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اِنتخاب فرمایا۔

ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ!

مَنۡ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدۡ سَبَّنِيۡ

یعنی جس نے علی کو بُرا کہا اُس نے مجھے بُرا کہا۔

علی کی زبان پر حق

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کی

طرف بھیجنا چاہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نوُعمر (ناتجربہ کار) ہوں اور جن کی طرف مجھے بھیجا جا رہا ہے وہ عُمر میں مجھ سے بڑے ہیں یعنی زیادہ تجربہ کار ہیں۔ ایسے حالات میں مَیں واقعات کے فیصلے کیسے کروں گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

ان اللہ سیھدی قلبك ویثبت لسانك

یعنی اللہ تیرے قلب کو ہدایت بخشے گا اور تیری زبان کو حق پر ثابت رکھے گا۔

مولیٰ علی کا فیصلہ

جناب علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قسم ہے اُس ذات کی جو دانہ پھوڑ کر اُس میں سے درخت اُگاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس فرمان کے بعد مَیں نے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی کسی طرح کا شک یا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی بلکہ کیسا ہی باریک اور مشکل مقدّمہ کیوں نہ ہو جب میرے پاس پیش ہوا میں نے بے دھڑک اور بغیر تردّد کے فیصلہ کر دیا۔

(انتہی مافی الخصائص وصواعق محرقہ)

حدیث شریف انا مدینۃ العلم و علی بابھا بھی حضرت علی علیہ السلام ہی کے مرتبہ کو بیان کرتی ہے۔ اس کی تفسیر اور اس پر اعتراضات کے جواب ایک علیحدہ فصل میں تحریر کئے جائیں گے۔

مسلمِ اول علی

یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے بعد نابالغوں میں سب سے اوّل سیدنا علی ہی مشرف باسلام ہوئے زید بن ارقم سے روایت ہے کہ

اول من اسلم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی ابن ابی طالب

جو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائے وہ علی ابن ابی طالب تھے۔

مولا علی کی نماز

عفیف سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت یعنی قبل از قبول اسلام مکہ میں اِس غرض سے گیا کہ اپنے گھر والوں کے لئے اشیائے صَرف خریدوں میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے پاس آیا وہ تجارت کا کام کرتا تھا۔ مَیں اُس کے پاس بیٹھا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مرد جوان آیا اُس نے آسمان کی طرف دیکھا اور رُو بہ کعبہ کھڑا ہوا پھر تھوڑی دیر بعد ایک لڑکا آ کر اُس جوان کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت آ کر اُن دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ پھر جوان نے رکوع کیا، لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا۔ پھر جوان سیدھا ہو گیا لڑکا اور عورت بھی سیدھے ہو گئے پھر جوان نے سجدہ کیا لڑکے اور عورت نے بھی سجدہ کیا۔

میں نے عباس سے کہا! یا عباس امر عظیم۔

عباس رضی اللہ عنہ نے بھی کہا! امر عظیم یعنی بڑی اور نرالی بات ہے۔

اے عفیف! تو جانتا ہے یہ جوان کون ہے؟

میں نے جواب دیا! نہیں میں نہیں جانتا۔

عباس رضی اللہ عنہ نے کہا! یہ جوان محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا بھتیجا ہے یہ لڑکا علی ابن ابی طالب بھی میرا بھتیجا ہے اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اس جوان کی بیوی ہے میرے اِس جوان بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے کہ

ربہ رب السماوات والارض امرہ بھذا الدین الذی ھو علیہ

کہ رب میرا وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے اور اُسی نے مجھے اِس دین پر مامور کیا ہے۔

عباس کا بیان ہے کہ اُس وقت ساری زمین پر بغیر ان تینوں کے اور کوئی اس دین پر نہیں تھا۔

(خصائص وصواعقِ محرقہ وغیرہما)

نجران کے عیسائیوں کا عقیدہ

اب یہاں میں دوبارہ آیتِ مباہلہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ نصاریٰ نجران کو چونکہ مسیح

علیہ السلام کا بے پدر ہونا محال اور خلافِ عادت معلوم ہوتا تھا لہٰذا اُن کے مرکوزِ خاطر اور پختہ شُبہ کے دفعیّہ کے لئے علاوہ تمثیلِ آدم علٰی نبینا وعلیہ السلام کے آیت مذکورہ میں کئی قسم کی تاکیدات سے کام لیا گیا ہے مثلاً

(۱) آیت اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ (سورۃ آلِ عمران آیت 59) میں حرفِ تاکید اِنَّ سے ابتدا کی گئی جو تاکیدِ مضمون مدخول کے لئے آتا ہے۔

(۲) پھر فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔ فرمایا یعنی پس شک کرنے والوں میں سے نہ ہو، یہ نہیں فرمایا کہ فَلَا تَمْتَرِ یعنی شک نہ کر۔ اِس لئے یہاں پر اِس مضمون کا افادہ منظور ہے کہ پاسداری و اِتباع عقلِ جزوی انسان کو اس حد تک پہنچا دیتی ہے کہ وہ بوجہ رسُوخ وحصول ملکہء شک و امترا، گروہِ مُمترین وشک کُنندگان میں شمار کیے جانے کا اِستحقاق حاصل کر لیتا ہے پس چاہیے کہ تم گروہِ مُمترین سے نہ ہو اور ظاہر ہے کہ یہ مطلب الفاظ فَلَا تَمْتَرِ سے حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ اِرشاد ہوا۔

(۳) اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ (حق تمہارے رب کی طرف سے ہے) یہ دکھانے کے لئے فرمایا گیا کہ حق الامر واقعی تیرے رب کی جانب سے نازل ہوتا ہے اور آلحق من اِلٰھك نہیں فرمایا گیا اِس لئے کہ امرِ واقعی سے مطلع کرنا از قبیلِ تربیتِ باطنی ہے اور ظاہری و باطنی تربیتِ کُنندہ کو رب کہا جاتا ہے اس لئے برعایتِ مقام مِنْ رَّبِّکَ مُناسب تھا نہ مِنْ اِلٰھِكَ۔

اَلحاصل عیسیٰ علٰی نبینا علیہ السلام کا بے پدر ہونا ایک ایسا واقعی اور حق الامر ہے جسے اتنی تاکیداتِ بلیغہ کے ساتھ بتا دینے کے باوجود مباہلہ تک نوبت پہنچی اور پھر سورۃ مریم میں اس امر کی صاف صاف تصریح فرما دی گئی۔ افسوس ہے کہ بایں ہمہ مرزا غلام احمد بانیٔ فرقہ مرزائیت نے اپنی کتاب ازالۂ اوہام میں لکھا ہے کیونکہ حضرت مسیح ابنِ مریم اپنے باپ یوسف نجّار کے ساتھ بائیس برس تک نجّاری کا کام کرتے رہے ہیں۔ نعوذ باللہ

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آ گیا ہے تو اِس کتاب کے موضوع سے ذرا ہٹ کر یہ بھی دیکھ لیں کہ صحابہ کرام حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی حیات ومَمات کے متعلق کیا عقیدہ

رکھتے تھے کیا اُن کا وہی عقیدہ تھا جس پر آج کل اجماعِ اُمت ہے کہ حضرت مسیح کا رفع اور اُٹھایا جانا اِسی عنصری جسم سے زندگی میں ہوا۔ وہ آج تک آسمان میں زندہ ہیں قربِ قیامت اُمّتِ محمدیہ کے فرد کی حیثیت میں نزول فرما کر شریعتِ محمدی پر عامل ہوں گے اور عمر پوری کرنے کے بعد بحکمِ الٰہی کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (سورۃ آل عمران آیت 185) وفات پائیں گے یا یہ کہ وہ مر چکے ہیں اور اُن کا رفع رُوحانی اور انسانوں کی طرح ہوا۔

یہاں اِس موضوع پر دیگر متعدّد احادیثِ صحیحہ کی تفصیل کی گنجائش نہیں جسے شوق ہو میری کتابوں شمس الہدایہ، سیفِ چشتیائی میں ملاحظہ کرے۔ اس جگہ زریب بن برتملا والی حدیث پر اِکتفاء کیا جاتی ہے جس کی توثیق حضرت شیخ اکبر نے اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں کی ہے اور جو قبل ازیں میری تصنیف سیفِ چشتیائی میں بھی لکھی جا چکی ہے اور جس کو حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی ازالۃ الخفاء میں نقل کیا ہے اِس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مہاجرین وانصار علیہم الرضوان کا عقیدہ اوّل الذکر اجماعی عقیدہ ہی تھا اِس حدیث کا خُلاصہ یہ ہے۔

زوہیب کا دلچسپ واقعہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں سعد بن ابی وقاص کو جب وہ قادسیہ میں تھے لکھا کہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب متوجہ کرو تا کہ وہ کفار کے ساتھ جنگ کریں۔ اِس پر سعد نے نضلہ کو تین سو سوار کی جمعیّت کے ساتھ حلوان عراق کی جانب بھیجا۔ وہاں سے فتح کے بعد مالِ غنیمت لاتے ہوئے نضلہ نے مال کو ایک پہاڑ کے دامن میں رکھ کر نمازِ عصر کے لئے اذان شروع کی۔

جب اُس نے کہا! اللہ اکبر اللہ اکبر

تو پہاڑ سے کسی مجیب نے جواب دیا کبرت کبیراً یا نضلۃ یعنی اے نضلہ تم نے کبیر اور بزرگ ذات کی طرف وصفِ کبریائی کی نسبت کی ہے پھر جب نضلہ نے کہا! اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔

تو پہاڑ کی جانب سے جواب دینے والے نے کہا! کلمة الاخلاص یانضلة۔ اے نضلہ یہ کلمہ توحید اور اخلاص کا ہے۔

پھر جب نضلہ نے کہا! اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ الله تو مجیب نے کہا یہ وہ شخص ہے جس کی بشارت ہمیں عیسیٰ بن مریم نے دی جس کی اُمت پر قیامت قائم ہوگی پھر نضلہ نے کہا! حی علی الصلوٰۃ۔

اس پر مجیب نے جواب دیا! طوبیٰ لمن مشی الیھا وواظب علیھا ۔ یعنی جو نماز کے لئے چل کر جائے تو اُس پر مداومت کرے اُس کے لئے خوشخبری ہے پھر نضلہ نے حی علی الفلاح کہا اُس کے جواب میں آواز آئی افلح من اجاب یعنی کامیاب ہوا جس نے اجابت کی۔

پھر جب نضلہ نے اذان ختم کرتے ہوئے کہا اَللّٰهُ اَكْبَر اَللّٰهُ اَكْبَر لَا اِلٰهَ اِلَّا الله تو جواب آیا! اخلصت کلمۃ الاخلاص کلہ یا نضلۃ حرم اللہ بھا جدك علی النار یعنی اے نضلہ! تو نے سارے کلمہء اخلاص کو تمام کیا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر دوزخ کی آگ کو حرام کیا۔ اذان کے ختم ہونے پر صحابہ کرام اُٹھ کھڑے ہوئے اور آواز دے کر پوچھا تو کون ہے؟ فرشتہ ہے یا جن یا کوئی اور بندگانِ خدا سے۔ تو نے ہمیں اپنی آواز سُنادی ہے اب اپنی صورت بھی ہمیں دِکھا یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عمر بن الخطاب کا وفد ہے۔

نضلہ کہتا ہے! پس پہاڑ پھٹ گیا اور اُس مجیب کا سر چکی کی طرح نمودار ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور چادر ریشمینی اوڑھی ہوئی تھی اُس نے کہا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صحابہ کرام نے کہا ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور پوچھا من انت یرحمك اللہ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تم کون ہو؟

اُس نے کہا ! زریب بن برتملا وصی العبد الصالح عیسیٰ ابن مریم اسکننی ھذا الجبل ودعالی بطول البقا الیٰ حین نزولہ من السماء فاقرئوا عمر منی السلام الخ۔

یعنی میں زریب فرزند برتملا ہوں اور عیسیٰ ابن مریم خدا کے نیک بندہ کا وصی ہوں اُس نے مجھے پہاڑ پر ٹھہرایا اور میری درازیٔ عمر کے لئے دُعا کی اُس وقت تک جب وہ آسمان سے اُترے گا عمر کو میرا اسلام کہنا اتنا کہہ کر وہ شخص نظروں سے غائب ہوگیا۔

حضرت عمر کا سلام

نضلہ نے یہ واقعہ سعد کو لکھا اور اُس نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس پر فاروق اعظم نے سعد کو حکم بھیجا کہ تو مع مہاجرین وانصار اُس پہاڑ کے پاس جا اور درصورت ملاقات اُس کو میرا سلام کہنا۔

حضرت سعد چار ہزار مہاجرین وانصار کے ہمراہ اُس پہاڑ کے پاس جا کر چالیس روز ٹھہرے اور اذان کہتے رہے مگر پھر کوئی جواب نہ ملا اور نہ سننے میں آیا۔ انتہیٰ۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ مہاجرین وانصار علیہم الرضوان نے اس واقعہ کو اپنے عقیدہ کے مطابق پایا اور کسی نے اختلاف یا انکار نہ کیا۔

(تصفیہ مابین سُنی شیعہ ۴۸ تا ۵۴ مطبوعہ ۲۰۰۵ گولڑہ شریف)

۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضور اعلیٰ مجدد اعظم گولڑوی نے آیتِ مباہلہ کی تفسیر میں جہاں اہلِ ایمان کے عقائد واضح فرمائے تو وہیں حسین نکات سے اہلِ ایمان کے قلوب واذہان کو روشن فرمایا۔ تاجدارِ گولڑہ کی تحریر کا ایک ایک حرف مثلِ شمس روشن ہے۔

کانپے نصاریٰ چھوڑ کر بھاگے مباہلہ
دیکھے جو آتے سامنے سرکار پنجتن

تفسیر آیتِ تطہیر

قال اللہ تعالیٰ!

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾

ترجمہ! اے پیغمبر کے گھر والو! اللہ تعالیٰ سوا اس کے نہیں چاہتا کہ وہ ناپا کی کو تم سے دور کردے (رجس بمطلب گناہ ، عذاب ، ہر عیب ،) اور تمہیں پاک صاف کردے۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

پہلا قول

آیت تطہیر میں الفاظ اہل بیت سے مراد مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) بحسبِ کثرت روایات آلِ کساء یعنی علی حسن حسین سیدۃ النساء علیہم السلام ہیں اور یہی قول ہے صحابہ کرام میں سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا اور تابعین میں سے بھی ایک گروہ کا جن میں مجاہد رضی اللہ عنہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

دوسرا قول

(۲) جمہور کا قول ہے کہ لفظ اہلِ بیت فریقین یعنی اُمہات المومنین اور آلِ عبا علیہم السلام کو بھی شامل ہے۔

تیسرا قول

(۳) تیسرا قول صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ابنِ عباس اور تابعین میں سے عکرمہ رضی اللہ عنہ کا ہے کہ اہلِ بیت سے مراد ازواجِ مطہرات ہی ہیں۔

چوتھاقول

(۴) چوتھا قول جس کو ابنِ حجر نے صواعق میں ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ اہلِ بیت سے مراد بنو ہاشم اور بیت سے بیت النسب ہے۔

خازن میں ہے کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

پانچواں قول

(۵) پانچواں قول جس کو خطیب شربینی نے بقاعی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قول اولیٰ ہے وہ یہ ہے کہ اہلِ بیت سے مراد سب تعلق دار ازواج واولاد علیہم السلام اور وہ خدام ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ممتازانہ لزوم وتعلق تھا جیسا کہ حدیث شریف میں سلیمان فارسی کی نسبت وارد ہے کہ سُلَیمَانُ مِنَّا اَھلِ البَیتِ یعنی سلمان ہم سے یعنی اہل بیت سے ہے۔

قابلِ غورامر

دوسرا قابلِ غورامر یہ ہے کہ اگر اِذہاب الرجس اور تطہیر سے مُراد محض فضل وموہبت کی رُو سے گناہوں سے پاک کرنا ہے بغیر اس کے کہ کسی عمل کا عوض یا صلہ ہوتو یہ معنی اس صورت میں کہ اہلِ بیت سے مراد اُمہات المومنین ہی ہوں جیسا کہ ابن عباس اور عکرمہ کا قول ہے نظمِ قرآنی سے نہیں سمجھا جاتا البتہ اگر ان الفاظ کو دررنگِ تبلیغ اوامرونواہی دیکھا جائے تو ان کے معانی زیادہ صحیح ہو جائیں گے یعنی اے اہلِ بیت ! اللہ تعالیٰ تم سے ناپسندیدہ امور کے دور کرنے کا اور تمہیں پاک و صاف کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اگر تم نے اوامرونواہی شرعیہ کے مطابق عمل کیا تو اُس کا نتیجہ اور اجر تمہارے لئے یہ ہوگا کہ تم کو اللہ تعالیٰ پاک ومصفیٰ کردے گا۔

آیۂ تطہیر کا یہ مطلب نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور صدورِ خطا ان سے ناممکن ہے۔

ایک اور آیت قرآنی بھی اسی دوسرے معانی پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ !

مَا يُرِيدُ اللهُ لِيَجعَلَ عَلَيكُم مِّن حَرَجٍ وَّلٰكِن يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُم وَلِيُتِمَّ نِعمَتَهٗ عَلَيكُم لَعَلَّكُم تَشكُرُونَ۝

ترجمہ! یعنی اللہ تعالیٰ تبلیغِ احکام شرعیہ سے تم پر کسی قسم کی تنگی کرنا نہیں چاہتا لیکن اس ذریعہ سے تم کو پاک کرنا اور تم پر اپنے انعام واحسان کو پورا کرنا چاہتا ہے۔

(سورۃ المائدہ آیت ۶)

اور اسی معنی کو ایک اور جگہ بھی ارشاد فرمایا قولہ تعالیٰ!

يُرِيدُ اللهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ط

ترجمہ! خدا چاہتا ہے کہ اپنی آیات تم سے کھول کھول کر بیان فرمائے اور تم کو اگلے لوگوں کے طریقے بتائے اور تم پر مہربانی کرے۔

(سورۃ النساء آیت ۲۶)

وہ محروم رہا

یعنی اللہ تعالیٰ یہ ہدایات و احکامات تمہارے پاک کرنے کے لئے بھیجتا ہے اور تمہیں مامور فرماتا ہے جس کی غایت یہ ہے کہ جس نے تعمیلِ امر خداوندی کی اُس نے موجبِ طہارت حاصل کرلیا اور جس نے خلاف ورزی کی وہ اس سے محروم رہا۔

یہ مخصوص نہیں

معلوم ہوا کہ تطہیر بدیں معنی یعنی تنزیلِ احکام وہدایاتِ قرآنیہ سب اہلِ ایمان کو شامل ہے صرف اُمہات المومنین وآلِ عبا علیہم السلام کے ساتھ مخصوص نہیں لہٰذا ہر دو فریقین یعنی سُنی وشیعہ کا اس پر زور لگانا کہ آیہء تطہیر میں لفظ اہلِ بیت سے مراد بقرینہء سیاق وسباق آیت ازواج مطہرات ہی ہیں یا آلِ عبا ہی ہیں۔ صحیح نہیں اور نہ ہی اس آیت کا مفاد جداگانہ اور ممتازانہ تطہیر خاص ازواجِ مطہرات یا آلِ کساء یا ہر دو کے لئے ہے کیونکہ آیت مذکورہ کے نظائر دیگر آیات قرآنیہ سے واضح ہو چکے ہیں اس لئے سورہ احزاب کے تیسرے رکوع کی عبارت يَاَيُّهَا النَّبِيُّ ---- فِي بُيُوْتِكُنَّ۔ تک کا مطلب یہ ہوا کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی ازواج مطہرات سے

کہہ دو کہ تمہارے پاک اور اچھا کرنے کے لئے یہ احکامات بھیجے گئے ہیں پس ازواج مطہرات کی تطہیر بھی دیگر افرادِ اُمت کی طرح بہ تبلیغ شرائع ہوگی نہ یہ کہ محض موہبت کے طریق سے اور بغیر عوض عمل اُن کو پاک کیا گیا اور بخشا گیا۔

حدیثِ کساء

البتہ جُدا گانہ اور ممتازانہ تطہیر آل کساء حدیث ذیل اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے

عن ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلم ان رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم کان فی بیتها علی منامة له علیه کساء خیبری فجاءت فاطمه ببرمة فیها فقال رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم ادعی زوجك وابنیك حسنا وحسینا فدعتهم فبینماهم یاکلون اذا نزلت علی النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلم (اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا (سورۃ احزاب ۳۳)

فاخذ النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلم بفضله فغشاهم اياهم ثم اخرج یده من الکساء والوی بها الی السماء ثم قال اللهم هٰؤلاء اهل بیتی ۔ وفی روایة وخاصتی فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا قالها ثلث مراتٍ ۔ قالت ام سلمة فادخلت رأسی فی الستر فقلت یارسول الله وانا معکم فقال انك الی خیر مرتین

(مسند احمد وغیرہ)

ترجمہ ! حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام اُن کے گھر بستر پر آرام فرماتے اور اوپر خیبر سے لائی ہوئی ایک اونی چادر لی ہوئی تھی اس حال میں جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا ایک برتن لائیں جس میں طعام تھا حضور علیہ السلام نے اُنہیں فرمایا کہ اپنے خاوند اور

دونوں بیٹوں حسن اور حسین کو بھی بلا لو جب یہ حضرات کھانا تناول فرمار ہے تھے تو آیت تطہیر نازل ہوئی حضور علیہ السلام نے اپنی چادر مبارک کا کچھ حصہ ان کے اوپر ڈال کر انہیں اس میں ڈھانپ لیا پھر چادر سے ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! اے خدا! یہ میرے خاص اہلِ بیت ہیں ان سے رجس اور ناپاکی زائل فرما کر انہیں خوب پاک فرمادے۔

آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔

حضرت اُم سلمہ فرماتی ہیں! میں نے چادر کے اندر سر کر کے عرض کیا! میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً دوبارہ فرمایا! تو بھلائی کی طرف ہے؟

آیتِ تطہیر کی منفرد تفسیر

اس حدیث سے آلِ کساء یعنی سیدۃ النساء حسن حسین اور علی علیہم السلام کے لئے جُداگانہ تطہیر معلوم ہوتی ہے کیونکہ آیت تطہیر کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہی حضرات کو چادر کے اندر داخل کرنا اور پھر تین مرتبہ دُعا مانگنا اور فرمانا۔ فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا بے شک ایک نرالی تطہیر ہے اس طھرھم کے یہ معنی نہیں کہ آلِ کساء علیہم السلام کے لئے جُداگانہ احکامِ شرعیہ بھیجے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُن کو طہارتِ کاملہ سے مطہّر فرما۔ اِس حدیث میں جملہ اللھم ھولاء اھل بیتی وخاصتی۔ قابلِ غور ہے، ان چارتنِ پاک کی خصوصیّت لفظ خاصّتی سے تو ظاہر ہے ہی، اس کے علاوہ لفظ ھولاء سے جو خصوصیت و اِمتیازِ وصف (اہلِ بیت) مقصود ہے وہ اہلِ علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

قاعدہ

یہ امر مسلّم اور ثابت شُدہ ہے کہ مسند اِلیہ کی تعریف بالاشارہ اس کی تمیز کو اعلیٰ درجہ کی تمیز کا فائدہ دیتی ہے یعنی یہ مسند الیہ بنی نوع سے ممتاز اور مخصوص ہے ساتھ اُس حکم کے جو اس مسند الیہ کے بعد ذکر کیا جائے گا۔

کما قال الشاعر۔

هذا ابو الصقر فردا فی محاسنه
من نسل شیبان بین الضال والسلم

معنی یہ ہیں: ابوالصقر جو ضال وسلم کے درختوں کے درمیان رہنے والے شیبانی نسل کے ایسے شخص ہیں جو اپنے محاسن میں منفرد ہیں۔

اِس حدیث شریف میں چارتن پاک کو ھولاء کے ساتھ اِس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ آلِ عبا علیہم السلام حکمِ اہلِ بیت وخواص ہونے میں دوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں۔ اور اذہاب الرجس و تطہیر بدیں معنی یعنی سب عیوب سے پاک کر دینا اُنہی کا حصہ ہے اگر بمقتضائے بشریت اُن سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو زیرِ عفو وتطہیر داخل ہوگی۔

---------قارئین! اس عبارت میں جس علمی وفنی انداز سے مجدد اسلام نے خصوصیت اہلِ بیت کو آشکار فرمایا یہ آپ ہی کا خاصہ ہے:۔

اگر اِس حدیث کے لحاظ سے آیتِ تطہیر میں وہ معنی نہ لیے جائیں جو بقرینۂ نظایر اُوپر لکھ چکا ہوں تو بھی غیر مناسب نہیں بلکہ دُوسرے معنی کا مُراد لینا واجب ہے یہ خیال نہ کیا جائے کہ امر قطعی الوقوع یعنی آیت تطہیر آلِ کساء بوجہ مراد ہونے باری تعالیٰ کے ضروری التحقیق ہوگی۔ پھر دعا مانگنے کے کیا معنیٰ؟

اس لئے کہ قطعی الوقوع بھی بذریعہ دُعا طلب کیا جاتا ہے دیکھئے موعُودِ باری عزاسمہ کا وقوع یعنی وہ امر جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہو ضروری اور قطعی التحقق ہے۔ معہٰذا۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (١٩٤)

ترجمہ! اے پروردگار تو نے جن جن چیزوں کے ہم سے اپنے پیغمبروں کے ذریعے وعدے کئے ہیں وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رُسوا نہ کرنا تو بے شک خلافِ وعدہ نہیں کرتا۔ (سورۃ آل عمران آیت ١٩٤)

وارد ہے اور دیکھئے کہ باوجود يَوْمَ لَا يُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ ۔ الآیۃ (سورۃ التحریم آیت 8) آچکا تھا پھر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بجنابِ باری عزّاسمہ عرض فرماتے ہی رہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر دُرِّ منثور میں اِس آیت کے متعلق پہلے تقریباً چار روایات اِس مضمون کی ذکر کی ہیں کہ اہلِ بیت سے مُراد ازواجِ مطہرات ہیں۔ اس کے بعد تقریباً بیس روایات مختلفہ الطرق اس میں لائے ہیں کہ اہلِ بیت سے مراد اہلِ کساء پاک ہی ہیں علیہم السلام۔ منجملہ ان روایات کے حدیث اُم سلمہ بھی ہے جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس تقدیر پر کلام بے ربط ہو جائے گا کیونکہ آیت میں خطاب ازواجِ مطہرات کی جانب چلا آتا ہے تو جواباً کہہ سکتے ہیں کہ کلام متسق النظام میں جملہ اجنبیہ کا واقع ہو جانا محاورۂ عربیہ کے خلاف نہیں بلکہ یہ قرآن کریم میں کئی جگہ واقع ہے قال اللہ تعالیٰ!

قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّىۡ مُرۡسِلَةٌ اِلَيۡهِمۡ بِهَدِيَّةٍ

بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اُس کو تباہ کر دیتے ہیں اور اُس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور اسی طرح یہ بھی کریں گے اور میں اُن کی طرف کچھ تحفے بھیجتی ہوں۔

(سورۃ النمل آیت ۳۴۔۳۵)

اس آیت میں کلامِ بلقیس میں كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ بقول ابن عباس جملہ معترضہ منجانب باری عزاسمہ واقع ہوا ہے۔

ایک اور مثال

ایسا ہی!

فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ﴿۷۷﴾

ہمیں تاروں کی منزلوں کی قسم اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے کہ یہ بڑے رُتبے کا قرآن ہے۔

(سورۃ الواقعہ آیت ۷۵۔۷۷)

ابن عربی کا کشف

میں وَاِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ اعتراض پر اعتراض ہے۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کشفی بیان سے بھی بمطابق روایات کثیرہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آیت تطہیر کا نزول آل کساء یعنی سیدۃ النساء وحسن وحسین وعلی علیہم السلام اور اُن کی اولاد کی شان میں ہے چنانچہ وہ باب ۲۹ فتوحاتِ مکیہ میں لکھتے ہیں!

فدخل الشرفاء اولاد فاطمہ کلھم رضی اللہ عنھم ومن ھو من اھل البیت مثل سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ الی یوم القیامۃ فی حکم ھذالآیۃ من الغفران فھم المطھرون اختصاصاً من اللہ وعنایتہٖ بھم لشرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعنایۃ اللہ بہ ولا یظھر حکم ھٰذا الشرف لاھل البیت الا فی الدار الآخرۃ فانھم یحشرون مغفورالھم واما فی الدنیا فمن اتیٰ منھم حدا قیم علیہ کالتائب اذا بلغ الحاکم امرہ وقد زنی وسرق او شرب اقیم علیہ الحدمع تحقق المغفرۃ کما عزوا امثالہ ولا یجوزذمہ وینبغی لکل مسلم یومن باللہ وبما انزلہ ان یصدق اللہ تعالیٰ فی قولہٖ (لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا) فیتقد فی جمیع مایصدر من اھل البیت ان اللہ قد عفا عنھم فیہ فلا ینبغی لمسلم ان یلحق المذمۃ بھم ولا مایشناء اعراض من قد شھد اللہ بتطھیرہ وذھاب الرجس عنہ لا بعمل عملوہ ولا بخیر قدموہ بل بسابق عنایۃٍ من اللہ بھم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

ترجمہ! سادات فاطمیہ جو قیامت تک ہونے والے ہیں اور جو لوگ اہلِ بیت میں شمار ہیں جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سب اِس آیت کے حکم میں داخل ہیں اور وہ خواہ کیسے ہی گنہگار ہوں حشر اُن کا اس حال میں ہوگا کہ مغفور ہوں گے لیکن اِس مغفرت کاملہ کا ظہور آخرت میں ہوگا۔ دُنیا میں اگر اُن سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جس پر شرعی حد جاری ہوتی ہے تو وہ اُن پر بھی جاری کی جائے گی۔

مسلمان کو زیب نہیں

جیسے توبہ کے باوجود زانی پر ثبوتِ جرم کے بعد حد لگائی جاتی ہے اور جو ایک صحابی حضرت ماعز کے قصہ سے ظاہر ہے جنہیں توبہ کرنے کے بعد بھی شرعی حد لگائی گئی، لہٰذا مسلمان کو یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اِن لوگوں کی مذمّت یا تحقیر کرے جن کی پاکیزگی اور تحفظ کی خود اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے یہ فضل وکرم ان کے کسی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ محض عنایتِ ربانی ہے اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ

پھر اسی باب میں لکھتے ہیں!

فلو کشف لك یاولی عن منازلھم عنداللہ فی الآخرۃ لوددت ان تکون مولیً من موالیھم۔

یعنی اے دوست! اگر اللہ تعالیٰ تمہارا حجاب دُور فرما کر تمہیں اہلِ بیت کی شان اور رُتبہ جو اُن کو عنداللہ آخرت میں حاصل ہوگا دِکھائے گا تو ضرور تُو تہہ دل سے اُن کی غُلامی کو چاہے۔

امام حسن کا واقعہ

نقل ہے کہ اِمام حسن علیہ السلام اچھی پوشاک پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوکر مدینہ منورہ سے باہر جا رہے تھے کہ ایک یہودی مفلوک الحال آپ کو راستے میں ملا اور کہنے لگا اے حسن! کیا تمہارے نانا (پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے سچ کہا ہے کہ دُنیا مومن کے لئے دوزخ ہے اور کافر کے لئے بہشت؟

آپ نے جواب دیا! بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے۔

یہودی کہنے لگا! پھر یہ کیا بات ہے کہ تمہارا تو یہ حال ہے اور میرا یہ؟

آپ نے فرمایا کہ میرے لئے جو انعامات واحسانات وہاں آخرت میں تیار ہو رہے ہیں اُن کی نسبت میری موجودہ حالت کو دوزخ سمجھنا چاہیے اور تمہارے لئے جو عذاب وہاں مقرر کیا گیا ہے اُس کے لحاظ سے تمہاری یہ موجودہ حالت بہشت کہلانے کی مستحق ہے۔

یہ ساری تحقیق اِس طرف اشارہ کرتی ہے کہ آیۂ تطہیر کا مُورد خواہ اُمہات المومنین ہوں یا مع

آل کساء یا صرف آلِ کساء علیہم السلام، تطہیر اور اذہاب الرجس بصورت تنزیل احکام و ہدایاتِ شرعیہ نہیں (جو سب اہلِ ایمان کو شامل ہے) بلکہ یہ معنی عفو و مغفرت اور آخرت ہے خطا کا صدور بہرکیف مطہرین سے ممکن ہے البتہ حشر اُن کا آخرت میں مغفرت کاملہ کی صورت میں ہوگا اِس بیان سے یہ خیال بھی نہ کیا جائے کہ آیتِ تطہیر کا مطلب پابندیٔ اوامر و نواہیِ شرعیہ سے اباحت و آزادی ہے بلکہ یہ فضل و عنایتِ خاص ایزدی کی بشارت ہے جو بحسب اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ پابندیٔ احکام کے منافی نہیں۔

(تصفیہ مابین سُنی شیعہ ص ۵۴۔۵۸ گولڑہ شریف ۲۰۰۵)

حدیثِ خُمِ غدیر کی وضاحت

متذکرہ بالا اقوال کی تائید حدیثِ خُمِ غدیر

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ

جس کا میں محبوب ہوں، یہ علی بھی اُس کا محبوب ہے الٰہی! جو اِس کے ساتھ محبت رکھے تُو بھی اُس کے ساتھ محبت رکھ اور جو اِس کے ساتھ عداوت رکھے تُو بھی اِس کے ساتھ عداوت رکھ۔

اور حدیث شریف اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے۔ اِن احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کائنات کا مولا اور اپنے علومِ مقدسہ کے شہر کا دروازہ قرار دیا ہے۔

علامہ مناوی شرح جامع صغیر میں لفظ مولا کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولا اُسے کہتے ہیں جو لازِمُ الوَلایت اور اُس پر ہمیشہ قائم رہنے والا ہو۔ دیگر احادیث سے بھی یہی ثابت ہے نسائی اور مسند احمد میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:

عَلِيًّا مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِيْ

علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مومن کا ولی ہے۔

تمام سلاسل صُوفیائے کرام اور محققین علمائے عظام کا اتّفاق ہے کہ یہاں ولایت سے مُراد ولایتِ باطنیہ ہے جس کا بلافصل یعنی مسلسل ہونا لازمی امر ہے۔ بعض حضرات ان احادیث کو ضعیف شمار کرتے ہیں مگر وہ غلطی پر ہیں کیونکہ ثقہ محدثین نے اِن کی توثیق کی ہے اِسی طرح وہ صاحبان بھی غلطی پر ہیں جو ان کو خلافتِ ظاہرہ کے تسلسل اور بلافصل ہونے کی دلیل تصور کرتے ہیں۔ اِس مسئلے کی تفصیل ازالۃ الخفاء مصنف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور رسالہ فخر الحسن مصنف حضرت مولانا فخر الدین چشتی نظامی کی شرح القول المستحسن میں موجود ہے یہ شرح مولانا احسن الزماں محدث حیدر آبادی خلیفہ حضرت خواجہ محمد علی چشتی سلیمانی خیر آبادی نے

تحریر کی ہے اور اِس میں سلسلہ چشتیہ کے سرگروہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے براہِ راست نسبت و اِستفاضہ کو قوی دلیل سے ثابت کیا گیا ہے جس سے خلافتِ باطنیہ جنابِ رسولِ کرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اُن کے بعد اُن کے توسط سے دیگر حضرات تک سلاسل میں ثابت ہے اس رسالہ کے اِقتباسات حاشیہ نبراس بحثِ خلافت میں بھی موجود ہیں۔

ولایت کے مرکز علی ہیں

مذکورہ بالا حوالہ جات سے واضح ہے کہ جس طرح مقامِ نبوت کے مرکزِ اعلیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اُسی طرح مقامِ ولایت کے مرکزِ اعلیٰ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم سے بھر دوں۔ پھر تمہارے پاس پیغمبر آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو اُس پر ایمان لے آنا اور اُس کی مدد کرنا۔

(سورۃ آلِ عمران آیت ۸۱)

اور حدیث شریف

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

مَیں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔

کی تشریح میں اِمام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں اور حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حقیقت کلّیہ اور تجلی اوّل میں قبولِ فیض کے لحاظ سے تمام حقائق سے قریب تر حقیقت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے اور اُس کے بعد سیدنا علی (علیہ السلام) کی حقیقت ہے۔

پانچ نفوسِ قدسیہ مقصودِ کائنات ہیں

حضرتِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام میں رُوح پھونکی، تو اُنہیں عرشِ معلیٰ کی دائیں جانب پانچ انوار رکوع و سجود میں مصروف نظر آئے آپ کے اِستفسار پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیری اولاد کے پانچ افراد ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں جنّت، دوزخ، عرش، کُرسی، آسمان، زمین، فرشتے، انسان، جن وغیرہ کو پیدا نہ کُرتا جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے تو ان کے وسیلے سے سوال کرنا۔

(ارجح المطالب ص ۴۶۱)

مَیں اور علی ایک نور سے (حدیث)

اس حدیث کو امام ابوالقاسم، رافعی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔ صاحب ارجح المطالب نے امام احمد بن حنبل اور اُن کے فرزند عبداللہ اور علامہ ابن عساکر اور محب طبری وغیرہ علمائے کرام کی کُتب کے حوالے سے اِس مضمون کی اور بھی کئی احادیث کو نقل کیا ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَیں اور علی ایک ہی نُور سے پیدا کئے گئے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر عزیزی میں اُن کلمات کی تفسیر لکھتے ہوئے جن کے توسّل سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، مذکورہ بالا احادیث کے ہم معنی روایات نقل فرمائی ہیں لیکن یہ خیال رہے کہ جیسے شرح العقائد ونبراس میں تحریر ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے یہ فضائل مسئلہ فضیلتِ شیخین کے منافی نہیں ہیں ان سے حضراتِ شیخین کی فضیلت میں کسی طرح کی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔

مہر ہے ساری علی دی شک نہ ریہا اِک ذرہ
تاہیں اوہ پیّاں دِسدیاں سانوں ماہی والیاں ٹاہلیاں

(مہر منیر ص ۲۲۔ ۲۳ مطبوعہ ۱۹۶۹ء گولڑہ شریف)

دفاع خلافتِ راشدہ علی مولا کا آخر میں آنا فضیلت ہے

حضورِ اعلیٰ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

اصحابِ ثلاثہ کے حق میں زبانِ طعن کھولنا اچھا نہیں ہے اِن بزرگواروں نے جس طرح دینِ اسلام کی اِعانت اور خدمت کی وہ تاریخ اور سیرت جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ تاریخ نویس کو مذہب کی حمایت کا خیال نہیں ہوتا۔ تاریخ نگاری میں صرف واقعاتِ حقیقت مدّنظر رکھے جاتے ہیں اور کوئی واقعہ چھپایا نہیں جاتا۔ اِس کے برعکس اہلِ تحقیق خلافت کو کتاب وسنّت سے امرِ موعود و معہود دیکھتے ہیں۔ آیت

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص

ترجمہ! اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے وعدہ فرمایا ہے کہ اُنہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔

(سورۃ نور آیت ۵۵)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفاء بہت سے ہونے تھے نہ صرف ایک ھم جمع کی ضمیر ہے اور اسی کے مطابق واقعات ظہور میں آئے چنانچہ حدیث الخلافۃ من بعدی ثلاثون سنۃ (میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی) سے ایسا ہی ثابت ہوا ہے اگر ابتداءً خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقرر ہوتی اور شیخین ان کے معین ومشیر ہوتے تو اچھا ہوتا اور اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول ہوئے اور (مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم) بحکم رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اُن کے معین ہوئے تو بھی اچھا ہوا لیکن خلافت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

پھر ان ہر دو نے عرض کیا کہ حضرت علی علم میں افضل تھے۔

حضرت قبلہء عالم قدس سرہ نے فرمایا! بے شک مولا علی علیہ السلام کا علم شمع روحانیتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مقتبس ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم اُلوہیت سے لیکن اس بات

سے خلافتِ اولیٰ کا انکار ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی خلفاء ثلاثہ کی عدم قابلیت ثابت ہوتی ہے۔

قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیۡءٍ قَدۡرًا (سورہ طلاق آیت ۳)

اللہ تعالیٰ نے ہر امر کے لئے ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے، انتظامی سیاست کے امور اور تدابیر حرب میں حضرات شیخین ید طولیٰ رکھتے تھے جو کام اُنہوں نے کیا وہ بلحاظ اِنتفاع اسلام و مسلمین قابلِ تعریف و تحسین ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ شیخین نے اپنی وفات کے وقت خلافت کو اپنی اولاد کے سپرد نہیں کیا اور نہ کسی کو اُن کی بیعت کا امر فرمایا باوجودیکہ اُن کی اولاد بھی اکابر صحابہ میں سے تھے بیت المال و غنائم کے خرچ کرنے میں ہرگز متہم نہیں ہوئے اپنی معاش دوسروں کی طرح رکھتے تھے۔ سادہ کپڑے پہنتے اور رؤسائے عجم کا لباس ان کا معمول نہ ہوا پس ایمان صحیح ان کے اِتہام پر فتویٰ نہیں دیتا۔ خلافتِ مرتضوی کا سب سے آخر میں ہونا مُوجب تقصیرِ شان نہیں ہے بلکہ فضیلت ہے دیکھو کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مرتبۂ ظہور میں سب انبیاء سے آخر ہیں۔

(ملفوظاتِ مہریہ، ملفوظ نمبر ۱۵۰ ص ۱۷۸۔۱۷۹ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۱۰۔۱۱۱ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

شانِ اہلِ بیت میں محبت بھری روایت

ایک روز اہلِ بیت کرام کی شان میں سخن جاری ہوا تو فرمایا حضرت شیخ عطّار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی روایت کی ہے کہ

مَنۡ اٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَّلَمۡ یُؤۡمِنۡ بِاٰلِهٖ فَلَیۡسَ بِمُؤۡمِنٍ۔

جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لایا مگر آپ کی آل کو نہ مانا وہ مومن نہیں۔

اور شیخ عطّار وہ بزرگ ہیں جن کی شان میں مولائے روم کا ارشاد ہے

هفت شهر عشق را عطار گشت
ما هنوز اندر خم یک کوچه ایم

عطار نے عشق کے سات شہر دیکھے ہیں اور ہم ابھی تک ایک ہی کُوچہ کے موڑ میں ہیں۔

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۷۵ ملفوظ ۳۵ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۴۶ ملفوظ ۳۵ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

شانِ اہلِ بیت اور تذکرہ شہید کربلا

اہلِ بیت کرام کے فضائل کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کُل موجودات سے ممتاز اور مختار ہے حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ہر صفتِ محمودہ کا منبع اور اصل بنایا ہے لہٰذا اس اصل پاک کے فروعِ طیبہ میں بھی وہی موہوبی فیض پہنچا ہوا ہے اِس لئے بوجہ تاخیر بضعہ ءنبویہ ان کے درجہ کو ریاضات ومجاہداتِ کسبیہ کے ساتھ کوئی نہیں پہنچ سکتا اگرچہ وہ ابدالاباد تک بھی سعی کرتا رہے کیونکہ جو کچھ اُن کو پہنچا ہے بوجہ عنایات کے ہے نہ بہ سعی صالحات از جانب خود قال اللہ تعالیٰ ویطھر کم تطھیرا طالب جب تک اِس عقیدہ کو نہ اپنائے درود اَللّٰھم صل علیٰ محمد وعلی ال محمد و بارك وسلم ۔ کے ذوق کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس خاندان عالی شان کی قدر نسبت شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز جیسے اکابر کی کتابوں میں دیکھنی چاہیے یا بعض قلندرانِ اُویسیہ سے پوچھنی چاہیے اور یاد رکھیں کہ سخن کو زبان پر لانا اور بات ہے اور قول کو پیرایہء عمل میں لانا اور بات معرکہء کربلا میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا بدن مبارک تیروں سے چھلنی ہو چکا تھا اور گلزارِ نبوت کے نونہالوں اور دیگر احباب ومخلصین کے مقتول ومجروح اور بھوکا پیاسا ہونے کی وجہ سے اُن کا دل مغموم ومحزون تھا۔ ایسے نازک وقت میں بھی اُنہیں نہ کسی کے ساتھ شکایت تھی نہ حکایت بلکہ بہ اِستقلال تمام اس حال میں بھی نماز ادا فرمائی۔ یہ کام حضرت حُسین ابنِ علی الہاشمی علیہما السلام ہی کا ہے کہ ان سب مصائب کے باوجود شجاعت ہاشمیہ کی مکمل داد دی اور بہادرانہ رجز اشعار زبانِ دُرفشاں سے پڑھتے رہے حتیٰ کہ جان جاناں کو سونپ دی آپ کے رجزیہ اشعار سے چند یہ ہیں۔

اَنَا اِبْنُ عَلِیِّ الطُّھْرِ مِنْ اٰلِ ھَاشِمٍ
کَفَانِیْ بِھٰذَا مَفْخَرًا حِیْنَ اَفْخَرُ

میں حضرت علی کا پاکیزہ فرزند ہوں آلِ ہاشم سے ہوں، مجھے فخر کے وقت یہی فخر کافی ہے۔

وَجَدِّیْ رَسُوْلُ اللہِ اَکْرَمُ مَنْ مَشٰی
وَنَحْنُ سِرَاجُ اللہِ فِی الْاَرْضِ یَزْھَرُ

اور میرے نانا پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں جو سب سے اکرم ہیں اور ہم خدائی چراغ زمین میں روشن ہیں۔

وَفَاطِمَۃُ اُمِّیْ سُلَالَۃُ اَحْمَدٍ
وَعَمِّیْ سَیِّدُ غِیْ ذُوالْجَنَاحِیْنِ جَعْفَر

اور میری والدہ مکرّمہ حضرت فاطمۃ الزہرا جو احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لختِ جگر ہیں اور میرے چچا جعفر ذُوالجناحین کے لقب سے مشہور ہیں۔

وَفِیْنَا کِتَابُ اللّٰہِ اُنْزِلَ صَادِقًا
وَفِیْنَا الْھُدٰی وَالْوَحْیُ وَالْخَیْرُ یُذْ کَر

ہم میں سچی کتاب (قرآن) نازل کی گئی، اور ہم ہی میں ہدایت اور وحی اور خیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

---------- مترجم کہتا ہے کہ ملفوظ ہذا میں حضرت قبلہء عالم مجدد اعظم گولڑوی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ خاندانِ نبوت کی شان بعض قلندرانِ اویسیہ سے پوچھنی چاہیے اس میں خود حضور کی ذاتِ گرامی کی طرف لطیف اشارہ ہے کیونکہ اِصطلاحِ صوفیاء میں اویسی اس بزرگ کو کہتے ہیں جو رُوحانی طور پر کسی بزرگ سے مستفیض ہو گو بظاہر اُن کی مُلاقات نہ ہو اور حضرت قبلہء عالم قدس سرہ کو بھی حضور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے روحانی طور پر فیض حاصل ہے۔

(ملفوظاتِ مہریہ بار اول فارسی ص ۱۵۳ تا ۱۵۴ مطبوعہ صابر پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۳۲)

(ملفوظ نمبر ۱۶۱ ملفوظاتِ مہریہ بار دوم ص ۱۹۴۔ ۱۹۵ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظ نمبر ۱۶۱ ملفوظاتِ مہریہ بار سوم ص ۱۲۰ تا ۱۲۱ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۸۶)

(ملفوظ نمبر ۱۶۱ ملفوظاتِ مہریہ بار پنجم ص ۱۲۰ تا ۱۲۱ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

اہلِ علم بارہ اماموں کے ذکر کو نصب العین بنائیں

امام اہلسنّت حضور اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اچھا کام اگرچہ فی نفسہٖ اچھا ہوتا ہے لیکن اگر خاندانِ نبوت کے افراد اُسے کریں گے تو وہ اور بھی اچھا لگے گا یہی حال بُرائیوں کا ہے اِن حضرات کو وہ کام بالکل نہیں کرنے چاہئیں جو اُن سے حقارت کرنے کا موجب بنیں جو اُمور لوگوں کی نظروں میں معیوب ہوں اُنہیں اُن سے پرہیز کرنا لازم ہے اور افرادِ اُمّت کو چاہیے کہ اُن کی تعظیم واکرام میں کوتاہی نہ کریں۔ قیامت کے روز کسی کو اعمالِ مکسوبہء غیر سے سوال نہ ہوگا۔ بے ادبی اور ناحق شناسی سعادت سے محرومی کا باعث ہیں۔ اہلِ علم کو چاہیے کہ اہلِ بیتِ کرام کے مشاہیر آئمہ دوازدہ علیہم السلام کے مرویہ مناقب وفضائل کو نصبُ العین بنائیں اور خوفِ خُدا کرتے ہوئے ایسی تقریروں سے کنارہ کش رہیں کہ کیا ہوتا اگر حُسین علیہ السلام۔ یزید کی بیعت قبول کرلیتا۔ (معاذ اللہ) بنی اُمیّہ کا تو خاندان ختم ہوگیا، لیکن اُن کے سکّہ کی تاثیر وتصرّف اب تک بھی بعض دِلوں پر اثر انداز ہے۔

تاریخ دانوں پر بات مخفی نہیں کہ بنی اُمیہ کے بادشاہوں کا برتاؤ حضراتِ اہلِ بیت سے بہت ہی بُرا رہا ہے اور وہ ہمیشہ حضراتِ اہلِ بیت کی اہانت میں کوشاں رہے لیکن اس کے باوجود اُنہی مجالس دمعارضات میں ہاشمی فصاحت وبلاغت سے ہمیشہ ذلّت ورُسوائی نصیب ہوتی رہی۔

امام زین العابدین کی بارگاہ میں فرزدق کا نذرانہء عقیدت

ایک دفعہ موسمِ حج میں ہشام ابن عبدالملک نے چند رؤسائے شام کے ساتھ حرم بیت اللہ میں اِستلام حجرِ اسود کے لئے کوشش کی لیکن انبوہِ خلائق کی وجہ سے کامیاب نہ ہوا۔ اس پاک جگہ میں کعبۃ اللہ کا جلال سخت غالب ہے استلام سے ناکامی کے بعد اُس کے ملازمین نے صحنِ حرم میں اُس کے لئے کُرسی بچھادی اس پر بیٹھ کر زائرین کو دیکھتا رہا جب امام ہمام حضرت علی زین العابدین رضی اللہ عنہ حرم میں داخل ہوئے تو بمقتضاء اس شعر کے کہ

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبتِ ایں مرد صاحب دلق نیست

یعنی مرد صاحبِ دلق میں بشریت سے نہیں بلکہ خُدائی ہَیبت ہوتی ہے

خلق کا ہجوم اِن کے راہ سے ہٹ گیا اور اِستلام حجرِ اسود کے وقت لوگوں نے اُن کی پاسِ خاطر اور ادب کی وجہ سے جگہ خالی کر دی اور وہ بڑے آرام اور وقار سے ادائے اِستلام سے فارغ ہوئے۔ اس وقت شامی سردار جو ہشام کے ساتھ سفر میں تھا اُس سے پوچھنے لگا کہ یہ خُوبرو جوان کون ہے جس کے خُورشیدِ جمال سے چاند بھی شرماتا ہے اور اِس شوکت کے باوجود کمال حیاداری اور مسکینی سے شعارِ بندگی رکھتا ہے جس کی خوشبولقا سے بُوئے زندگی آتی ہے۔

ہشام نے اِس خوف سے کہ مبادا امام علیہ السلام کی وقعت اس سردار کے دل میں جاگزیں ہو کہا۔ لااعرفہ (میں اسے نہیں جانتا) اور ساتھ ہی نہایت حیران ہوا کہ باوجود ہماری سعی بسیار کے ابھی تک لوگوں کے دِلوں میں ان کا اتنا اعزاز موجود ہے۔

شعراءِ عرب میں سے فرزدق شاعر نے اُس کی بات سن کر کہا: ان کنت لاتعرفہ فانا اعرفہ۔ (اگر تُو اِن کو نہیں پہچانتا تو میں پہچانتا ہوں) پھر ایک لمبا قصیدہ مناقب میں باوازِ بلند پڑھا دو تین شعر اس قصیدہ کے یہ ہیں!

هذا بن رسول الله ان كنت جاهله

البيت يعرفه والحل والحرم

یہ علی زین العابدین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں ان کو اہلِ بیت حل وحرم پہچانتے ہیں اگر تو ان کو نہیں پہچانتا تو اب پہچان لے کہ:

هذا ابن فاطمة اسد الله والده

بجده انبياء الله قد ختموا

یہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور شیر خدا علیہ السلام کے فرزند ہیں اِن کے نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انبیاء کا سلسلہ ختم ہوا۔

هذا اذا جاء القريش قال قائلهم

الى مكارم هذا الفتىٰ ينتهي الكرم

یہ وہ شخص ہیں کہ قریش ان ہی کے بارے میں کہا کرتے ہیں کہ اس جوان

کے مکارم وفضائل پر کرم کی انتہاء ہے۔

ان عدت اهل التقى فهم ائمتهم
وان قيل من خير خلق الله قيل هم

اگر تُو اسے مخاطب اہلِ تقویٰ کی گنتی کرے تو یہ اُن کے امام ہیں اور اگر خلق اللہ میں سب سے اچھے آدمی کی بابت سوال ہو تو جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ وہی ہیں۔

ہشام نے جب یہ قصیدہ سُنا تو شاعر کو قید کروا دیا۔ حضرت امام زین العابدین نے یہ ماجرا سنا تو بارہ ہزار درہم فرزدق شاعر کے پاس ارسال فرمائے تاکہ وہ دے کر اپنی جان چھڑا لے۔ فرزدق نے وہ درہم واپس کر دیئے اور کہلا بھیجا کہ میں نے یہ کلمات خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لئے کہے ہیں کہ ظالم کے رُوبرو کلمہء حق کہنا مومن مخلص کا شعار ہے۔ امام نے دوبارہ وہ درہم اس کے پاس ارسال فرما دیئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو تیری نیتِ خیر پر جزا دے بے شک یہ کلمات واشعار تو نے طمع اور انعام کے لئے نہیں کہے تھے لیکن ہم بھی ایسے خاندان سے نہیں ہیں کہ اپنے عطیّات اور ہبہ کو واپس لے لیں اِس پر فرزدق نے وہ دراہم قبول کر لیے۔

(ملفوظاتِ مہریہ باراول فارسی ص ۱۵۴ تا ۱۵۶ مطبوعہ صابر پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۳۲)

(ملفوظ نمبر ۱۶۲ ملفوظاتِ مہریہ باردوم ص ۱۹۵ تا ۱۹۶ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظ نمبر ۱۶۲ ملفوظاتِ مہریہ بارسوم ص ۱۲۱ تا ۱۲۲ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۸۶)

(ملفوظ نمبر ۱۶۲ ملفوظاتِ مہریہ بارپنجم ص ۱۲۱ تا ۱۲۲ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

---------حضور اعلیٰ امام المسلمین مجددِ گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ اُن افراد پر پورا صادق آتا ہے جو یزید کو امیر المومنین اور خلیفہ برحق ثابت کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں اور جناب سیّد الشہداء امام حسین علیہ السلام پر بغاوت تک کا الزام دھرنے سے نہیں شرماتے، چنانچہ ایک جدید خارجی محمود عباسی دیوبندی کی کتاب خلافت معاویہ ویزید اور مزید ایک اور خارجی ابو یزید بٹ دیوبندی کی کتاب رشید ابن رشید اس امر کی بیّن دلیل ہے، جس کے خلاف محبانِ آلِ رسول علماء نے متفقہ طور پر آواز اُٹھائی اور تردید میں کتب لکھیں جیسا کہ حضرت علّامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت معاویہ ویزید اور رشید ابن رشید کے رد میں شہید ابن شہید

کتاب لکھی۔ یہ حضورِ اعلیٰ خواجہ غریب نواز ثانی پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ بہت عرصہ پہلے اس خارجی یزیدی گروہ کی نشاندہی فرما دی:۔

سبِ صحابہ (صحابہ کو بُرا کہنے) کی تردید مسلک معتدل کی تلقین

ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض شیعہ حضرات اپنے عقیدہ میں نہایت غلو کرتے ہیں اور اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں ناشائستہ کلمات کہتے ہیں۔ فرمایا! افراط وتفریط سے پرہیز کرنا چاہیے۔ خیر الامور اوسطھا۔ راہ حق بین بین ہے۔ سبّ (بدگوئی) بنی اُمیہ کی سُنّت ہے خلفاء اربعہ کی خلافت کے زمانہ میں خلفاء کے درمیان ایسے اطوار نے راہ نہیں پایا تھا کیونکہ ان کے کام مطابق فرمودہٗ الخلافة من بعدی ثلاثون سنة ۔ (خلافتِ راشدہ میرے بعد تیس سال ہوگی) واقع ہوئے ہیں اور وہ اہلِ ایمان کی جانب سے بطریقہء اولیٰ ظنِ خیر کے مستحق ہیں۔ پس ان کا کام وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (سورۃ شوریٰ آیت ۳۸) سے خارج نہیں سمجھنا چاہیے۔ گروہِ اہلِ محبت وعشق کو جگر گوشہ ہائے نبوت کی فرطِ محبت سے جان پُر از غم اور دل غیر سے خالی رکھتے ہیں اُنھوں نے یہ سبّ وشتم کی راہ نہیں پکڑی تبرّیٰ اور سب وشتم کو محبتِ حسین سے کیا واسطہ؟ ایسی غلط روایات کی طرف ہرگز التفات نہیں کرنا چاہیے جن سے کتاب وسُنّت کی ذرّہ بھر خوشبو بھی دماغ میں نہیں پہنچتی اور انہیں آئمہ اثناء عشر (بارہ اماموں) کی طرف منسوب کرنا بھی ایک قسم کی بے ادبی ہے اہلِ سُنّت وجماعت وعلمائے زمانہء حال کو چاہیے کہ ذُرّیتِ رسول کی اہانت نہ کریں۔

کمالات علی اور بارہ اماموں اور عترت کی فضیلت کا بیان

غور کرنا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کیا ہی اچھا کہا ہے:

لولا علی لهلك عمر ۔ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ خیبر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جھنڈا (نشان) اُس شخص کے حوالہ کروں گا کہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ جو اللہ ورسول سے محبت کرتا ہے اور جس کو اللہ ورسول پیارا جانتے ہیں۔ پھر طویل خطبہ پڑھا جس کی ابتداء اس طرح ہے۔

الحمد لله علی آلائه فی نفسی والحمد لله علی بلائه فی اهل بیتی۔
خدا کی حمد ہے جس نے مجھے نعمتیں عطا کیں اور خدا کی حمد ہے جس نے میری اہل کو ابتلا میں ڈالا اور آخر میں فرمایا!

مَنۡ كُنۡتُ مَوۡلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوۡلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنۡ وَالَاهُ وَعَادِ مَنۡ عَادَاهُ۔

جس کا میں مولا ہوں علی اُس کا مولا ہے اے اللہ جو علی کو دوست رکھے اس کو دوست رکھنا اور جو علی کے ساتھ عداوت کرے اُس کے ساتھ دشمنی کا معاملہ کرنا۔

ایک اور موقعہ پر حضرت علی علیہ السلام کی شان میں فرمایا! **واقضا کم** ۔تم میں سے اچھا فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو علم تفسیر میں بحرِ ذخار تسلیم کئے ہیں فرمایا کہ مشکلاتِ قرآن اور اسرار و رموز آیات متعلقہ علوم مخفیہ میں میرے ماخذ و معلم حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

جس کو جو ملا آلِ رسول سے مِلا

آئمہ مجتہدین کے فیوضات و برکات بھی اسی خاندانِ عالی شان سے ہیں چنانچہ امام دار الہجرت حضرت مالک رضی اللہ عنہ اور امام عظیم الشان ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ دونوں امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں سے ہیں۔امام شافعی رضی اللہ عنہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سند رکھتے ہیں۔ہر فیض جو اُمت کو ملا ہے ان امجاد خیر العباد علیہم السلام سے ملا ہے نہ اپنے آباؤ اجداد سے۔

حدیث شریف مثل اهل بیتی کسفینة نوح من رکبها نجا میرے اہلِ بیت کی مثال کشتئ نُوح کی طرح ہے اور اس میں جو سوار ہوا نجات پائی ، اِسی امر کی طرف اشارہ کرتی ہے اہلِ حق کا اس کشتی میں سوار ہونا اُن کے لئے مُوجبِ نجات ہے اس اثناء میں ایک شخص نے عرض کیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ہمعات اور العقیدة الوضیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ آئمہ عترت نسبتی قطب ہیں۔ان کی نسبت تقویٰ وطہارت وتزکیہ نفوس زہد کی نسبت ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی یہی نسبت تھی۔قدرے تبسم کر کے ارشاد فرمایا کہ شاہ صاحب نے واقعی کیا ہی اچھا فرمایا ہے پھر فرمایا کہ ذرّیتِ اہلِ بیت کے حق میں بھی ادب اور خُوش اعتقادی رکھنی چاہیے جب قیامت میں تمام صالحین کی ذرّیت و اولاد اُن کے ساتھ منسلک کی جائے گی تو حضور خاتم الانبیاء والمرسلین کی اولاد کیسے محروم رہے گی۔آخرت کے اسرار و رموز غیب میں ہیں اور حق تعالیٰ نے یہ کام اپنی تفویض میں رکھا ہوا ہے ہم کو کسی پر گماشتہ نہیں چھوڑا گیا ہمیں چاہیے کہ اپنی حد پہچانیں اور اُس سے آگے نہ بڑھیں۔

(ملفوظاتِ مہریہ باراول فارسی ص ۱۵۶ تا ۱۵۷ مطبوعہ صابر پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۳۲)

(ملفوظ نمبر ۱۶۳ ملفوظاتِ مہریہ باردوم ص ۱۹۸ تا ۲۰۰ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظ نمبر ۱۶۳ ملفوظاتِ مہریہ بارسوم ص ۱۲۲ تا ۱۲۴ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۸۶)

(ملفوظ نمبر ۱۶۳ ملفوظاتِ مہریہ بارپنجم ص ۱۲۲ تا ۱۲۴ طبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

بارہ اماموں کی فضیلت موہوبی تک کوئی نہیں پہنچ سکتا

فضائل اہلِ بیت رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ ہوا فرمایا آئمہ اہلِ بیت کرام علیہم السلام کی نعمتیں موہُوبی ہیں اور باقی لوگوں کی کسبی۔کارخانہ کسبی کبھی موہُوبی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اب بھی اگر اس پاکیزہ نسل کا کوئی فرد اشغال واذکارِ الٰہیہ میں مشغول ہو تو اللہ کے فضل سے دوسرے لوگوں کی نسبت بہت جلد اور زیادہ فائز المرام ہوگا۔

-------- حضور اعلیٰ ماموری من الرسول پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: آلِ رسول کی فضیلت وہبی ہے کسبی نہیں۔وہبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور کسبی محنت مشقت کر کے حاصل ہوتی ہے،

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سادات کرام کو یہ شرف حاصل ہے کہ نماز میں درود ابراہیمی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اُن پر درود پڑھا جاتا ہے:

اللھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد

کسی پٹھان، شیخ وغیرہ کسی قوم کو درود میں داخل نہ فرمایا گیا سوائے اس خاندان شریف کے

یوں سمجھو کہ اس خاندان کی تعظیم نماز میں داخل ہے، معلوم ہوا کہ تمام خاندانوں سے افضل یہ خاندان ہے حضرت طلحہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فصد کا خون بے ادبی کے خوف سے پی لیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: اب تمہارے پیٹ میں درد نہ ہوگا اور تمہیں اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خون شریف پیٹ میں پہنچنے سے یہ اثر ہوا تو جن کا خمیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خون شریف سے ہو اُن کی عظمت کا کیا پوچھنا۔ (سبحان اللہ)

(طہارتِ نسب رسول ص 10)

اُستاذی المکرم مناظر اسلام مفتی محمد حنیف قریشی صاحب فرماتے ہیں کہ: ایک عالمِ دین نے محنت کر کے علم حاصل کیا اور اُس کے سر پر ٹھوکر لگی اُس کا علم زائل ہو گیا اب اُس کو جو بھی فضیلت ملی تھی وہ زائل ہو گئی۔ اور ایک سید کو جو فضیلت وہبی عطا ہوئی ہے وہ اُس سے کبھی جُدا نہیں ہو گی سید اگر پاگل بھی ہو جائے سید ہی رہے گا۔ یہ فضیلت زائل نہیں ہو گی تو پتہ چلا عالمِ دین کے پاس فضیلت عارضی تھی اور سید کے پاس فضیلتِ دائمی، فضیلتِ دائمی فضیلتِ عارضی پر فوقیت رکھتی ہے۔ ایک امام صاحب کے پاس ایک بندہ آیا اُس نے پوچھا سید افضل ہے یا عالمِ دین؟ تو امام نے جواب دیا کہ تو مجھے ایک سو جاہل دے میں اُن کو عالمِ دین بنا دوں گا۔ اور میں تجھ کو ایک غیر سید دیتا ہوں تو مجھے سیّد بنا کے دِکھا۔

قارئین محترم: پتہ چلا کہ سادات کرام پر کسی کو بھی فضیلت نہیں اور یہ اُن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل ہے:۔

ناطقِ قُرآن

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں مشکل مسائل کے حل میں سب کو مولائے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کی ضرورت پڑتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قضایا مشہور ہیں۔ جب گروہِ خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بحث کیلئے آئے تو قرآن مجید سامنے لا کر حیلہ بازی سے اُس میں سے غلط اِستدلال کرنے لگے، حضرت مولا علی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ قرآن جو آپ نے اُٹھا رکھا ہے صامت یعنی محتاجِ تفسیر ہے اور علی قرآن ناطق یعنی قرآن کریم کی تفسیر تم لوگوں کی نسبت ہم زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں کیونکہ قرآن مجید خاندانِ نبوت میں نازل ہوا ہے نہ

خارجیوں کے گھر۔ پس اہلِ تفسیر ہم ہیں نہ کہ تم۔ بالآخر جملہ خوارج بحث میں عاجز آ کر رہ گئے۔

سید الشہداء امام حسن اور یہودی کا واقعہ

ایک دن سید الشہداء حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں بارادۂ تفریح پاکیزہ لباس پہن کر گھوڑے پر سوار جنگل کی طرف جا رہے تھے۔ ایک یہودی نے جو کہ ذلّت اور مسکنت میں مبتلا تھا۔ عرض کیا کہ اے حسنؓ مجھے آپ کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ الدنیا سجن المومن وجنة الکافر۔ (دُنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنّت ہے) کیونکہ میری حالت دیکھیں۔ میں آپ کے مذہب کی رُو سے کافر ہوں مگر مجھے یہ غربت اور مسکینی دامن گیر ہے۔ اور آپ جو اپنے آپ کو مومن جانتے ہیں ایسی رفاہیت اور آسودگی میں زندگی گذار رہے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نانا کا فرمُودہ عین حق ہے لیکن تم پر چونکہ کفر اور جہالت محیط ہے اور فہم وعلم نہیں۔ اس لئے اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ اب اس فرمان کا مطلب میری زبان سے سُن تو مجھے جس فانی آسودگی میں دیکھتا ہے یہ بہ نسبت نعمت ہائے جاودانی اُخروی جو میرے لئے تیار کی گئی ہیں ہیچ ہیں اور دیدارِ الٰہی کی نعمتِ عظمیٰ اور انواع واقسام کے منازل ومقامات کے مقابل یہ جہان گویا قید خانہ ہے اور کفّار کے لئے جو طبقاتِ جہنم عالم اُخروی میں تیار ہوئے ہیں از قسمِ عذابِ شدید وماء صدید وغضبِ خدا وحرمان مدیدان کی نسبت تمہاری موجودہ حالت تمہارے حق میں بہشت کی مانند ہے یہ سُن کر یہودی خاموش ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد طاہرہ کے اس طرح کے کئی فضائل وکمالات اہلِ کشف وشہود پر ثابت ہیں۔

کیا جانیں گے اے ذوقؔ بجز خاص عوام
اعلیٰ جو علی کی ہے اِمامت کا مقام
جو لوگ صفِ اول میثاق میں تھے
پوچھے کوئی اُن سے کہ وہ کیسا تھا اِمام

اہل اللہ کے بیشتر فتوحات اور کرامات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دستِ کرامت کی عطا ہیں لیکن چونکہ نُور اور ظلمت کی آمیزش نہیں ہو سکتی ایسا ہی تبرّا وبغض صحابہ کو حبِ علی سے کیا

نسبت۔ محبت ایک معنی ہے جو اہلِ ایمان کے سویدا دل میں جا گزیں ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ ذوق دہلوی نے کیا خُوب کہا ہے!

اے ذوقؔ نہ کر نُور سے آمیزشِ ظلمت
کیا کام تبرّا کو تولاّئے علی سے

(ملفوظاتِ مہریہ باراول فارسی ص ۱۰۵۔۱۰۶ مطبوعہ صابر پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۳۲)

(ملفوظ نمبر ۸ ۷ ملفوظاتِ مہریہ باردوم ص ۱۱۸ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظ نمبر ۸ ۷ ملفوظاتِ مہریہ بارسوم ص ۷۳ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۸۶)

(ملفوظ نمبر ۸ ۷ ملفوظاتِ مہریہ بارپنجم ص ۷۳ طبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

سادات سے مودت واحسان کرو

اہلِ بیت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل میں تذکرہ ہوا۔ فرمایا! اہلِ بیت النبی کے ساتھ ہرگز عداوت نہ رکھنی چاہیے کیونکہ اس گروہ پاک کی مخالفت مُوجبِ بے برکتی اور خلافِ ارشاداتِ قرآن وحدیث ہے۔ ہمیں کسی کے نسب اور کسب کے متعلق تجسس سے کام نہیں۔ ہمیں تو صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا ادب اور سلام ہے یہ تو صحیح ہے کہ کسی کو دوسرے کے اعمال مکسوبہ سے نہ پوچھا جائے گا لیکن فلا تدخل بین اللہ وبین العباد یعنی اللہ اور اُس کے بندوں کے معاملہ میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔

قرآن کریم میں مودّۃ قُربیٰ کا حکم ظاہر ہے اِس لئے اہلِ بیت کرام علیہم السلام کی خدمت اور اُن کے ساتھ احسان کرنا بہ نسبت دوسرے لوگوں سے احسان کرنے کے مردمانِ اُمت کے حق میں بہتر واحسن ہے۔

سادات کی تعظیم کرو اگرچہ خطا کار ہو

صاحبِ فصوص لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ عاکفانِ کعبہ جلال سے تھا اور عرصۂ دراز سے مکہ معظمہ میں رہائش پذیر تھا وہ شریف مکّہ کے ساتھ (جو ہمیشہ قومِ سادات سے ہوا کرتے ہیں) اُس کی چند خامیوں کی بناء پر دل میں مخالفت رکھتا تھا۔ ایک دن اپنے وارداتِ رُوحانی میں کیا دیکھتا ہے

کہ سیّدہ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُس کی طرف توجّہ نہیں فرمائی اور اس سے اعراض کر کے گُذر فرمایا۔ اُس نے کمال عجز و نیاز سے عرض کیا کہ اس بندہ سے کیا خطا صادر ہوئی؟

حضرت سیّدۃ النساء نے فرمایا کہ تُو میرے فرزند سے جو شریفِ مکہ ہے نزاع رکھتا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ یہ معاملہ میری نفسانیت کا نہیں بلکہ اس کی بعض غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ہے۔ فرمایا! اگرچہ خطا کار ہے لیکن میری ذرّیت سے ہے تجھ کو میری اولاد کی پاسداری ضروری تھی پس وہ بزرگ تائب ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔

سادات کو تنبیہ

پھر فرمایا: میں دوسری جانب سادات کو یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ وہ محض اپنے نسب پر بھروسہ نہ کیا کریں اور محض اس امر کو اپنا ذریعہ نجات نہ جانیں اور مسئلہ عدم سوال از انتساب اور روزِ حساب میں سوال اعمال و اکتساب سے بھی اُنہیں بخوبی تنبیہ کرتا ہوں۔

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۱۲ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵ء)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۶۹۔ ۷۰ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷ء)

غیر کفو میں سیّدہ کے نکاح کا حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اما بعد میگوید محب سادات عظام وعلماء کرام ملتجی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ کہ امروز بتاریخ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ سید محمد شاہ صاحب وسجاول شاہ صاحب ازیں بے ہیچ مستفسر مسئلہ ذیل گشتند وتحریرات عدیدہ علماء کرام اندریں بارہ ملاحظہ کنانیدند فاجبت وعلیہ التکلان وما ابرء نفسی۔

ترجمہ! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اُس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور آپ کی آل اور اصحاب پر بھی۔ اس کے بعد کہتا ہے۔ سادات عظام سے محبت رکھنے والا اور علماء کرام سے محبت رکھنے والا اللہ کی بارگاہ میں التجا کرنے والا جو مہر شاہ کے نام سے پکارا جاتا ہے اللہ اُسے معاف کرے کہ آج بتاریخ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ سید محمد شاہ صاحب وسجاول شاہ صاحب اس بے ہیچ کے پاس درج ذیل مسئلے کے بارے میں استفسار کرنے کے لئے آئے اور علمائے کرام کی متعدد تحریریں اس بارے میں مجھے ملاحظہ کرائیں پس میں نے جواب لکھا اللہ پر توکل کرتا ہوں اور اپنے نفس کی براءت نہیں کرتا۔

الاستفتاء

چہ فرمائیند علمائے دین ومفتیان شرح متین اندریں مسئلہ کہ مسمی محمد خان ساکن ملہوٹ از قوم ڈھونڈ حسبِ اجازت وحکم مولوی عبدالحق ساکن ملہوٹ بہ یکے از ہاشمیات سیّدات فاطمیات عقد نکاح وازدواج نمود غیر مسترضی من احد من الولاۃ القریبیۃ او البعیدۃ هل یجوز هذا النکاح ام لا؟

نکاح جائز نہیں

نکاحِ مذکورہ جائز نیست ومفتی بجوازہ نہ تنہا بر ولاۃ سیدہ ظلم روا داشتہ بلکہ بر کافۂ اہلِ اسلام کہ بمقتضائے آیت

قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

(سورۃ شوریٰ آیت ۲۳)

بفحوائے حدیث لا یومن احد کم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

(صحیح بخاری ج ۱ الکتاب الایمان ۷)

مودت وحبِ قرابتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بر خود فرض واز اصولِ ایمان مے شمارند۔ جور بے حد وستم بعید نمودہ چہ پُر ظاہر است کہ در صحتِ نکاح سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ در غیر کفو بناء علی المودۃ فالمحبۃ المذکورۃ ہزار ہادل بوجہ ہتک حرمتِ اہلبیت علیہم السلام رنجیدہ وشکستہ خواہند بود متون فقہ مملو اند ومشحون از عدم ایں چنیں نکاح لعدم کفاءۃ۔

العجمی لایکون کفواً للعربیۃ ولو کان عالما او سلطانا وھو الاصح "در مختار" ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان۔

(در مختار ج ۱ ص ۱۹۱)

پس در صورتِ مسطورہ صحبت صحبتِ زنا خواہد بود لہٰذا بر اہلِ اسلام لازم کہ سیّدہ را از عجمی جدا کنانند ومفتی صاحب را واجب کہ آئندہ باہم چنیں افتاأت کہ مستلزم ہتک وحرمت وشانِ اہلِ بیت باشند توجہ نہ نماید ومتمسک نباشد۔ بدینکہ سیادت قطعیہ نیست۔

فان عدم قطعیۃ السیادۃ لا یستلزم قطعیۃ عدم السیادۃ فرائحتھا تکفی مصادرۃ فی موجبات الھتك علی المحب اعاذنا اللہ منہ فکیف حال الوادو قد طلب صلی اللہ علیہ وآلہ ولم منا المودۃ فی قرابتہ قال العامری۔

احب لحبھا السودان حتیٰ
احب لحبھا سود الکلاب

وقال الشیخ الاکبر قدس سرہٗ الاطھر فی ھذا المعنی

احب لحبك الحبشان طراً
واعشق لاسمك البدر المنیر ا

قیل کانت الکلاب السودتنا وشہ وھو یتحبب الیھا عنی المجنون

فهذا فعل المحب فی حب من لا تسعده محبته عند الله ولا تورثه القربة من الله فهل هذا الا من صدق المحبة وثبوت الودّ فی النفس ولو صحت محبتك الله ولرسوله صلی الله علیه وآلہ وسلم احببت اهل البیت رسول الله صلی الله علیه وآلہ وسلم ورأیت کل مایصدر منهم فی حقك مما لا یوافق طبعك ولا غرضك انه جمال تتعم بوقوعه منهم فتعلم عند ذالك ان لك عنایة عندالله الذی احببتهم من اجله (الی ان قال) والله ما ذاك الا من نقص ایمانکم ومن مکرالله بك واستدراجه ایاك من حیث لا تعلم وصورة المکران تقول وتعتقد انك فی ذالك تذب عن دین الله وشرعه

(فتوحاتِ مکیہ ج ۱ ص ۳۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)

والسلام خیر ختام

العبد الملتجی الی الله المدعو بمهر علی شاه عفی عنه الله

نکاحِ سیدہ کے متعلق حضور اعلیٰ سیدنا پیر مہر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی تحریر کا عکس

نکاحِ سیدہ کے متعلق حضور اعلیٰ سیدنا پیر مہر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی تحریر کا عکس

استفتاء

الجواب وهو الملهم للصدق والصواب

نکاحِ سیدہ کے متعلق حضور اعلیٰ سیدنا پیر مہر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی تحریر کا عکس

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی محمد خان ساکن ملھوٹ نے مولوی عبدالحق ساکن کے حسبِ حکم واجازت ایک سیّدہ ہاشمیہ فاطمیہ سے نکاح کیا ہے اور کسی قریبی اور بعیدی ولی کی رضامندی اس پر نہیں۔ کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب وھوالملھم للصدق والصواب

نکاحِ مذکورہ جائز نہیں اور جواز کا فتویٰ دینے والے نے فقط سیّد مذکورہ کے ورثاء پر ظلم نہیں کیا بلکہ تمام اہلِ اسلام پر بھی ظلم کیا ہے کیونکہ حسبِ ارشادِ الٰہی اور حدیثِ مذکورہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ قرابت سے محبت رکھنا تمام اہلِ اسلام اُصولِ ایمان سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نکاحِ مذکورہ کی صورت میں محبتِ مذکورہ کی وجہ سے ہزارہا دل اہل بیت علیہم السلام کی ہتک حرمت سے رنجیدہ ہوں گے اور تمام متون فقہ اس قسم کے نکاح کے عدم جواز پر متفق ہیں کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں ہے جیسا کہ درمختار سے نقل ہوا۔

اہلِ اسلام پر لازم ہے

پس صورتِ مذکورہ میں یہ صحبت زنا ہوگی، لہٰذا اہلِ اسلام پر لازم ہے کہ سیدہ کو عجمی سے جُدا کرائیں اور مفتی پر لازم ہے کہ آئندہ اِس قسم کے فتوؤں سے اجتناب کرے جن میں ہتک حرمت اہلِ بیت کرام ہو اور یہ وجہ پیش نہیں کرنی چاہیے کہ سیدہ کا اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہونا یقینی نہیں۔ کیونکہ اگر اس امر کا یقین نہیں تو یہ یقین کہاں سے حاصل ہوگیا کہ وہ غیر سیدہ ہے۔

سیادت کی بو بھی محبت والے پر ہتکِ حرمت سے مستوجبِ سزا ہونے کے لئے کافی ہے، خدا کی پناہ۔ چہ جائیکہ مدعیٔ مودّت ایسا کرے۔

قیس بنی عامر کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کی محبت میں سیاہ حبشیوں سے محبت کرتا ہوں حتیٰ کہ سیاہ کتوں سے بھی۔ لہٰذا اہلِ ادب کے لئے تھوڑی سی نسبت بھی کافی ہے۔

شیخ اکبر کا ارشاد

چنانچہ حضرت شیخ محی الدین اکبر اسی بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سیاہ کتے مجنوں کو

تکلیف پہنچاتے تھے مگر وہ ان سے محبت کرتا تھا کیونکہ اس کی معشوقہ لیلہ کے نام لیل یعنی رات سے مناسبت تھی جو سیاہ ہوتی ہے حالانکہ یہ محبت خدا کے نزدیک کچھ مفید نہیں۔

پس اہلِ بیت کرام علیہم السلام کی محبت اور مودت جس کا امر ہمیں سرکارِ مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہوا اور جو ہمیں خدا کے نزدیک مفید ہے اس کی کم از کم اتنی رعایت تو لازم ہے جتنی ایک مجازی محبت والا کرتا ہے پس اگر تیری محبت اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی ہے تو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلِ بیت کو دوست رکھے گا اور ان سے جو امر تیری طبع کے خلاف واقع ہوگا اسے یہ سمجھتے ہوئے کہ تقدیر الٰہی ایسے ہی تھی۔

اہلِ بیت کو تکلیف دینا

اہلِ بیت علیہم السلام سے تکلیف پہنچنے میں لذت محسوس کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی عنایت سمجھے گا جس کی وجہ سے تُو نے اہلِ بیت علیہم السلام سے محبت کی۔ پھر حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اہلِ بیت کی حُرمت کا خیال نہ کرنے میں مکرِ الٰہی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تیرا خیال ہو کہ میں دینِ الٰہی کی حفاظت کر رہا ہوں۔

(فتاویٰ مہریہ شریف ص ۲۰۰ تا ۲۰۳ مطبوعہ گولڑہ شریف بار پنجم ۲۰۱۰)

نکاحِ سیدہ کے بارے میں عارفِ کھڑی میاں محمد بخش علیہ الرحمہ کا سوال اور مجدد گولڑوی کا جواب

ایک دفعہ مجدد اعظم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ علاقہ بکڑالہ تشریف لے گئے وہاں کے علاقہ دار و رئیس بکڑالہ راجہ محمد خان نے حاضر ہو کر میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کھڑی والے کی طرف سے سلام پیش کیا اور ایک سیدہ کے ساتھ غیر سید کے نکاح سے متعلق جواز کے ایک فتوے کا ذکر کیا۔ جو موضع چکڑالی میں ایک ایسے واقعے کے بعد بعض علماء نے دیا تھا اور خدشہ ظاہر کیا کہ ایسے فتوے سے دنیا میں طوفانِ بے ادبی پیدا ہوگا، قبلہ ءعالم نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا کہ ایسے بے ادب گستاخ ہمارے پاس آنے کا حوصلہ نہیں رکھتے جو لوگ عترت نبوت سے بے ادبی کرتے ہیں وہ

ازلی بد بخت ہیں نہ وہ ہمارے پاس آتے ہیں اور نہ ہی ہم انہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ مفتی صاحبان بھی عجیب ہیں اگر کوئی شخص لفظ عالم کو بصیغہ تصغیر عویلم پڑھ دے یا علماء کے جوتوں کی توہین کر دے تو ایسا کرنے پر وہ فوراً کفر کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں مگر سفینہ محمدی کی بے حُرمتی کرنے والے کو وہ کچھ نہیں کہتے ، حالانکہ علماء شرف بہ وصف علم ہے جو ذاتی نہیں اور بغیر عمل کے اس کی کوئی وقعت نہیں اس کے برعکس اہلِ بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف ذاتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انتساب کی وجہ سے انہیں موہوب ہوا۔ مذکورہ بالا ملفوظ کا یہ جملہ کہ ایسے بے ادب گستاخ ہمارے پاس آنے کا حوصلہ نہیں رکھتے جو لوگ عترت نبوت سے بے ادبی کرتے ہیں وہ ازلی بد بخت ہیں۔ سید زادی کے غیر سید کے نکاح کے بارے میں حضور اعلیٰ گولڑوی کے مئوقف کو نصف النہار کی طرح واضح کرتا ہے۔

(ملفوظات مہریہ ملفوظ نمبر 181)

میاں محمد بخش کا ردعمل

----------قارئین محترم! حضور اعلیٰ مجدد گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوے کے بعد میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ردعمل ملاحظہ فرمائیں:

نکاح سیدہ کے غیر سید کے جواز کے قائلین کے ساتھ رومی کشمیر عارف کھڑی علیہ الرحمہ کا سلوک محبوب علی فقیر قادری حجروی عارف کھڑی کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ (میاں محمد بخش) رحمۃ اللہ علیہ برائے زیارت موئے مبارک جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، بمقام جانی چک ضلع گجرات تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہمیشہ موضع دھنی قیام فرمایا کرتے تھے موضع دھنی کے کسی بے ادب اور نابکار شخص نے ایک سید زادی کی عصمت پر حملہ کیا۔ (سید زادی سے نکاح کیا۔) اور باشندگان دھنی نے اُس سے تعلقات منقطع نہ کیے اس پر محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے سرزمینِ دھنی میں اپنا پاک قدم رکھنے سے پرہیز فرمایا حالانکہ موضع دھنی میں بہت سے لوگ آپ کے عقیدت مند تھے مگر آپ نے اس گستاخی اور نازیبائی کو ملحوظ فرماتے ہوئے اس موضع کی طرف رُخ نہ کیا۔ مندرجہ بالا واقعہ میں جہاں عارفِ کھڑی کی آلِ محمد سے گہری محبت کی جھلک نظر آتی ہے اسی طرح سید زادی کے غیر سید کے نکاح کے عدم جواز کے بارے میں آپ کے مئوقف کی وضاحت ہے کہ جس بستی میں ایسی بے ادبی واقع ہوئی آپ نے اُس بستی میں قدم رکھنا بھی گوارا نہ کیا۔

نکاح سیدہ کے عدم جواز پر سلطنتِ عثمانیہ کے مفتی عمر بن سالم العطاس کا ایک سو بیس سالہ پرانا تحقیقی فتویٰ

پیشِ نظر فتویٰ دراصل مفتی عمر بن سالم العطاس کے عربی زبان میں فتویٰ کا اردو ترجمہ ہے۔ آپ نے یہ فتویٰ آج سے تقریباً ایک سو بیس سال قبل 1323ھ رقم کیا اس فتویٰ میں سیدہ کا نکاح غیر سید سے کرنے کے عدم جواز پر قرآن وسُنت اور فقہ کی روشنی میں دلائل دیئے گئے ہیں۔ اس فتویٰ میں تحریر قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سلطنتِ عثمانیہ میں سُلطان عبدالحمید خان نے حکومتی سطح پر سیدہ کا نکاح غیر سید سے منع کر دیا تھا یعنی یہ حکم قانونی طور پر سلطنتِ عثمانیہ کا حصہ تھا اور نافذ العمل تھا۔ عوام وخواص کے لئے اس کا ترجمہ اُردو میں پیشِ خدمت ہے۔

تزویج الشریفة بغیر شریف وفضلِ اهلِ بیت

آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جو شرائف (سید زادیاں) کی شادی ان سے کرنے کو حلال سمجھتا ہے جو اشراف (سادات) میں سے نہ ہوں بلکہ ان میں سے کوئی یہ گمان کرتا ہو کہ اگرچہ وہ ہاشمی یا مطلبی یا قریش کے بقیہ افراد میں سے ہو تو کیا ان شرائف سے نکاح کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب واللہ اعلم بالصواب

جواب ! جان لو نکاح میں کفو کی حفاظت کرنا واجب ہے اور اس کے نسب میں چار درجات ہیں۔''

پہلا: عرب کا کفو۔ ان کے علاوہ عجم میں سے کوئی (ان کا کفو) نہیں ہے۔

دوسرا: قریش کا کفو۔ ان کے علاوہ بقیہ عرب میں سے کوئی (ان کا کفو) نہیں ہے۔

تیسرا: بنو ہاشم اور بنو مطلب کا کفو۔ ان کے علاوہ قریش کے بقیہ افراد میں سے کوئی نہیں ہے۔

چوتھا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولادِ امجاد حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا کفو۔ان کے علاوہ بنو ہاشم میں سے کوئی (ان کا کفو) نہیں ہے۔

اور اس پر دلیل مسلم کی خبر ہے جیسا کہ تحفہ اور نہایہ وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث 8221)

اور احادیث میں جو عرب قریش اور بنی ہاشم کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور ابن حجر نے تحفہ میں رملی نے نہایہ میں فرمایا کہ اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کفو ان کے علاوہ بنی ہاشم کے بقیہ افراد میں سے کوئی نہیں۔ کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کی اولاد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کفو وقف اور وصیت وغیرہ میں منسوب کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اس کی تصریح کی ہے (انتہیٰ)

کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں جیسا کہ قصۂ مباہلہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ

(آلِ عمران آیۃ ۶۱)

ترجمہ تو آپ فرمادیں کہ آجاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی (ایک جگہ) بُلا لیتے ہیں۔"

بے شک یہ بات وارد ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود باہر تشریف لائے اور آپ کے ساتھ امام حسن اور امامِ حُسین اور حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حاکم نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "ہر ماں کے بیٹوں کے لئے عصبہ (باپ کی جانب سے رشتہ دار) ہوتے ہیں سوائے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے پس میں فاطمہ کے بیٹوں کا ولی اور عصبہ ہوں۔"

(المستدرک علی الصحیحین رقم الحدیث ۴۷۵۴)

اور ترمذی نے از اسامہ تخریج کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور حُسین رضی اللہ عنہما کو ایک دن اپنی مبارک رانوں پر بٹھایا اور فرمایا کہ!

یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور تُو بھی ان سے محبت فرما۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۷۰۲)

اور طبرانی اور دیگر نے تخریج کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ! ہر ماں کے بیٹے خود کو اپنے باپ کے رشتہ داروں کی جانب منسوب کرتے ہیں سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے۔ پس میں اُن کا ولی ہوں اور عصبہ ہوں۔"

(المعجم الکبیر رقم الحدیث ۲۵۶۶)

پس شارع کا قول نص ہے اور اس پر نبوت کے احکام، اشخاص اور ارواح میں مترتب ہوتے ہیں جیسے امامِ حسن اور حسین اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کی وجہ سے ان کا شرف والا ہونا جیسا ان پر درود پڑھنے کا وجوب اور ان کا داخل ہونا آیتِ تطہیر میں اور ان کو زکوٰۃ کا دینا حرام ہونا اور امت پر ان کی محبت کا فرض ہونا وغیرہ وغیرہ۔ پھر جان لو کہ شرف کی دو اقسام ذاتی اور صفاتی۔ اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شرف ذاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے لئے ہے۔ پس جیسا کہ ذاتِ نبوت اپنے وجود کے اعتبار سے اللہ کی اختیار کردہ ہے جس کو اللہ نے ہر محمود صفت کا معدن بنایا ہے اور اس سے وہ اس کی شاخوں میں سرایت کرتا رہا جو معدن میں اس کا مظہر ہیں اور اس کے ساتھ جلیل کبیر نے کمال تطہیر میں ان کے لئے مبالغہ فرمایا جیسا کہ فرمایا!

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا

(الاحزاب آیت ۳۳)

ترجمہ! اے اہلِ بیتِ رسول تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دور کردے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کردے۔"

نہ اپنے کسی عمل کی وجہ سے جس کو انہوں نے کیا ہو اور نہ ہی کسی نیکی کی وجہ سے جس کو

انہوں نے آگے بھیجا ہو بلکہ ان کے لیے اللہ کی عنایت کے سبقت لے جانے کی وجہ سے۔ پس بضعہ نبویہ کی تاثیر ادراک اکابر اولیاء جو ان میں سے نہ ہوں نہیں کر سکتے۔ اگر چہ وہ قیامت تک اس کے لیے جدوجہد کرتے رہیں اور اسی راز کے لیے اللہ نے فرمایا کہ:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

آپ فرما دیجئے میں نہیں مانگتا اس (دعوتِ حق) پر کوئی اجرت سوائے قربت کی محبت کے۔

پس جب تم نے جان لیا اور تمہارے لیے یہ واضح ہو گیا کہ مقام ذاتِ نبوت اور اس کی قدر کا ادراک نہیں کیا جا سکتا اور تم نے جان لیا کہ کفایت عرب کے نزدیک بلکہ دیگر کے نزدیک بھی ایک ایسا امر ہے کہ جس کی حفاظت کی جاتی ہے اور شرع میں ان کی عادت کے موافق حکم آیا ہے اور تم نے جان لیا کہ ادنیٰ کا شادی کرنا کسی ایسے کے ساتھ جو اس کا کفو نہ ہو یہ اس کے عصبہ کے لیے عار بنتا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ یہ عار شرائف کی شادی کے بغیر اشراف سے کرتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام تک پہنچتی ہے۔

تمہارے لیے یہ بات متحقق ہو چکی ہے کہ بے شک اس کی اجرات کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اولاد کے لیے ایذاء کا سبب ہے اور ایذاء عار دلانے سے زیادہ عظیم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"میرے اہلِ بیت کو ایذاء نہ دو، جس نے میرے اہلِ بیت کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذاء دی۔"

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"میری حفاظت میرے اہلِ بیت میں کرو۔"

پس ان کو ایذا دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس کو حلال سمجھنا کفر ہے۔

پس غیر سیّد کی شادی سیّدہ سے کرنا جائز نہیں اور اگر چہ وہ سیّدہ راضی ہو اور کفائت کو ساقط کر دے یا اس کا ولی راضی ہو کیونکہ یہ حق ان دونوں کا نہیں ہے کیونکہ یہ شرف ذاتی ہے یہ ان دونوں کو کسب سے حاصل نہیں ہوا کہ وہ اس کو ساقط کر دیں بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے تمام بیٹوں کا حق ہے اور ان کی رضامندی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ نص حدیث سے ثابت ہے کہ وہ اپنے ماسوا تمام مخلوق کے "مولیٰ" ہیں۔

"جس کا میں مولیٰ ہوں پس علی اُس کے مولیٰ ہے۔"

(سُنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۱۳)

کیا غلام کا اپنی آقا سے شادی کرنا جائز ہے؟

یہ کہنے والا کوئی بھی نہیں ہے بلکہ خلیفہ زمان سُلطان عبدالحمید خان (اللہ ان کی تائید فرمائے) نے اپنے سلف کی اتباع کرتے ہوئے سیّدات کا غیر سیّد سے شادی کرنے سے منع کر دیا ہے اور خلیفہ کے حکم پر عمل کرنا مباحات میں واجب ہوتا ہے چہ جائیکہ جب وہ حکمِ شرعی ٭ کے موافق ہو اور جہاں تک تعلق ہے جو امام مالک، عالم دار الہجرۃ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کا کفوٗ ہیں یہ بعید نہیں ہے ان کے بارے میں یہ بات اپنی طرف سے کہہ دی گئی ہو کیونکہ ان سے یہ ثابت ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے نعلین پہننے سے رُک گئے تھے اور فرمایا!

میں حیا کرتا کہ اپنی چپل سے اس زمین کو روندوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک قدم رکھے ہیں!"

پس جو شخص اس زمین کی تعظیم کرتا ہو اور اس کے شرف کو مانتا ہو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک قدم رکھے ہوں اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کے ٹکڑے کے ساتھ وطی کرنے اور اس کے ساتھ ہمبستری کرنے کو حلال و مباح کہے گا؟ امام مالک رضی اللہ عنہ کا منصب اس سے بُلند ہے جو بات آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

اس قدر بات کفایت کرتی ہے کہ اس کے لئے جس پر اللہ نے ہدایت کے ساتھ احسان فرمایا ہو اور جس نے اس کے خلاف بات کی ہے، جو ذکر کیا گیا ہے تو وہ عدم اطلاع کی وجہ ہے۔ اور جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلِ بیت کی قدر سے جہالت کا تعلق ہے تو بلکہ جو جُرأت کرے اور اس کا ارتکاب کرے اس پر مطلع ہونے کے بعد جو ہم ذکر کیا ہے اس کا ایمان ضعیف ہے بلکہ اس کی شریعت کی دُشمنی اور بُغض کی وجہ سے مسلوب ہے اور آخرت میں اس کے بُرے انجام کا ڈر ہے۔

مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ

(الاعراف الایۃ ۱۸۶)

ترجمہ! جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔"

اللہ ہمیں ہلاکت میں ڈالنے والی باتوں سے محفوظ فرمائے اور ہمیں خطاؤں میں گرنے سے محفوظ رکھے اور ہم نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سادات اہل بیت کی قدر کو جان لیا۔ وہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ مگر یہ کہ یہ بات ہر ذی عقل کو معلوم ہے کہ ضرورت کی وجہ سے محظورات مباح ہو جاتی ہیں اور دو میں سے کم نقصان کا ارتکاب کرنا تاکہ زیادہ نقصان کو دور کیا جا سکے متعین ہے۔

پس تم پر عناد، فساد کا ارتکاب اور اللہ کے راستے سے ہٹنا لازم نہیں ہے۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم۔ اپنے منہ سے ادا کیا اور اپنے قلم سے لکھا لوگوں میں سب سے زیادہ کمزور ترین شخص عمر بن سالم العطاس عفی اللہ عنہ۔ (آمین) یہ محرم کے مہینے ۱۳۲۳ھ میں لکھا گیا ہے۔

(مجلۃ المنار، المجلد ۱۸ الجزء (۱۵) ص ۵۸۰ غرۃ شعبان ۱۳۲۳ھ ستمبر ۱۹۰۵)

خواجہ سیالوی کا فتویٰ

سوال: کیا سیدہ شریفہ کا نکاح غیر سید سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک شرافت جو ہمارے شہروں میں سیادت کے ساتھ متعارف ہے وہ نسبت عالی مرتبہ ہے اس ذات کی طرف جس سے سیادت و شرافت نے عظمت اور بزرگی پائی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (وہ نسبت) روحانی نسبت ہو یا نسبی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ روحانی نسبت نسبی نسبت سے زیادہ قوی اور اولیٰ ہے پس بس جیسا کہ روحانیۃ جسمیت سے زیادہ بہتر ہے پس بس اور اسی کی طرف سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے اشارہ فرمایا جو کو رضی نے نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے اور اُس پر قرآن مجید کی نص صحیح وارد ہوئی آیت یہ ہے: بے شک تمام لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے۔ اسی آیت شریف سے مستند المومنین کرم اللہ وجہہ الشریف نے اپنے مذکورہ قول کا استناد کیا ہے۔

جب تم نے یہ جان لیا تو تمہیں معلوم ہوا کہ بے شک خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ

ترجمہ! جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی راہ دکھانے والانہیں۔"

اللہ ہمیں ہلاکت میں ڈالنے والی باتوں سے محفوظ فرمائے اور ہمیں خطاؤں میں گرنے سے محفوظ رکھے اور ہم نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سادات اہل بیت کی قدر کو جان لیا۔ وہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ مگر یہ کہ یہ بات ہر ذی عقل کو معلوم ہے کہ ضرورت کی وجہ سے محظورات مباح ہو جاتی ہیں اور دو میں سے کم نقصان کا ارتکاب کرنا تا کہ زیادہ نقصان کو دور کیا جا سکے متعین ہے۔

پس تم پر عناد، فساد کا ارتکاب اور اللہ کے راستے سے ہٹنا لازم نہیں ہے۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔ اپنے منہ سے ادا کیا اور اپنے قلم سے لکھا لوگوں میں سب سے زیادہ کمزور ترین شخص عمر بن سالم العطاس عفی اللہ عنہ۔ (آمین) یہ محرم کے مہینے ۱۳۲۳ھ میں لکھا گیا ہے۔

(مجلۃ المنار، المجلد ۱۸ الجزء (۱۵) ص ۵۸۰ غرۃ شعبان ۱۳۲۳ھ تمبر ۱۹۰۵)

خواجہ سیالوی کا فتویٰ

سوال: کیا سیدہ شریفہ کا نکاح غیر سید سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک شرافت جو ہمارے شہروں میں سیادت کے ساتھ متعارف ہے وہ نسبت عالی مرتبہ ہے اس ذات کی طرف جس سے سیادت وشرافت نے عظمت اور بزرگی پائی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وہ نسبت) روحانی نسبت ہو یا نسبی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ روحانی نسبت نسبی نسبت سے زیادہ قوی اور اولیٰ ہے پس بس جیسا کہ روحانیۃ جسمیت سے زیادہ بہتر ہے پس بس اور اسی کی طرف سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے اشارہ فرمایا جو کو رضی نے نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے اور اُس پر قرآن مجید کی نص صحیح وارد ہوئی آیت یہ ہے: بے شک تمام لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے۔ اسی آیت شریف سے مستند المومنین کرم اللہ وجہہ الشریف نے اپنے مذکورہ قول کا استناد کیا ہے۔

جب تم نے یہ جان لیا تو تمہیں معلوم ہوا کہ بے شک خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی اجداد سے تھے لیکن انہوں نے وہ کرامت اور شرافت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ صہریت پر فائز ہونے کے لائق تھی صرف روحانی تقرب ہی کی وجہ سے پائی۔ آپ کی اُمت میں سے اُن لوگوں کے سوا اِس مرتبہ پر کوئی بھی نہ پہنچ سکا۔ **وحسبك الله** (اور تجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے؟) اس کا اعتراف رافضیوں نے بھی اپنی کتابوں میں کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ابوبکر مجھ سے بمنزلہ آنکھ کے ہے اور بے شک عمر بمنزلہ کان کے ہے اور بے شک عثمان مجھ سے بمنزلہ دل کے جیسا علی رضی اللہ علیہم اجمعین ورضوا عنہ۔

(معانی الاخبار مطبوعہ تہران صفحہ نمبر ۱)

(تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ مطبوعہ ایران ص ۱۶۴۔۱۶۵)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے انہیں اپنی بصرا نور اور سمع اشرف اور قلب منور کا رتبہ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ان کی قرابت شرافت اور سیادت کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے اور یہ نسبت روحانیہ اور ولایت حسبیہ ہی ہے جسمیہ نہیں ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفوٗ ہیں ان کو جو شرافت کرامت سیادت حاصل ہوئی اس سے بڑھ کر کیا مقصود ہو سکتی ہے۔ ان کی شرافت تو صراحتہً منصوص ہے اُن کے بعد خصوصاً ہمارے بلاد میں بطور نص صریح کے اُس کی تمیز کرنا ممکن نہیں کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زیادہ قریب ہے اور کون نہیں۔ تو ہم نے فقط نسبتِ جسمیہ کے قول کے ساتھ اکتفاء کیا ہم کہتے ہیں کہ غیر سید کے ساتھ سیدہ کا نکاح بوجہ فقدانِ قرابتِ جسمیہ کے اور عدمِ تیقن روحانیہ کے جائز نہیں۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ قرابتِ جسمیہ بہ نسبت قرابتِ روحانیہ زیادہ قریب ہے فقط ہم کہتے ہیں کہ سیدہ مسلمہ کا نکاح غیر مسلم سے اگرچہ سید ہی کیوں نہ ہو جائز نہیں۔ بوجہ قرابت روحانیہ کے یقینی فقدان سے اور اسی طرح کے غیر سید کے ساتھ تیرا کیا گمان ہے؟

کسی پر مخفی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرافت اور کرامت اللہ تعالیٰ سبحانہ سے ہے اور یہ شرافت جسمانی اور نسبی نہیں بلکہ فقط روحانی ہے پس اسی وجہ سے یہ شرافت بہ اعتبارِ روحانیہ کے قیام قیامت تک جاری رہے گی لیکن بہ اعتبار کفوتیہ کے ہم پر واجب ہے کہ یقینی طریقوں کے ساتھ ہم تفحص کھود کرید کریں اور مذکورہ فتویٰ اُس جگہ ہوگا جہاں شرافتِ مذکورہ بالیقین نہ پائی جائے یا

یقیناً مفقود ہو تو اول لا بشرط شی کے مرتبہ اور ثانی بہ مرتبہ بشرط لاشی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

فقیر محمد قمر الدین سیالوی غفرلہ

(فتاویٰ مفتیانِ گولڑہ کتب خانہ دربار عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد)

امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ کا فتویٰ

نکاحِ سیدہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امیر ملت الحاج الحافظ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

جو لوگ سید زادی کے ساتھ نکاح کر لیتے ہیں وہ اپنے آپ کو کس طرح مسلمان کہہ سکتے ہیں اور ہر نماز میں اللھم صل علی محمد پڑھتے ہیں اگر یہ نہ پڑھیں تو نماز ہی نہیں ہوتی اور رات کو سید زادیوں پر سواری کرتے ہیں، ساری فقہ کی کتابوں میں کھلم کھلا سید زادی کا نکاح غیر سید سے بالکل ناجائز ہے، اہلِ فتویٰ کے نزدیک بھی یہ نکاح ناجائز ہے۔

الاعراب بعضھم کفوو بعض

عرب ہی عربوں کا کفو ہو سکتے ہیں۔ عجمی عربوں کا کفو نہیں ہو سکتا۔

فتویٰ کے اعتبار سے ثابت ہوا کہ سید زادی کا نکاح کسی دوسری قوم کے ساتھ جائز نہیں ہو سکتا۔

(ضرورت مرشد، ارشادات امیر ملت ص 276 قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

سید زادی کے غیر سید سے نکاح کے حوالہ سے علماء میں دو رائے پائی جاتی ہیں بعض علماء سید زادی کے غیر سید سے نکاح کے قائل ہیں لیکن اُن علماء کا نظریہ قرآن وسنّت پر مبنی ہے جو نکاح سیدہ کے قائل نہیں ہیں۔ قائلینِ نکاحِ سیدہ میں بھی ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے نکاح کو جائز تو لکھا ہے مگر سید زادی کے حقوق کے حوالہ سے اس قدر شرائط تحریر فرمائی ہیں جن کو پورا کرنا محالات میں سے ہے قائلین نکاحِ سیدہ عمومی طور پر یہ بھی کہتے ہیں کہ متقی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ متقی پرہیز گار کے ساتھ بھی سید زادی کا نکاح جائز نہیں کیونکہ تقویٰ حاصل کر کے بھی خونِ رسول کی برابری نہیں کی جا سکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ پرہیز گاروں کو بھی ایک نظر دیکھ لیا جائے، ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ۔

رند اتنے گناہ نہیں کرتے
جتنے پرہیز گار کرتے ہیں

کیا یہ پرہیز گاری ہے کہ نماز پڑھو اور جھوٹ بولو، اچھے کام بھی کرو اور لغویات سے نہ بچو نیکیاں کرو اور دریا میں ڈالو۔ جبکہ واعظین وخطبا حضرات کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں علم ہے اور عمل نہیں۔ روپوں کے ساتھ فتوے تبدیل۔ مفاد کی خاطر قرآن پاک کے معنیٰ تبدیل۔ شخصیت پرستی، نافرمانیٔ رسول اور عداوتِ اہلِ بیت جیسے جرائم میں ملوث یہ حضرات خطابت کے جوہر تو دکھاتے ہیں لیکن ان کے دل محبتِ رسول سے خالی ہیں جبکہ یہ طبقہ بھی متقی ہونے کا عظیم دعویدار ہے۔

قارئین محترم! کوئی متقی، کوئی پرہیز گار، تقوے کی بناء پر سید زادہ نہیں بن سکتا۔ اہلِ بیت رسول میں داخل نہیں ہوسکتا لہٰذا کسی بھی غیر سید کا نکاح سید زادی سے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سادات خونِ رسول ہیں اور خونِ رسول کے برابر کوئی خون نہیں ہوسکتا۔ امام نبھانی رحمۃ اللہ علیہ نے سادات کے خصائص پر شرفِ سادات کتاب تحریر فرمائی ہے نیز نسبِ رسول اور حسب ونسب کا مطالعہ فرمائیں جن سے آپ کو تمام سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔

قارئین محترم! تاجدارِ گولڑہ نے فتویٰ تحریر فرما کر ہمیں واضح عقیدہ دے دیا ہے کہ سید زادی کا نکاح غیر سید سے ہونا ناجائز بلکہ حرام ہے اور یہی عقیدہ درست ہے۔

معزز قارئین! حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ مجددِ گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوے کی ترجمانی استاذی المکرم، مناظرِ اسلام، سرمایہء اہلسنت حضرت علامہ قبلہ مفتی محمد حنیف قریشی صاحب ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

ایک کم علم وبے بضاعت انسان کے لئے ایسی علمی تحقیق کے بارے میں اظہار رائے کرنا مشکل امر ہے تاہم مسئلہ ناموس خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے لہٰذا اس نیت سے کہ بارگاہ سیدہ زہرا ''سلام اللہ علیہا'' میں مقبولیت ہوجائے اور میری بخشش وشفاعت کا سامان ہوجائے، چند الفاظ تحریر کررہا ہوں، میرا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں ہے۔

''چند سالوں سے عوام وخواص کے درمیان مسئلہ نکاح سیّدہ فاطمیہ زیر بحث ہے مجوزین و مانعین دونوں کی طرف سے مختلف رسائل، اشتہارات اور بعض ضخیم کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔ منع کرنے والے بھی اہلِ سنّت ہیں اور جائز قرار دینے والے علماء کا تعلق بھی اہلِ سُنّت سے ہی ہے۔

یوں یہ سلسلہ روز بروز آگے بڑھ رہا ہے۔ مجھ پر کئی محافل میں سوالات کیے گئے اور موقف کی وضاحت طلب کی گئی جن کے موقع پر مناسب جوابات بھی حسب توفیق دیئے گئے۔ آخر اس مسئلہ پر تحقیق کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

کیا دُنیا میں اور کوئی موضوع تشنہِ تحقیق نہیں تھا جس پر خامہ فرسائی اور بحث ومباحثہ کیا جاتا؟ درحقیقت آلِ رسول اوران سے محبت کرنے والے ہمیشہ معاندانہ روش سے دوچار رہے ہیں۔ مختلف ادوار میں مختلف طریقوں اور ہتھکنڈوں سے خاندانِ نبوت کو ستایا جاتا رہا۔ کربلا کی دردناک تاریخ ہمارے سامنے ہے کہ گلشنِ نبوت کے نازک پھولوں کو کس بے دردی سے مسلا گیا۔ لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے دیگر افرادِ خاندان کو قیدی بنا کر گلی کوچوں اور بازاروں میں جلوس نکالے گئے۔ زنجیروں میں جکڑ کر دربارِ یزید پلید میں پیش کیا گیا۔ جس گھرانے نے دُنیا والوں کو کفن کا نظام دیا اس کے شہیدوں کی لاشیں کئی دن تک بے گوروکفن پڑی رہیں۔

جس نے بچایا خلق کو دوزخ کی آگ سے
افسوس اُس کی آل کے خیمے بھی جل گئے

دربار شام میں بھی ایک یزیدی کتے نے سیدہ سکینہ بنت حضرت امام حسین علیہما السلام کی ذات پاک کے بارے میں اس قسم کی خواہش کا اظہار کیا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے انتہائی غیظ وغضب کا اظہار فرماتے ہوئے اس گستاخ کا منہ بند کروایا۔ اگرچہ بعض جگہوں پر بوجوہ چند واقعات رونما ہوئے مگر جہاں تک ممکن تھا خاندان نبوت نے اپنے امتیازات وخصائص کو محفوظ رکھا۔

امام المورخین ابوالفرج اصفہانی المتوفی ۳۵۶ ہجری نے عمدۃ الطالب میں نقل فرمایا۔ سیدنا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پوتے حضرت عیسیٰ موتم الاشبال بن امام زید شہید حضرت ابراہیم بن عبداللہ المحض کی شہادت کے بعد حکومت کے ظلم وستم سے تنگ آکر لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے تھے اور کوفہ میں لوگوں کے گھروں میں پانی بھرتے تھے وہیں پر آپ نے شادی بھی کر لی مگر کسی کو نہیں بتایا کہ میں خاندان رسول سے ہوں۔ آپ کی ایک صاحبزادی جب جوان ہو گئیں تو ایک شخص نے جو آپ کی سیرت وکردار سے واقف تھا اپنے گھر میں مشورہ کیا کہ اس پانی پلانے والے کی بیٹی کا رشتہ اپنے بیٹے کے لیے مانگا جائے۔

آپ کو جب اطلاع ملی تو آپ خاموش ہو گئے کسی کو بتا بھی نہیں سکتے تھے کہ میں سید ہوں۔

بہت پریشان ہوئے کہ سیدزادی کو کس طرح غیر کفو میں بیاہا جائے۔

آپ نے رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دُعا فرمائی۔ اے خدا ! میری بیٹی کو واپس لے لے، آپ کی دُعا قبول ہوئی اور اسی وقت آپ کی بیٹی کی وفات ہوگئی۔

علامہ اصفہانی کی روایت کے مطابق بعد میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

"فلم اقدر علی اخبارها بان ذالك غير جائز ولا هو بكفء لها۔"

''میں بتا نہیں سکتا کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید سے ناجائز ہے اور وہ لڑکا اس کا ہم کفو نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ بہت زیادہ روتے تھے۔ ایک جاننے والے نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اتنے بہادر انسان ہوکر رو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا! میرا رونا جدائی کی وجہ سے نہیں ہے میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ میری بیٹی دُنیا سے چلی گئی مگر اس کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جگر کا ٹکڑا ہے۔

" انما ابكی رحمة لها انها ماتت ولم تعلم انها فلذة من كبد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ۔"

(مقاتل الطالبین صفحہ ۴۱۰ مصر، عمدۃ المطالب صفحہ ۲۸۷)

حضرت امام عیسیٰ بن زید نے بچی کی موت تو گوارا کرلی مگر غیروں کے ساتھ نکاح کو گوارا نہ کیا۔ قابلِ غور مقام یہ ہے کہ اہلِ بیت کی شان کسی عام انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ابن جوزی مناقب احمد بن حنبلؒ میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ حضرت مولا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی عظمت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"هو من اهل بيت لا يقاس بهم احد"

مولا مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا تعلق اس گھرانے سے ہے جس کا عام لوگوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ دراصل یہاں حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

"نحن اهل بيت لا يقاس بنا احد"۔

(ذخائر العقبیٰ ص ۱۷)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں!

"فلو کشف اللہ لك یاولی عن منازلھم فی الآخرۃ لو ددت ان تکون مولیً من موالیھم۔"

اے دوست! اگر اللہ تیرے پردے ہٹادے اور مقام اہلِ بیت تجھے نظر آجائے تو تیری تمنا ہوگی کہ کاش تو ان کے غلاموں کا بھی غلام ہوتا۔

(مکتوبات طیبات مکتوب نمبر ۳۳۶)

نیز سیدنا خواجہ گولڑوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہلِ بیت کی شان بعض قلندران اویسیہ سے پوچھنی چاہیے یعنی جو لوگ براہ راست سینہ نبوت سے فیض حاصل کرتے ہیں وہ مقام اہلِ بیت سے کچھ نہ کچھ واقف ہو سکتے ہیں۔

(ملفوظاتِ مہریہ ملفوظ نمبر ۱۶۱)

معلوم ہوا کہ اہلِ بیت کا مقام بہت بلند ہے لہٰذا کوئی ان کی برابری نہیں کرسکتا نیز اولاد فاطمہ کی محبت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور ان کی دشمنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دُشمنی ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی ''البحر المورود'' میں لکھتے ہیں! ایک شخص کاشف المغیرہ نے ایک سیدزادے کو ہاتھ سے مارا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے ناراض ہیں۔ عرض کرنے لگا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ مجھ سے کیوں ناراض ہیں؟ فرمایا! تو مجھے مارتا ہے حالانکہ قیامت کے دن تو میری شفاعت کا محتاج ہوگا۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میں آپ کو کیسے مار سکتا ہوں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! تو نے میرے بیٹے کو نہیں مارا بلکہ مجھے مارا ہے اور ساتھ ہی کپڑا اٹھا کر دکھایا تو بازو مبارک پر نشان پڑا ہوا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ کسی شخص نے ایک سید کو کھدر کا معمولی کپڑا تحفہ دیا۔ اسی رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت باسعادت ہوگئی، دیکھا کہ وہی کپڑا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہنے ہوئے ہیں۔ وہ شخص بڑا پریشان ہوا بیچارہ بہت رویا کہ اگر مجھے اس بات کا پتہ ہوتا تو میں زیادہ قیمتی اور اعلیٰ کپڑا پیش کرتا۔

اس کے بعد خواجہ سیالوی نے فرمایا! اس سے معلوم ہوا کہ سید کی خدمت کرنے والا محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو منظورِ نظر ہوتا ہے (انوارِ قمریہ ص ۹۹)

''ان دو واقعات سے معلوم ہوا کہ سادات کو خوش کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوش ہوتے ہیں اور سادات گرامی کو ایذا دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے۔''

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا یہ بیان بھی قابلِ غور ہے کہ میری پھوپھی صاحبہ اپنے گھر میں لڑکیوں کو پڑھایا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک سید زادی ان کے پاس پڑھنے کے لیے آئیں۔ اسی رات پھوپھی صاحبہ نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی زیارت پاک کی تو آپ فرما رہی تھیں ''دیکھو میری بچی کو محبت سے پڑھانا''

تھانوی صاحب لکھتے ہیں! اس سے ثابت ہوا کہ اللہ والوں کو اپنی اولاد کا خیال رہتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کہیں زیادہ خیال ہے جیسا کہ واقعہ کربلا کے دن ابن عباس اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پریشان ہیں، جسم مبارک پر غبار بوسہ لے رہی ہے اور ہاتھوں میں خون سے بھری ہوئی شیشی ہے۔

فرماتے ہیں! میں حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون جمع کر کے آ رہا ہوں۔

(امام اعظم شہید اہلِ بیت از مفتی شریف اللہ الکوثری)

سیدہ کے غیر سید کے ساتھ نکاح کے مسئلہ کو اچھالنا آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے عقیدت مندوں کے لئے آزمائش وامتحان کی ایک کڑی ہے۔ ہر دور میں اس پاک گروہ کی دشمنی میں بہت کچھ لکھا گیا۔ ان کے فضائل ومناقب کو متنازع بنانے کی کوشش کی گئی۔ طرح طرح سے ان کو ستایا گیا مگر اہلِ بیت پاک نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اگر کسی اور خاندان کی بیٹیوں کا ذکر یوں کیا جاتا۔ گھٹیا لوگوں کے ساتھ نکاحوں کی باتیں چھیڑ دی جاتیں۔ اخبارات میں مضامین لکھے جاتے تو نہ جانے کیا سے کیا ہو چکا ہوتا۔ بعض بدبختوں نے تو بے شرمی کی انتہا کر دی اور یہاں تک لکھ دیا کہ سید زادی کا نکاح موچی اور جولاہے کے ساتھ بھی جائز ہے (معاذ اللہ) مجھے ایسے لوگوں کو بدبخت کہتے ہوئے کسی قسم کا باک نہیں اس لئے کہ اگر آلِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گستاخ و بے ادب بدبخت نہیں ہے تو دُنیا میں اور کون بدبخت ہوگا؟

منطق وفلسفہ کے پیچ وتاب میں سب کچھ نہیں ہوتا۔ نسبت نبوی کا احترام بڑی چیز ہوتی ہے۔ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ شہزادیاں جن پر نمازوں میں دُرود وسلام پڑھا جائے۔ راتوں کو انہیں فرش غلیظ بنانے کا مشورہ دیا جائے۔ دن کے وقت منبروں پر آیت مودّت اور حبِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا درس دیا جائے اور راتوں کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہزادیوں پر سواری کی جائے (معاذ اللہ)

یہ کہاں کا ادب وانصاف ہے؟ کونسی خدمت اسلام ہے؟

کیا کوئی اہلِ ایمان یہ گوارا کرسکتا ہے کہ خاکِ مدینہ کو راستے کی عام مٹی میں ملا دے؟ یا آبِ زم زم کو برتن دھونے والے پانی میں ڈال دے؟ تو سوچئے کہ کیا خون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام معاذ اللہ مٹی سے بھی کم ہے؟ اپنا تو ایمان وعقیدہ یہ ہے!

ہاتھ سے دامن نہ چھوٹے مصطفیٰ کی آل کا
اس گھرانے کے علاوہ تیرا میرا کون ہے
پنج تن کا چاہنے والا ہوں کوئی مجرم نہیں
دُنیا والو ان سے اچھا ان سے اعلیٰ کون ہے

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر عالم ہو تو سادات کا کفو ہوسکتا ہے۔ یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ وصف کی بناء پر کسی عام شخص کو خونِ رسول کے برابر کر دیا جائے جبکہ علم وصف اور کسبی چیز ہے۔ جبکہ نسبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موہوبی چیز ہے۔ ملفوظاتِ مہریہ کے حوالے سے قبلہ مفتی محمد حسین چشتی گولڑوی صاحب نے اپنی کتاب المسئلۃ الجیدہ میں نقل فرمایا ہے کہ کوئی شخص ریاضت ومجاہدات کی وجہ سے یہ مقام حاصل نہیں کرسکتا تو پھر ان کے برابر کیسے ہوسکتا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"لایجوز للعالم والمتقی ان یصدر ای مجلس مقدما علی السید الامی ولاب الامی لانہ اسائۃ فی الدین"

عالم اور متقی کے لئے جائز نہیں کہ وہ محفل میں غیر تعلیم یافتہ سید یا اَن پڑھ باپ سے آگے بیٹھے کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔

(عزیز المعظم فی اکرام المکرم)

نیز خواجہ گولڑوی فرماتے ہیں! عالم کے پاس علم کے بغیر کوئی وقعت نہیں اس کے برعکس اہلِ بیت کا شرف ذاتی ہے۔ (ملفوظاتِ مہریہ ملفوظ ۱۸۱)

نیز عالم کے لئے صدقات وخیرات وزکوٰۃ جائز اور سیدہ کے لئے زکوٰۃ حرام ہے تو برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس جگہ فیصلہ کن بات کردی ہے۔

"لایجبر نسب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بفضيلة اخرى وما وراء ذالك فقد تقتضى العادة بجبر نقيصته بحيث ينتفي العار۔"

نسب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمی کو کسی دوسری فضیلت کی وجہ سے پورا نہیں کیا جاسکتا۔ عادت کا تقاضا ہے کہ کسی ایک فضیلت کی کمی دوسری فضیلت کی وجہ سے پوری ہوسکتی ہے۔ اس کا جبر نقصان ہوسکتا ہے مگر نسب رسول جس میں نہ ہو وہ کسی دوسری فضیلت کی وجہ سے مکمل نہیں ہوسکتا۔ (الوجیز للامام الغزالی)

ان پڑھ آدمی چند سال محنت کر کے اچھا عالم بن سکتا ہے لیکن جو سید نہ ہو وہ ساری زندگی محنت کر کے سید نہیں بن سکتا لہٰذا سادات کا کفوء بھی نہیں ہوسکتا۔

پھر غور کا مقام یہ ہے کہ مرد حاکم ہوتا ہے، بیوی محکوم ہوتی ہے اس پر شوہر کے حقوق لازم ہوتے ہیں، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "النکاح رق" نکاح ایک قسم کی غلامی ہے۔ دیکھو کہ تم اپنی بچی کو کس کی غلامی میں دے رہے ہو۔

ہدایہ میں ہے۔ لانها مملوكة والزوج مالك۔

بیوی مملوکہ اور شوہر مالک ہوتا ہے۔

لہٰذا جب نکاح غلامی ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو زیب دیتا ہے کہ اپنے آقا کی شہزادیوں کو لونڈیاں اور محکوم بنائیں ان سے گھر کے ہر قسم کے کام کاج کروائیں۔ خدمت کروائیں اور ساتھ ساتھ غلامی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موت بھی قبول ہے کے جھوٹے نعرے بھی لگائیں۔ "فیاللعجب ولضیعة الادب" اہل محبت کے نزدیک تو اس طرح کا تصور کرنا بھی حرام ہے بدبخت ومحروم لوگ ہی اس طرح کی جسارت کرسکتے ہیں جیسا کہ جواز کا فتویٰ دینے والے مولوی کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

ایسے گستاخ اور بے ادب ہمارے پاس آنے کا حوصلہ نہیں رکھتے جو لوگ عترت نبوی سے بے ادبی کرتے ہیں وہ ازلی بدبخت ہیں نہ وہ ہمارے پاس آتے ہیں اور نہ ہی ہم انہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔

(ملفوظاتِ مہریہ ملفوظ ۱۸۱)

بعض لوگوں کی زبانوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس طرح تو سادات کے لئے الگ شریعت ہو جائے گی۔ عرض ہے کہ اسی شریعت میں سادات کے لئے زکوٰۃ حرام ہے غیر سادات کے لئے جائز ہے تو کیا خیال ہے دونوں کے لئے شریعت جدا ہے؟ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر، بیٹی کا نصف بیٹے کا پورا حصہ تو کیا عورتوں اور مردوں کے لئے الگ الگ شریعت ہے؟ لونڈی اور آزاد عورت کے پردے میں فرق ہے غلاموں اور آزادوں کے احکام مختلف ہیں تو کیا سب کے لئے الگ الگ شریعت ہے؟

خلافت کے حق کے لئے قریشی ہونا ضروری ہے جو قریشی نہ ہو وہ مسلمانوں کا خلیفہ نہیں بن سکتا۔ تو کیا قریش اور غیر قریش کے لئے الگ الگ شریعت ہے؟ خدارا خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلتوں کا انکار کرتے ہوئے اتنے آگے نہ نکل جائیں کہ اسلام کے سارے نظام پر اعتراضات کا دروازہ کھول دیا جائے۔

قابلِ توجہ امر

ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی سے نکاح حرام ہے اس کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں!

"ذکر العلماء ان السبب لهذا التحريم ان الوطاء اذلال واهانة فان الانسان يستحی من ذکره ولا يقدم عليه الا فی الموضع الخالی واکثر انواع الشتم لايكون الا بذكره واذا كان الامر كذالك وجب صون الامهات عنه...الخ"

نکاح کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نسل چلانے کے لئے عورت سے ہمبستری (صحبت) کی جائے اور ہم بستری میں عورت کی توہین اور ذلت ہے کیونکہ وہ مرد کے نیچے فرش غلیظ بنتی ہے انسان اس عمل

کے ذکر کرنے سے بھی شرم محسوس کرتا ہے اور یہ صحبت کا عمل وہاں کیا جاتا ہے جہاں کوئی دوسرا موج
نہ ہو۔ یعنی اس میں عورت کی ذلت ہے، زیادہ تر گالیوں میں بھی اس چیز کا ذکر زبان پر لایا جاتا ہے
چونکہ صحبت جنسی میں عورت کی توہین ہوتی ہے لہٰذا ماں کے ساتھ نکاح حرام ہے کیونکہ اس کو توہین
سے بچانا ضروری ہے، ان رشتوں کا احترام ضروری ہے جس کا احترام فرض ہو اس کی توہین حرام ہے
لہٰذا ماں، بہن سے نکاح حرام ہے۔

امام رازی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہر ایسی عورت جس کا ادب واحترام اور ادب
فرض ہو اس سے نکاح حرام ہے۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ قرآن وسنّت کی روشنی میں اولاد رسول کا
احترام اور ادب فرض ہے لہٰذا اِن کی مستورات سے نکاح حرام ہے تاکہ ان کو اس توہین اور ذلت
سے بچایا جائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر دوسری عورتوں کے ساتھ نکاح کیوں جائز ہے؟

امام سرخسی علیہ الرحمۃ مبسوط میں اس کا جواب دیتے ہیں۔

"انما جوز ما جوز منہ لاجل الضرورۃ"

خلاصہ یہ ہے کہ ماں، بہن، بیٹی سے نکاح حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نکاح غلامی ہے اور
نکاح کا مقصد وطی کر کے اولاد پیدا کرنا ہے اور اس عمل میں عورت کی ذلت ہے۔ دوسری
عورتوں کے ساتھ صرف نسل آدم کے باقی رہنے کی غرض سے نکاح جائز ہے وہ ضرورت کی وجہ سے
ہے جب باہر سے ضرورت پوری ہو سکتی ہے تو اپنے قابلِ احترام رشتوں سے نکاح حرام ہے کیونکہ
ان کو ذلت وتوہین سے بچانا ضروری ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں چونکہ آپ کی بیٹیاں اور بیٹے ہی تھے اور کوئی
صورت نہ تھی لہٰذا ضرورت کی وجہ سے بہن بھائی کا نکاح شریعت میں جائز تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جس کا
احترام فرض وضروری ہو اس سے نکاح حرام ہے۔ اس کی عزت بچانا فرض ہے لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ
رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہزادیوں کا احترام فرض ہے ان کی توہین حرام ہے لہٰذا ان کی
عزت وناموس کی حفاظت لازم ہے اس لیے ان سے نکاح کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔

اگر اپنی ماں، بہن کی عزت کا بچانا فرض ہے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جگر
گوشوں پر ہزاروں ماں اور بیٹیوں کو قربان کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے محققین واولیاءِ کرام
نے اس نکاح کو ناجائز بلکہ حرام فرمایا ہے کیونکہ اس میں خاندان نبوت کی توہین ہے سادات کو اس

سے تکلیف پہنچتی ہے اور عرف عام میں مسلمان بھی اس کو سخت ناجائز اور بے ادبی سمجھتے ہیں۔
بعض حضرات حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پسِ پشت ڈال کر کہتے ہیں کہ نکاح میں کوئی غلامی نہیں بلکہ عزت ہوتی ہے اور احترام ہوتا ہے ان سے گزارش ہے کہ یہ عزت آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہزادیوں کو ہرگز نہ دیں کیونکہ اس سے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذاء ہوتی ہے۔ نیز اگر کل کوئی مغربیت زدہ روشن خیال آپ کی تحقیق سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی ماں، بہن کو نکاح میں جکڑ لے کہ میں اس کو عزت دے رہا ہوں کیونکہ یہ عزت کی زیادہ حق دار ہے تو پھر آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟
افسوسناک امر یہ ہے کہ اگر کسی مولوی یا پیر کی بیٹی کا ذکر ایسے ہی لہجے میں کیا جائے تو وہ سیخ پا ہو جائے گا، اگر کہا جائے کہ فلاں مفتی اسلام، مفسر قرآن یا استاذ العلماء کی بیٹی کا نکاح عام یا جاہل، موچی اور جولاہے سے جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کی غیرت جوش میں آئے گی۔ کیا شرم نہیں آتی کہ جس چیز کا ذکر اپنے لیے پسند نہ کریں اس کی نسبت خاندانِ نبوت کے پاکیزہ افراد کی طرف کی جائے۔ اہلِ ادب کا ذوق تو یہ ہے کہ اپنی نسبت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گلی کے کُتوں سے کرنا بھی بے ادبی سمجھتے ہیں۔ قدسی فرماتے ہیں!

نسبتِ خود بسگت کردم ، خود منفعلم
زاں کہ نسبت بہ سگ کوئے توشد بے ادبی

قاسمِ فیضان ولایت حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی فرمایا کرتے تھے کہ سید اگر خود اپنی عظمت بیان کریں تو لوگ کہیں گے کہ یہ اپنے گھر کی بات کرتے ہیں۔ یہ ہم غلاموں کا کام ہے کہ خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے کوشش کریں۔
یہ بھی ذہن نشین رہے کہ علمائے کرام ہمیشہ اس طرح جہاد فرماتے رہے ہیں اب تک متعدد تصانیف اس موضوع پر منظر عام پر آئی ہیں۔ بعض میں جزوی طور پر اور بعض میں مستقل طور پر اس مسئلہ کا ذکر ہے۔ خصوصاً آج سے ایک سو سال پہلے اٹک میں ایک واقعہ پیش آیا تھا اس وقت کے عالم جلیل قاضی غلام گیلانی علیہ الرحمۃ نے ایک شاندار کتاب ''حق الایضاح'' تصنیف فرمائی جس میں دلائل قاہرہ سے ثابت فرمایا کہ سید زادی کا نکاح غیر سید سے سخت ناجائز ہے اگر اس کے والدین اپنی رضا سے ایسا نکاح کریں تو وہ بھی گنہگار اور عذاب خداوندی کے مستحق ہوں گے۔ اس

کتاب پر عرب وعجم کے 200 علمائے کرام اور اولیائے عظام نے دستخط فرمائے اور تصدیقات فرمائیں۔ جن میں تاجدار علم وفضل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی، سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولوی اعزاز علی دیوبندی، مفتیان حرم ومکہ ومسجد نبوی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ لاہور کے ممتاز عالم دین علامہ ابورشید عبدالعزیز نے عزیز المعظم تصنیف فرمائی اور ساتھ ہی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف کا فتویٰ شائع فرمایا جس میں سیدہ کے غیر سید سے نکاح کو ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔

اس کتاب پر اعلیٰ حضرت کے صاحبزادگان، صاحبِ بہارِ شریعت حضرت علامہ امجد علی مناظر اہلِ سنت علامہ حشمت علی، علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی، سیدنا پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ مولانا احمد علی لاہوری، دیوبندی جیسے علماء ومشائخ نے دستخط فرمائے۔ یہ کتاب بھی ۱۳۲۱ ہجری میں طبع ہوئی تھی اب چند کتابوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے جن میں سیدہ کے غیر سید سے نکاح کے ناجائز ہونے کا بیان ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
1	رشفة الصاوی	شیخ شہاب الدین مکی
2	فتاویٰ کبریٰ	امام ابن حجر مکی
3	حق الایضاح فی شرطیة الکفو للنکاح	حضرت قاضی غلام گیلانی
4	انکشاف الاسرار فی تعظیم آل النبی المختار	حضرت قاضی اسرار الحق گیلانی
5	عزیز المعظم فی اکرام لاکرم	علامہ ابورشید عبدالعزیز
6	ہدیۃ النجباء	علامہ کرم دین رئیس بھین جہلم
7	فتاویٰ نظامیہ	حضرت علامہ نظام الدین ملتانی
8	فتاویٰ مہریہ	سیدنا مہر علی شاہ گولڑوی
9	ملفوظاتِ مہریہ	سیدنا مہر علی شاہ گولڑوی
10	النظائر الاکرام الشعائر	علامہ سید عبدالقاضی جماعتی
11	مطالع الانوار	علامہ زکریا بنوری پشاوری
12	حسب ونسب ۵ جلد مکمل	مفتی غلام رسول جماعتی

13	نسب رسول	علامہ سید محمد یونس شاہ کاظمی
14	تعظیم الاشراف	حضرت علامہ سید غلام حسن کاظمی
15	احقائق الحق والایضاح	علامہ محمد عبدالشکور ہزاروی
16	رسالہ محب النبی	علامہ محب النبی چشتی گولڑوی
17	حجتہ قویہ	علامہ عبدالرحمٰن چشتی الحضرمی
18	بغیہ المستر شدین	مفتی مصر الشیخ عبدالرحمان الحضرمی
19	عترت رسول	علامہ سید محمد یعقوب شاہ
20	نسبت خیر البشر	علامہ محمد ازہر بکوٹ شریف
21	تحقیق الحق	حضرت علامہ عبدالحی گھوٹوی
22	اعانت السادات	علامہ سید زین العابدین بخاری
23	کشف الغمہ	امام عبدالوہاب شعرانی
24	ابتغائے ادب	حضرت علامہ محمد عمر چشتی گولڑوی
25	خطباتِ نعیمیہ	حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی
26	فتاویٰ مفتیانِ گولڑہ شریف	استاذ الکل علامہ محب النبی و دیگر علماء
27	سیدہ کا نکاح غیر سید سے	علامہ جی اے حق محمد چشتی
28	مطبوعہ اشتہار	علامہ عبدالحی و مولانا اسحاق مانسہروی
29	عباد الرحمان (تذکرہ مشائخ)	علامہ محمد فاروق القادری
30	فتویٰ نکاح سیدہ	استاذ العلماء قاضی عبدالجلیل ہزاروی
31	ناموس سادات	علامہ سید صفدر علی شاہ گجرات
32	عظمت سادات	علامہ فضل عباس ہمدانی
33	شرح موطاء امام محمد	علامہ مفتی محمد علی (صاحب تحفہ جعفریہ)
34	فتاویٰ جماعتیہ	مفتی غلام رسول جماعتی
35	مجموعہ الفتاویٰ انوار شریعت	چار اکابر اہلسنّت وجماعت
36	الصبح الصادق فی فضائل امام جعفر صادق	علامہ غلام رسول نقشبندی جماعتی

37	الامام زین العابدین	علامہ غلام رسول نقشبندی جماعتی
38	الحبل المتین فی اتباع السلف الصالحین	علامہ سعید الرحمان حنفی
39	حرمت اولادرسول	علامہ سید عابد حسین بخاری
40	ضرورت مرشد ارشادات امیر ملت	حضرت پیر جماعت علی شاہ
41	سعادت الکونین	علامہ سید نزاکت حسین شاہ کاظمی
42	المسئلۃ الجیدہ	مفتی محمد حسین چشتی
43	مسلک مہریہ درنکاح سیدہ فاطمہ	وارث علوم مہریہ پیر سید معین الحق گیلانی

حضرت شیخ الجامعہ فقیہ استاذی المکرم علامہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب سلطان پوری نوراللہ مرقدہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس مسئلہ میں ہمارا مسلک وہی ہے جو اعلیٰ حضرت گولڑوی اور قبلہ بابوجی کا تھا یعنی سیدہ کے ساتھ غیر سید کا نکاح ناجائز ہے اور محسن اہلِ سنّت شیخ الحدیث پیر سید حسین الدین شاہ صاحب کاظمی سلطان پوری دامت برکاتہ کا بھی یہی موقف ہے جن کی تربیت سے لاکھوں افراد امت کو ادب اہلِ بیت وصحابہ کرام کی دولت نصیب ہوئی اور آپ ہی کے فیض نظر سے اس عاجز کو یہ چند سطور لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نسبت نبوی کے احترام کی توفیق عطا فرمائے۔ آخر میں قارئین سے گذارش ہے۔ اپنے خاندان احباب اور بچوں کو بار بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان عالیشان سنائیں کہ اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ۔ (۱) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت کی محبت (۳) قرآن مجید پڑھنا۔

مفتی محمد حنیف قریشی مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

نوٹ:

امام اہلسنت مجدد اعظم حضور اعلیٰ سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کا آج بھی یہی نظریہ ہے جس کی ترجمانی وارث علوم اعلیٰ حضرت گولڑوی حضرت قبلہ معین الحق شاہ گیلانی صاحب دامت برکاتھم (سجادہ نشین دربار عالیہ گولڑہ شریف) نے اپنی تصنیف مسلک مہریہ درنکاح سیدہ فاطمہ میں فرمائی جو کہ امت مسلمہ کے لیے عظیم سرمایہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے توسل سے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحیح معنیٰ میں غلامی نصیب فرمائے۔ آمین

اَثباتِ خلافتِ راشدہ بہ آیاتِ قُرآنیہ

رسالہ بُرہانُ الصّداقت فی اثباتِ الخلافت میں مندرج سوال اور اُس کا جواب

بعد از حمد بے حد صلوٰۃ بیعد واضح ہو کہ رسالہ بُرہان الصداقت فی اثباتِ الخلافت مولفہ جناب نعمت اللہ صاحب لاہوری میری نظر سے گزرا۔ رسالہ مذکور میں اس مضمون کے ضمن میں یہ سوال کیا گیا ہے۔

سوال کا خُلاصہ

خلافتِ شیخین کے لئے کوئی نصِ حدیث یا نصِ قرآنی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی نص ہے تو انصار کے ایک گروہ اور خیر الابرار امیر عرب سیدنا علی علیہم الرضوان نے بیعتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے انکار کیوں کیا اور اپنے لئے مُدعی خلافت کیسے ہوئے؟ کیا یہ لوگ آیت یا حدیث اِستخلاف سے ناواقف تھے؟ اگر نص ہوتی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانب سے در جوابِ قولِ انصار کہ منا امیرو منکم امیر (ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے) و فرمانِ پاک سیدنا علی انا عبداللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (میں خدا کا بندہ اور اللہ کے رسول کا بھائی ہوں اور نیز انا احق لھذا الامر منکم لا ابایعکم وانتم اولیٰ بالبیعۃ۔ میں بہ نسبت تمہارے خلافتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زیادہ مستحق ہوں میں تمہاری بیعت نہیں کروں گا بلکہ تم کو میری بیعت کرنی چاہیے وہ نص کیوں پیش نہ کی جاتی۔

الجواب

ایک نص کیا بلکہ بکثرت نصوصِ قرآنیہ واحادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نہ صرف

خلافتِ شیخین بلکہ خلافت خُلفائے اربعہ علیہم الرضوان پر شاہد ہیں مگر چونکہ نصوصِ قرآنیہ میں شخصی طور پر کسی کے نامِ گرامی کی تخصیص نہ تھی صرف کلّی طور پر اَوصافِ جمیلہ کا ذکر تھا لہٰذا بوجہ نا معلومیِ شخصیت بوقتِ وصالِ نبوی باہمی تخالف پیدا ہوا۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اِن نصوص اوران میں مندرجہ اوصاف سے مُراد اور اُن کا مصداق خُلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم ہی ہیں اور انہی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد مسندِ خلافت پر بٹھانے کا وعدہ منجانب اللہ فرمایا گیا ہے۔

بابِ مدینۃ العلم

مُراد اور مصداقِ نصوص پر سب سے اول پہنچنے والے اور اَوصافِ کلّیہ سے مصادیقِ شخصیہ کا پتہ لگانے والے خود بابِ مدینۃ العلم، صاحبِ سلونی عما شئتم (جو چاہتے ہو مجھ سے پوچھو) مشکل کشا، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی تھے چُنانچہ نہج البلاغہ میں ہے کہ جب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام سے جنگِ عراق میں بنفسِ نفیس شریک ہونے کے لئے مشورہ لیا تو ہر ایک اہل الرائے کی رائے لینے کے بعد اُنہوں نے سیدنا علی کی رائے پر عمل فرمایا اور دارُ الخلافت ہی میں دائرہ کے قطب کی طرح جمے رہے۔

جناب امیرِ عرب جوانِ لافتیٰ کی رائے مبارکہ اِن الفاظ میں تھی!

ان ھذا الامر لم یکن نصرتہٗ ولا خذلانہ بکثرۃٍ ولا تلۃ وھو دین اللہ الذی اظھرہ وجندہ الذی اعزّہ وایدہ وطلع حیث طلع ونحن علیٰ موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ ومکان القیم بالامر مکان انتظام من الخرز یجمعہ ویضمہ۔ فاذا انقطع النظام تفرق الخرزو ذھب ثم لم یجتمع بحذا فیرہٖ ابداً۔ والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فھم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی بالعرب واصلھم دونك نار الحرب فانك ان شخصت من ھذہ الارض استقضت علیك العرب من اطرافھا واقطارھا حتیٰ یکون ما تدع ورائك من العوارت اھم الیہ مما بین یدیك ان الاعاجم ان ینظر والیك غدًا یقولوا ھذا اصل العرب فاذا اقتطمتموہ استرحتم

فيكون ذالك اشد بكلبهم عليك وطعمهم فيك فاما ذكرت من مير القوم الى قتال المسلمين فان الله سبحانه هوا كره لمسيرهم منك وهو اقدر علىٰ تغيير ما يكره واما ما ذكرت من عددهم فانالم تكن نقاتل فى ما مضى بالكثرة وانما كنا نقاتل بالنصر والمعونة۔

ترجمہ: اے عمر! جہاد فی سبیل اللہ کی جیت یا ہار لشکرِ اسلام کے کم یا زیادہ ہونے پر موقوف نہیں۔ دینِ اسلام خدائی دین ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے سب ادیان پر غالب کیا ہے اور لشکر اسلام خُدائی لشکر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مہیّا فرمایا اور اُس کی امداد فرمائی اور جس حد تک اُسے پہنچنا اور ظاہر ہونا تھا وہ پہنچا اور ظاہر ہوا۔ اور ہم (مہاجرین اولین) منجاب اللہ وعدۂ نصرت دیئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کو اِمداد دینے والا ہے۔

والیٔ امر (خلیفہ) بمنزلہ رشتۂ جواہر ہوتا ہے وہ جواہر کو جمع کرنے والا اور باہم ملانے والا ہوتا ہے اگر رشتہ ٹوٹ جائے تو جواہر جُدا جُدا ہو جاتے ہیں وہ نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور پھر کبھی اپنے اطراف کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ آج کے دن عرب اگرچہ قلیل ہیں مگر بوجہ اِسلام کے کثیر ہیں اور باہمی اتفاق کی وجہ سے عزیز اور غالب ہیں پس اے عمر! تو چکی کے قطب (درمیانی میخ جس پر چکی گھومتی ہے) کی طرح اپنے مرکز پر قائم رہ اور یہیں بیٹھ کر چکی کو پھرا اور اپنے تئیں بچا کر اعداء کو جنگ کی آگ سے جلا دے۔ اگر تُو بذاتِ خود عرب سے نکل کر عراق گیا تو مخالف عرب لوگ تجھ پر سب اطراف سے ٹوٹ پڑیں گے اور تمہاری توجہ بجائے سامنے کے دشمن کو زیر کرنے کے اُن عربوں کی شرارتوں کے دفعیہ اور مٹانے کی طرف لگ جائے گی اور اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ عجمی لوگ کل کو اگر تجھے وہاں دیکھیں گے تو کہیں گے یہ عربوں کی جڑ ہے۔ اسے کاٹو گے تو آرام پاؤ گے اور یہ چیز تمہارے خلاف ان کے حِرص اور طمع میں شدّت پیدا کرنے میں بہت مدد دے گی اور تُو نے مسلمان پر اُن کے چڑھ آنے کا جو ذکر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اِس بات کو تم سے بھی زیادہ ناپسند فرماتا ہے اور مکروہ کے دفع کرنے پر وہ خود بہت قادر ہے اور جہاں تک اُن کی کثرت کا سوال ہے پس تحقیق ہم اہلِ اسلام عہدِ نبوی میں لشکرِ کثیر کے ساتھ نہیں لڑتے تھے بلکہ ہم خدائی اِمداد واعانت کے ساتھ لڑتے تھے۔ انتہیٰ

اللہ کے وعدے

اِس قولِ مُرتضوی میں جملۂ ذیل کہ ہم منجانب اللہ وعدہ دیئے گئے ہیں،، خاص طور پر قابلِ غور اور محلِ اِستدلال ہے اُن کا اشارہ سُورۂ نُور کی آیت اِستخلاف کی طرف تھا جس میں اللہ تعالیٰ اُن مہاجرینِ اوّلین کے لئے جو اُس سُورۃ کے نزول کے وقت موجود تھے، خلافت کا اور دینِ اسلام کو جو اُس کا پسندیدہ دین ہے محکم کرنے کا اور ادیانِ باطلہ پر غالب بنانے کا اور اُنہیں بے غمی سے دینِ اسلام پر عمل پیرا کرنے کا وعدہ فرما چکا ہے۔

آیتِ استخلاف

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِیۡنَهُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَهُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِكُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۵۵﴾

اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے تم میں سے اُن لوگوں کو جو باایمان ہیں اور عملِ صالح کرتے ہیں کہ البتہ وہ اُن کو زمین پر خلیفہ کرے گا جس طرح اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور البتہ اُن کے لئے اُن کا دین جو اُن کے لئے پسند فرمایا ہے محکم کرے گا اور البتہ اُن کے حق میں خوف کو امن سے بدل ڈالے گا وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ مانیں گے اور جو کوئی اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہ لوگ فاسق ہیں۔

(سورۃ نور آیت ۵۵)

ارشاد باری تعالیٰ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ میں استخلاف یعنی خلیفہ بنانے کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور مہاجرین اوّلین میں سے بعض کو اپنا جانشین بنانے کا وعدہ فرمایا ہے یعنی مہاجرین اوّلین کو بعد ہلاکتِ مشرکین، خطۂ عرب میں صرف جگہ دینے ہی کا نہیں بلکہ اُن میں سے بعض کو خلیفہ اور بادشاہ بنانے کا وعدہ بھی فرمایا ہے کیونکہ استخلاف کے معنی بادشاہ بنانا بھی ہیں۔

اگر کسی گروہ میں سے ایک شخص کو بادشاہ بنادیا جائے تو اُس کا فائدہ سارے گروہ کو پہنچتا ہے۔ لہٰذا لَیَسۡتَخۡلِفَنَّ کی نسبت ضمیر ھم کی جانب یعنی جملہ مہاجرین اوّلین کی طرف باارادہ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّ بَعۡضًا مِّنۡهُمۡ حسبِ محاورہ درست اور صحیح ٹھہری مثلاً فقرہ استخلف بنو عباس اور فقرہ اثری بنو التمیم میں گو بنی عباس میں سے بادشاہ اور بنی تمیم میں سے صاحب ثروت وقتاً فوقتاً ایک ہی شخص ہو مگر صورتِ مذکورہ میں شخصی بادشاہت اور شخصی ثروت کا فائدہ چونکہ سارے عباسی اور سارے بنی تمیم اُٹھاتے ہیں لہٰذا خلافت اور ثروت کی نسبت سارے بنوعباس

اور بنو التمیم کی جانب درست ٹھہری اور بلحاظ محاورہ اِسی معنی کو معنی ظاہری کہلانے کا استحقاق ہے
معنی تاویلی کما فی ازالۃ الخفاء۔

یکے بعد دیگرے خلفاء

حق تعالیٰ جلّ وعلاء نے مہاجرین اوّلین کو وعدہ دیا کہ اُن میں سے بعض یکے بعد دیگرے
خلیفہ بنائے جائیں گے کیونکہ اُن میں سے خلیفہ اور بادشاہ بنائے بغیر ظہورِ معانی تمکین واستحکا
دینِ اسلام وتبدیلِ خوف بالامن محالاتِ عادریہ سے ہے۔

قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِهٖ يع
بادشاہ رعایا کے بچاؤ کے لئے سپر ہے یہ سب کچھ یعنی وعدہ، موعود بہ اور موعود لھم اپ
اپنی جگہ ٹھیک تھے مگر سخت دِقّت یہ تھی کہ قبل از ظہور وتحقق کسی کو معلوم نہ تھا کہ کون کون خلیفہ ہوگا، کون
پہلے ہوگا اور کون پیچھے اور اُن کی مدّتِ خلافت کتنی کتنی ہوگی۔

مستخلف یعنی حق سُبحانہ وتعالیٰ چونکہ علیم قدیر تھا، اُس نے جب اپنے وعدہ کو پُورا کرنا چاہا ت
خلیفہ یا جماعت کے دل میں پہلے یا رفتہ رفتہ الہامی طریق پر ڈال دیا کہ فلاں شخص کو خلیفہ بنایا جا
سب کو وقتاً فوقتاً اوصاف موعود بہا کے ظاہر ہونے پر صاف صاف معلوم ہو گیا کہ آیت استخلاف وغیر
میں موعود لہم بالخلافت اور مالکِ اوصافِ مذکور فی النصوص یہی حضراتِ اربعہ علیہم الرضوان ہیں۔
واقعات پر غور کرنے سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ وعدۂ استخلاف کے متحقق اور موجود ہونے کے لئ
(آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام) کے زمانہ سے لے کر موجودز مانہ تک) کوئی اور خلافت، بغیر خلافتِ خلفا
اربعہ علیہم الرضوان مستحق نہیں، فتح عرب وشام اس عظیم الشان انداز میں اور تالیف واطمینان قلوب
مُسلمین وتمکین دین اس طریق پر ظہور میں آئیں کہ فوق ازاں متصور نیست اور نہ کسی ملّت اور عص
میں آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر موجودہ زمانہ تک اُس کا عشر عشیر بھی ظہور میں آیا ہوگا،
آیاتِ ذیل میں بھی اِنہیں خلفائے اربعہ معاونین علیہم الرضوان کا ذکر ہے۔

(۱) ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ
اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ
الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

ترجمہ! تورات اور انجیل میں اُن کی داستان اور کہانی ایسے ہے جیسے کھیتی (پہلے) اپنے سبز گھاس کو نکالے پھر اُسے قوی کرے پس وہ اور موٹی ہوجائے اور اپنی جڑوں پر کھڑی ہوجائے (اُسے دیکھ کر) کھیتی والے خوش ہوتے ہیں اور کفّار غصّہ سے بل کھاتے ہیں۔

(سورۃ فتح آیت ۲۹)

خلافتِ راشدہ کا ذکر ہے

اِس آیت شریفہ میں عہدِ نبوی سے عہدِ خلفائے راشدہ تک کا ذکر ہے جس کا تفصیلی بیان آگے آئے گا اس میں بتایا گیا ہے کہ دینِ متین اور اُمت اسلامیہ کس طرح اپنی ترقی ونشوونما کے مختلف مدارج سے گزرتے ہوئے اپنے نقطۂ عروج تک پہنچیں گے اور یہ اِرتقاء اَدوارِ نبوی و خُلفائے راشدین ہی میں ظہور پذیر ہوگا۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

اللہ ایمان والوں سے دُشمنوں کو ہٹالے گا اللہ خیانت کرنے والے کفار کو دوست نہیں رکھتا۔

(سورۃ حج آیت ۳۸)

(۳) اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

حکم ہوا اُن لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں (کہ وہ بھی کافروں سے لڑیں

اِس لئے) کہ اُن پر ظلم ہوا اور اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اس لئے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو تکیئے، مدرسے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے ڈھائے جاتے اور البتہ اللہ ضرور اُس کی مدد کرے گا جو کہ اُس کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ ضرور اُس کی مدد کرے گا جو کہ اُس کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ زبردست اور زور والا ہے اور اگر ہم اُن کی زمین میں قُدرت دیں تو وہ نماز کو قائم رکھیں، زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور ہر کام کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

(سورۃ حج ۳۹ تا ۴۱)

ثابت یہ ہوا

اِن آیات میں غور کرنے کے بعد بتایئے کہ فقرات ذیل کے مصداق خُلفائے اربعہ اور اُن کے مددگار نہیں تو اور کون ہو سکتے تھے؟

(۱) یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (کھیتی والے یعنی مومنین خوش ہوتے ہیں)

(۲) عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اُن لوگوں سے جو ایمان لائے)

(۳) اَلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا (جن سے کافر لڑتے ہیں صرف اِس لئے کہ اُن پر ظلم کریں۔)

(۴) اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللہُ۔ (جو اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اِس لئے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے)

(۵) مُہدّمین مِن مساجد کو روکنے والے۔

(۶) مَنْ یَّنْصُرُہٗ (جو اُس کی یعنی اللہ کی مدد کرتا ہے۔)

(۷) اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ، اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (اگر ہم زمین میں اُن کو قدرت دیں تو وہ نماز قائم رکھیں، زکوٰۃ

دیں، اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں) علیٰ ہذا القیاس بہت سی آیاتِ نوید اور مشعر مضمون آیت استخلاف مذکورہ بالا کے لئے ہیں۔

استخلاف کے منافی نہیں

خلافتِ شیخین بلکہ خلافت خلفائے اربعہ کا بدیں معنی منصوص ہونا انعقادِ خلافت بالاجماع والشوریٰ والاستخلاف کے منافی نہیں، خلفائے اربعہ کے سوانح حیات اور زُہد وتقویٰ وقناعت و کفایت شعاری وترکِ مرغوبات ومالوفات وباہمی اِستمداد وسائر واقعاتِ مفصّلہ پر نظر ڈالنے سے یہ بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ اُن میں سے کسی صاحب نے خواہ عہدِ خلافت کسی دوسرے کا ہی کیوں نہ ہو تمکین دین وتعمیر عمارتِ اسلام میں کسی قسم کی اِعانتِ بدنی، مالی، علمی یارائے زنی سے دریغ نہیں کیا۔ یہی حضرات خلفائے اربعہ علیہم الرضوان قبل از فتح مکہ کے مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں جو لوگ بعد از فتح مکہ مشرف بالایمان ومجاہدین فی سبیل اللہ ہوئے، اُن کو اِن حضرات سے کیا نسبت اللہ تعالیٰ نے بھی ان سابقین اوّلین مجاہدین کی فوقیت مُجاہدین لاحقین پر اِس آیت میں بیان فرمائی ہے! قال اللہ تعالیٰ۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾

تم میں سے اُن لوگوں کی کوئی برابری نہیں کرسکتا جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خُدا میں مال خرچ کئے اور جنگ کی یہ لوگ درجہ میں بلند تر ہیں اُن لوگوں سے جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد مال خرچ کئے اور کفار سے لڑے۔

(سورۃ الحدید آیت ۱۰)

بنوامیہ وبنوعباس خارج ہیں

سورۂ نور میں مندرجہ بالا آیت استخلاف (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ---الآية)

کے مصداق بھی یہی حضراتِ اربعہ مع الاعوان من الصحابہ ہیں۔ بنو اُمیہ جناب معاویہ و بنو عباس آیت استخلاف سے خارج ہیں کیونکہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے مراد آیتِ استخلاف سے وہ لوگ ہیں جو سورہ نُور کے نزول کے وقت حاضر تھے۔ اِس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ مہاجرینِ اوّلین حاضرین بروقت نزولِ سورہ نور میں سے بعض کو وعدہ دیتا ہے کہ میں اُن کو خلیفہ بناؤں گا اور زمین میں اُن کو تمکین اور تصرّف و سلطنت مع اقامتِ دین عطا کروں گا جس طرح اُن سے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا (مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام اور حضرت داوٗد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیٰ نبینا) الفاظ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کے بڑھانے سے یہ دِکھلانا منظور ہے کہ جس طرح تورات میں بیان شُدہ ایک سفر میں اللہ تعالیٰ نے بلادِ شام کی فتح کا وعدہ مُوسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا جو بمقتضائے حکمتِ الٰہیہ مُوسوی زمانہ میں پُورا نہ ہوا بلکہ اُن کے خلیفہ یوشع علیہ السلام کے ہاتھ پر اُس بلاد کے فتح ہونے کے بعد پُورا ہوا جو بحسبِ وصیت مُوسوی بنی اسرائیل پر تقسیم ہوئی۔ اِسی طرح سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو وعدہ دینِ اسلام کو سارے ادیان پر غالب کرنے کا قرآن کریم میں کیا گیا تھا وہ مقتضائے الٰہی خلفائے اربعہ کے عہد میں متحقق ہوا۔

طریقہ بتا دیا

چنانچہ اسی آیت استخلاف میں فرمایا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اوّلین حاضرینِ نزول سُورۂ نُور سے بدیں معنی خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے کہ مُشرکین عرب کی ہلاکت کے بعد یہ لوگ نہ صرف عرب میں بسیرا کریں گے اور اُن کے جانشین ہوں گے بلکہ اُن کو سلطنت اور تصرف عطا فرما کر اُنہی کے ہاتھ پر خُدائی اور پسندیدہ دین قائم کیا جائے گا تمکین فی الارض با اقامت دین اسلامت ہی معنیٰ ہے خلافتِ راشدہ کا۔

اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج اور دیگر آیات میں واضح الفاظ میں دین پسندیدہ کو اِن مجاہدینِ اوّلین ہی کے ہاتھوں، اُن کی مدد فرما کر دُنیا میں قائم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے سورۂ نُور میں یہ ارشاد ہوتا ہے۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا

وہ میری پرستش کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے۔

واضح ہو کہ مکّہ میں پہلے بتوں کی عبادت کی جاتی تھی جس کا قلع قمع جا بجا آیاتِ توحید قرآنیہ نے کر دیا ہے۔

پھر اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ صَنَمًا (کسی صنم کو میرا شریک نہیں بنائیں گے۔ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ صَنَمًا وَّلَا مَلَکًا (کسی صنم یا فرشتہ کو میرا شریک نہیں بنائیں گے) یا لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ صَنَمًا وَّلَا مَلَکًا وَّلَا اِنْسَانًا۔ (کسی صنم یا فرشتہ یا انسان کو میرا شریک نہیں بنائیں گے) مثل عیسیٰ علیہ السلام نہیں فرمایا بلکہ بجائے الفاظِ مخصوصہ مذکورہ بالا کے ایسے کلمہ کا استعمال فرمایا کہ وہ بوجہ اپنے عموم وشمول کے اشیاء مذکورہ ہی پر نہیں بلکہ سارے کے سارے شرکاء باری عزّ اسمہ، پر بحثیت لا یشذ عنہ فرد حاوی ہے یعنی شیاء اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! میں اپنے وعدہ کو اِس خُوبی سے پورا کروں گا کہ شرکِ مطلق، شریک چاہے بُت ہو یا ستارہ یا آدمی یا لات وعُزّیٰ وہُبل وغیرہ سب کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔

پھر علاوہ شرکائے مذکُورہ ایک اور بڑا شریک ہوائے انسانی ہے ہوا پرست بھی خدا پرست اور موحد کہلانے کا مستحق نہیں کما قال اللہ تعالیٰ!

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ

کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے۔

(سورۃ الجاثیہ آیت ۲۳)

شریک نہ بنائیں گے

تو آیت استخلاف کا مطلب یہ ہوا کہ میں حاضرینِ سورۃ نور میں سے بعض کو زمین میں دین مرضیٰ عند اللہ کے قائم کرنے کی قُدرت عطا کروں گا کہ وہ لوگ خُداداد تصرّف وسلطنت، عدالت وتہذیب کی رُو سے ادیانِ باطلہ اور شرکِ مطلق کو جس کے منجملہ اقسام ہوا پرستی بھی ہے بیخ وبُن سے اُکھاڑ دیں گے گویا آیت میں کلمہ شَیْئًا صیغہ عموم فرمانے سے اور مزید برآں منون بہ تنوین تنکیر کرنے سے، تزکیہ واظہارِ عدالت خُلفائے اربعہ صاف طور پر بیان فرمایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ جن کو میں خلافت اور تمکین دین اسلام اور بے غمی اور توحید عطا کروں گا،

یہ لوگ ہوا پرست نہ ہوں گے اور کسی شے کو میرا شریک نہ بنائیں گے۔

مندرجہ بالا آیت شریف میں حق سبحانہ وتعالیٰ احکم الحاکمین واصدق الصادقین خلفاء
کو ہوا پرستی کے دھبّہ سے پاک اور بری فرماتا ہے پھر کس قدر افسوسناک، حیران کُن اور بے
یہ خیال ہے کہ معاذ اللہ بروزِ وفاتِ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حُبِ ریاست
صحابہ کرام علیہم الرضوان پر اس قدر غالب آگئی کہ اُنہوں نے اپنے دین اور آنحضرت صلی اللہ
وآلہٖ وسلم سے وفا کو بھی چھوڑ دیا ایک طرف شیخین کو ریاست و بادشاہت کا لالچ اور دوسری طرف
کے بالمقابل سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کا اپنے استحقاق کے وجوہات بیان 12 فرما کر گریہ وزاری
وغیرہ، میں پوچھتا ہوں کہ ایسے لوگ جن کا مُزکّی اور بری کنندہ خود علاّم الغیوب ہو، کیا وہ اِس د
کے متعصب ظالم اور ہوا پرست ہو سکتے ہیں؟ ہر گز ہر گز نہیں۔

اقسام خلافت

خلافت وریاست از روئے اسلام دو قسم کی ہے۔ ایک خلافت عام جس کے لئے شراط ذیل ہیں۔

(۱) مسلمان ہونا

(۲) عاقل ہونا

(۳) بالغ ہونا

(۴) حر یعنی (آزاد) ہونا

(۵) سمع وبصر (وکلام) میں بے عیب ہونا

(۶) کافی یعنی امورِ خلافت کے سرانجام دینے میں پورا ہونا۔

(۷) مجتہد ہونا، گو مستقل نہ ہو منتسب ہی سہی۔

(۸) عادل ہونا۔

(۹) قریشی ہونا۔ اور

(۱۰) (اختلافی شرط) کاتب ہونا۔

تیس سال خلافت

دوسری خلافتِ خاص ہے اس کی شرائط میں علاوہ اُمورِ مذکورہ بالا وہ اَوصاف بھی ہیں جن کی تصریح قُرآنِ کریم میں موجود ہے اِسی خلافتِ خاصہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ دُنیا میں کچھ عرصہ نبوت ورحمت، پھر میرے بعد تیس سال خلافت و رحمت، اُس کے بعد آمرانہ سلطنت اور پھر اُس کے بعد جبر اور حُدودِ الٰہیہ سے تجاوز ہوگا۔

خلفائے اربعہ اور سیدنا حسن علیہم الرضوان کا زمانہ تیس سال ہے جس پر خلافت ورحمت کا خاتمہ ہوگیا۔

امام حسن علیہ السلام کا خلافت کو ترک کرنا اِس وجہ سے بھی تھا کہ آپ آمرانہ بادشاہت

سے بحکمِ الخلافة بعدی ثلثون سنة ثم تصیر ملکا عضوضًا (میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی اُس کے بعد یہ دانتوں سے کاٹنے والی ملوکیت ہوجائے گی) بچنا چاہتے تھے۔

خلفائے راشدین پانچ ہیں

ا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قارئین: خلفائے راشدین پانچ ہیں اور خلافت راشدہ کی کُل مدّت تیس سال ہے۔

خلیفہء اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ 2 سال 3 مہینے 8 دن

خلیفہء دوم حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ 10 سال 6 مہینے 4 دن

خلیفہء سوم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ 11 سال 11 مہینے 13 دن

خلیفہء چہارم حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم 4 سال 7 مہینے 1 دن

خلیفہ پنجم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔ 8 مہینے 10 دن

میزان مدت خلافت راشدہ : کل 30 سال

حضور اعلیٰ امام المسلمین پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تصفیہ مابین سُنی شیعہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی کہ دُنیا میں کچھ عرصہ نبوت و رحمت پھر میرے بعد تیس سال خلافت ورحمت اُس کے بعد آمرانہ سلطنت اور پھر اُس کے بعد کبر اور حُدودِ الٰہیہ سے تجاوز ہوگا۔

خلفاء اربعہ اور سیدنا حسن علیہم الرضوان کا زمانہ تیس سال ہے جس پر خلافت و رحمت کا خاتمہ ہوگیا۔ امام حسن علیہ السلام کا خلافت کو ترک کرنا اس وجہ سے بھی تھا کہ آپ آمرانہ بادشاہت سے بحکم الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تصیر ملکاً عضوضاً میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی اُس کے بعد یہ دانتوں سے کاٹنے والی ملوکیت ہوجائے گی۔ (یعنی امام حسن علیہ السلام اس سے) بچنا چاہتے تھے۔ اور امام حسن علیہ السلام پر خلافتِ راشدہ کا زمانہ مکمل ہوگیا۔

(تصفیہ مابین سُنی شیعہ ص ۸)

اہلِ سُنّت میں یہ بات مشہور کردی گئی ہے کہ خلفاء راشدین چار ہیں یہ بات غلط ہے اہلِ سُنّت کے نزدیک خلفاء راشدین پانچ ہیں اور خلافتِ راشدہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتی

ہے۔ خلافتِ امام حسن پر سینکڑوں حوالہ جات موجود ہیں انشاء اللہ کتاب خلیفہ راشد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام میں سب حوالہ جات تفصیلاً دیئے جائیں گے۔

قارئین! خلیفہ راشد حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی خلافت پر اکابرینِ اُمت کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

مُلا علی قاری اور خلفائے راشدین

(۱) حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ نبوت کی خلافت کی مدت تیس سال ہے ان میں سے خلافت صدیقی ۲ سال اور ۳ ماہ پر مشتمل ہے اور حضرت عمرؓ کی خلافت ۱۰ سال اور ۶ ماہ ہے حضرت عثمان کی خلافت ۱۲ سال ہے اور حضرت علی کی خلافت ۴ سال ۹ ماہ ہے اور ان کے بیٹے حضرت حسن کی خلافت ۶ ماہ ہے۔

(شرح فقہ اکبر اردو ترجمہ ص ۱۴۹)

(۲) جواھر العقائد شرح عقائد میں ہے کہ چھ ماہ حضرت حسن نے خلافت کی ان کی خلافت ختم ہونے پر تیس سال ختم ہوجاتے ہیں لہٰذا حضرت حسن کی خلافت مبارکہ "بعدی ثلاثون سنة" میں آگئی اس لئے ہم اہلسنّت کے نزدیک خلفاء راشدین پانچ ہیں اب تیس سال کے بعد جو آئے گا وہ خلیفہ نہ ہوگا۔

(جواھر العقائد شرح العقائد ص ۳۵۷)

امام جلال الدین سیوطی اور خلفائے راشدین

(۳) حضرت امام جلال الدین سیوطی خلافت راشدہ تیس سال ہے کی وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ حسن بن علی ابو طالب ابو محمد سبط رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ علیہ السلام کے پھول آپ نص یعنی حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق آخری خلیفہ ہیں، ص ۲۰۴ پر مزید لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد ۶ ماہ خلافت کے منصب پر فائز رہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۰۴)

(۴) اور مزید لکھا ہے کہ امام احمد بروایت حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ خلافت فقط تیس سال تک رہے گی اس کے بعد سلطنت ہوجائے گی اس کو اصحاب ہوگئے بزار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تمہارے دین اسلام کی ابتداء نبوت ورحمت سے ہوئی پھر خلافت ورحمت ہوجائے گی اور اس کے بعد بادشاہت اور جبر وظلم وستم آجائے گا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۱)

حافظ ابن کثیر اور خلفائے راشدین

(۵) علامہ حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ ہجری اپنی شہرہ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ میں رقمطراز ہیں کہ قلت والسنة ان یقال له ملك ولا يقال خليفة لحديث سفينة الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تكوملكا عضوصا۔ میں کہتا ہوں کہ سنت یہی ہے کہ حضرت معاویہ کو بادشاہ کہا جائے نہ کہ خلیفہ بوجہ حدیث سفینہ کے خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی پھر کاٹنے والی بادشاہت ہوگی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۵ مکتبہ المعارف بیروت)

حسین علی مسعودی اور خلفائے راشدین

(۶) امام المورخین ابوالحسن بن حسین علی المسعودی اپنی کتاب مروج الذهب (جسکا حوالہ محقق علی الاطلاق امام اہلسنّت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد گرامی کی روشنی میں حساب لگایا جائے تو خلافت حضرت ابوبکر کے آغاز خلافت سے لے کر جناب حسن رضی اللہ عنہ کے اختتام خلافت تک کل تیس سال بنتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے خلافت ابوبکر ۲ سال ۳ مہینے ۸ دن۔ خلافتِ عمر ۱۰ سال ۶ مہینے ۴ دن خلافت عثمان ۱۱ سال ۱۱ مہینے ۱۳ دن۔ خلافت علی ۴ سال ۷ مہینے ۱ دن۔ خلافت حسن ۸ مہینے ۱۰ دن میزان کل تیس سال۔

(مروج الذهب ج ۲ ص ۳۶۵)

عبدالعزیز پرہاروی اور خلفائے راشدین

(۷) علامہ عبدالعزیز پرہاروی صاحب شرح عقائد کی شرح نبراس میں لکھتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ مولا علی کے بعد تیس سالوں میں چھ مہینے باقی تھے اور یہی امام حسن بن علی کی مدت خلافت ہے۔

(نبراس ص ۵۰۴)

(۸) علامہ ابن کثیر رقمطراز ہیں کہ امام حسن بن علی خلفاء راشدین میں سے تھے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: الخلافۃ من بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا۔ کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی اور یہ خلافت تیس سال امام حسن علیہ السلام کی خلافت کے ساتھ مکمل ہوتی ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵)

ابن حجر مکی اور خلفائے راشدین

(۹) علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رقمطراز ہیں کہ آپ کے نانا کی نص کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں اپنے باپ کی شہادت کے بعد اہلِ کوفہ کی بیعت سے آپ خلیفہ بنے اور چھ ماہ اور چند دن تک خلیفہ رہے آپ خلیفہ برحق اور امام عادل وصادق ہیں اور اپنے نانا کی اس پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہیں جو آپ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک رہے گی۔ پس بے شک یہ چھ مہینے ان تیس سالوں کی تکمیل کرنے والے ہیں آپ کی خلافت منصوص ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے اور اسکے برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(الصواعق المحرقہ ص ۲۰۸ دار الکتب علمیہ بیروت)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور خلفائے راشدین

(۱۰) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ انقضت الخلافۃ بشھادۃ علی کرم اللہ وجھہ وخلع الحسن ومعاویۃ علی سیرۃ الملوک علی سیرۃ الخلفاء خلافت شہادت علی اور

امام حسن کی دستبرداری سے ختم ہوگئی اور حضرت معاویہ بادشاہوں کی سیرت پر تھے خلفاء راشدین کی سیرت پر نہ تھے۔

(حجۃ اللہ علی البالغہ ج ۲ ص ۲۱۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور خلفائے راشدین

(۱۱) خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ اہلِ سُنت امامت کو پیشوائے دین کے معنی میں بھی بولتے ہیں، اسی سبب سے امام اعظم، امام شافعی کو پیشوا فقہ کہتے تھے اور امام غزالی، امام رازی کو عقائد اور کلام میں اور نافع اور عاصم کو کہ قراءت میں امام کہتے ہیں اور آئمہ اطہار ان فنون میں پیشوا ہوتے ہیں خصوصاً ہدایت باطن اور ارشاد طریقت کے ان سے مخصوص تھا اسی سبب سے اہل سنت ان کو بے قید امام جانتے ہیں نہ کہ وہ امامت جس سے مراد خلافت ہے کیونکہ خلافت میں ان کے نزدیک ملک میں تصرف ہونا باوجود استحقاق اور غلبہ اور شوکت جاری ہونا ضروری ہے اسی واسطے خلافت انہی پانچ اشخاص مذکور میں نامزد کیا ہے یعنی خلفائے اربعہ اور امام حسن۔

(تحفہ اثناء عشریہ ص ۳۶۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور خلفائے راشدین

(۱۲) محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

وکان الحسن احق بذلك وقد بقى ستة اشهر من ثلاثين سنة التى بهایتم ما اخبر النبى بقوله(الخلافة بعدى ثلاثون سنة)

اور امام حسن علیہ السلام اس خلافت کے زیادہ مستحق تھے اور تیس سال میں سے باقی چھ ماہ رہ گئے جو امام حسن علیہ السلام کی خلافت کے ساتھ تیس سال مکمل ہوئے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی چونکہ تیس سال کی مدت خلافتِ راشدہ کی مدت تھی یہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خلافت کے ساتھ مکمل ہوئی ہے تو ظاہر

ہے امام حسن خلفاء راشدین میں سے تھے۔

(لمعات التنقیح ج ۹ ص ۷۰۳)

(۱۳) شیخ محقق اپنی دوسری تصنیف اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ:

امام حسن احق بود بخلافت زیرا کہ شش ماہ باقی ماندہ بود از سی سال کہ آنحضرت خبر دادہ بود بقول خود کہ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۹۷)

(۱۴) شیخ محقق مزید مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ خلافت راشدہ کی تیس سال مدت کی تکمیل کے ابتدائی سال میں ان (مولا علی علیہ السلام) کو شہید کیا گیا ان کی خلافت کی مدت چار سال سات مہینے اور چھ روز یا بارہ روز ہے بعض چار سال نو مہینے بتاتے ہیں اور پانچویں سال کو ان کے فرزند ارجمند امام حسن مجتبیٰ حسن بن علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہم نے پورا فرمایا۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۲)

نوٹ: شیخ محقق نے تکمیل الایمان میں بھی امام حسن علیہ السلام کی خلافت کو خلافت راشدہ لکھا اور یہی اہلسنّت کا نظریہ ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی اور خلفائے راشدین

(۱۵) شرح مقاصد علامہ سعد الدین تفتازانی کے حاشیہ میں ہے کہ حسن بن ابی طالب الھاشمی القریشی ابو محمد خلفاء راشدین میں سے پانچویں خلیفہ ہیں۔

(شرح مقاصد ج ۳ ص ۱۵ حاشیہ نمبر ۱)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور خلفائے راشدین

(۱۶) عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ خلافت نبوت پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو ہدایت مخلوق اور اعلاء کلمۃ اللہ ترویج شریعت ونشر علوم کے کام سر انجام فرمائے خلیفہ پیغمبران کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی طرح بے زینے سر انجام دے اور نفس وشیطان کو اس میں دخل نہ ہو تو یہ خلافت نبوت ہے اور یہ خلافت تیس سال رہے گی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم

تکون ملکا عضوضا ۔ اور امام برحق و خلیفہ اول پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر ہیں ان کے بعد عثمان ہیں ان کے بعد علی اور ان کے بعد امام حسن بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

(السیف المسلول ص ۹۴ مطبع احمدی دہلی)

(۱۷) علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن کے والد محترم کی شہادت کے بعد حضرت حسن علیہ السلام سے خلافت کی بیعت لی گئی۔

(حیات الحیوان ج ۱)

مولانا عبدالحئی حنفی اور خلفائے راشدین

(۱۸) مولانا عبدالحئی حنفی فرماتے ہیں کہ امام حسن خلفاء راشدین میں سے آخری خلیفہ تھے آپ کی خلافت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نص فرمائی ہے۔

(فتاویٰ عبدالحئی ج ۲ ص ۶۵)

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی اور خلفائے راشدین

(۱۹) حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی لکھتے ہیں کہ: نص حدیث کے ساتھ امام حسن علیہ السلام آخری خلیفہ راشد ہیں ۔ نوٹ: (اس کتاب کے دو ترجمے ہیں ایک علامہ صائم چشتی علیہ رحمۃ نے شرف سادات کے نام سے اور ایک مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے برکات آل رسول کے نام سے کیا ہے)

(الشرف المؤبد لآل محمد ص ۱۶)

مرتضیٰ احمد خاں میکش اور خلفائے راشدین

(۲۰) مرتضیٰ احمد خاں میکش (علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے ان کا شمار اپنی کتاب تذکرہ اکابرین اہلسنت میں اکابرین میں کیا ہے) لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی شہادت کے بعد کوفہ کے لوگوں نے خلیفہ چہارم کے بڑے بیٹے امام حسن کو خلیفہ منتخب کیا۔

(تاریخ اسلام ج اول ص ۳۴۸)

مفتی اکرام الدین دہلوی اور خلفائے راشدین

(۲۱) نبیرۂ شیخ محقق علامہ مفتی اکرام الدین دہلوی فرماتے ہیں کہ عرضیکہ جب خطبہ تمام کر چکے تو حضرت عبداللہ بن عباس اٹھے اور کہا اے یہ حضرت سیدنا امام حسن تمہارے پیغمبر کے صاحبزادے اور تمہارے امام کے وصی ہیں ان کی بیعت واطاعت کا غاشیہ اپنی جان کے کندھوں پر ڈالو۔ ان کی محبت اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سمجھو حاضرین نے آپ کی خلافت پر بیعت کی اور دل وجان سے خلیفہ مانا۔

(سعادت الکونین ص ۱۰۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور خلفائے راشدین

(۲۲) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں رقم فرماتے ہیں کہ خلافت راشدہ کہ منہاج نبوت پر تیس سال رہی اور سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے چھ ماہ مدت خلافت پر ختم ہوئی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ص ۳۷۸)

مولانا نعیم الدین مرادآبادی اور خلفائے راشدین

(۲۳) صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی خلیفہء اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں آیت استخلاف کی تفسیر میں لکھا ہے کہ خلیفہء اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت دو برس تین ماہ اور خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال چھ ماہ اور خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال اور خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال نو ماہ اور خلیفہ پنجم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ ماہ پر خلافت راشدہ ختم ہوئی۔

(خزائن العرفان فی تفسیر القرآن سورۃ نور آیت ۵۵ ف ۱۲۹ ص ۶۴۳)

مولانا امجد علی اعظمی اور خلفائے راشدین

(۲۴) حضرت مولانا امجد علی اعظمی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام

برحق وامام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان پھر حضرت مولا علی پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم ہوئے ان حضرات کو خلفاء راشدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں۔ص ۳۸ پر مزید فرماتے ہیں کہ منہاج نبوت پر خلافت حقہ راشدہ تیس سال رہی کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے چھ مہینے پر ختم ہوگی۔

(بہار شریعت حصہ اول ص ۳۹)

مفتی احمد یار خاں نعیمی اور خلفائے راشدین

(۲۵) حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ حساب تحقیقی یہ ہے کہ خلافت صدیقی دو سال چار ماہ خلافت فاروقی دس سال چھ ماہ خلافت عثمانی چند دن کم بارہ سال خلافت حیدری چار سال نو ماہ۔ چاروں خلفاء کی خلافت انتیس سال سات مہینے ۹ دن ہے پانچ ماہ باقی رہے وہی حضرت امام حسن کی خلافت نے پورے کر دیئے ان مدتوں کے بیان میں کچھ اختلاف بھی ہے بہر حال حضرت امام حسن کی چند ماہ خلافت پر تیس سال پورے ہو گئے۔

(مراۃ المناجیح ج ۷ ص ۱۵۲)

(۲۶) حضرت مولانا شمس الدین احمد صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ برحق وامام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت مولا علی پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہم ان حضرات کو خلفاء راشدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں۔

(قانونِ شریعت ص ۵۱)

(۲۷) مفتی حزب الاحناب غلام حسن قادری لکھتے ہیں حضرت امام حسن نے حضرت معاویہ کے ساتھ ۱۵ جمادی الاول ۴۱ ہجری میں صلح کی جس کے ساتھ ہی خلافت راشدہ کی تکمیل اس کے معاً بعد ہی امارت ملوکیت کا دور شروع ہو گیا۔

(یارانِ مصطفےٰ ص ۵۹۷)

اکبر خاں نجیب آبادی اور خلفائے راشدین

(۲۸) مولانا اکبر خان نجیب آبادی رقمطراز ہیں: حسن بن علی بن ابی طالب خلفاء

راشدین میں سے آخری خلیفہ سمجھے جاتے ہیں۔

(تاریخ اسلام ج ا ص ۵۶۸)

(۲۹) شیخ محمد اقبال لکھتے ہیں کہ حضرت حسن کی مدت خلافت تقریباً چھ ماہ ہے آپ کی دست برداری کے ساتھ حضور کی ان دو پیشگوئیوں کی تصدیق ہوگئی کہ حضرت حسن مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور دوسرے یہ کہ خلافت راشدہ تیس برس تک رہے گی اس کے بعد ملوکیت کا دور آئے گا۔

(خلافت راشدہ ج ۲ ص ۲۰۳)

(۳۰) حضرت مرزا ریاض احمد صاحب لکھتے ہیں کہ علی کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ کے لیے خلیفہ ہوئے۔

(آداب عقائد و عبادت ص ۱۱۲)

نواب صدیق حسن خان قنوجی اور خلفائے راشدین

(۳۱) مولانا نواب صدیق حسن خان قنوجی لکھتے ہیں کہ اصحاب سیر نے لکھا ہے جب علی مرتضیٰ شہید ہوئے اہلِ عراق نے حسن بن علی سے بیعت کی۔ نیز صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ کوئی خلیفہ ہاشمی ہاشمیہ سے نہیں ہوا سوا حسن بن علی کے۔

(تشریف البشر بذکر الائمۃ اثنا عشر ص ۱۴)

(۳۲) اور اپنی دوسری کتاب تکریم المومنین میں لکھتے ہیں کہ:

صدیق تقی سہ ماہ دو سال		بر مسند شرع مصطفےٰ بود
دو سال خلیفہ بود و شش ماہ		فاروق حاکم قضا بود
عثمان زکی دوازدہ سال		بر جملہ خلق مقتدا بود
نہ ماہ چہار سال دیگر		ایام علی مرتضیٰ بود

ان کے انتقال سے مع خلافت شش ماہہ امام حسن رضی اللہ عنہ تیس سال خلافت راشدہ کے ختم ہوگئے۔

(تکریم المومنین بتقویم مناقب خلفائے راشدین مطبوعہ لکھنو ۱۳۰۰ھ ص ۱۳۰)

خلیفہ راشد امام حسن علیہ السلام پر مزید حوالہ جات

(۳۳) پروفیسر غلام رسول لکھتے ہیں کہ حضرت مرتضیٰ کی شہادت کے بعد اہلِ کوفہ مسجد جامع میں جمع ہوئے اور آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن کے ہاتھ پر خلافت بیعت کی۔

(تاریخ اسلام ص ۲۱۳)

(۳۴) میجر ریٹائرڈ امیر افضل خان صاحب لکھتے ہیں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد آپ کی مجلس مشاورت نے امام حسن کو خلیفہ منتخب کیا اور جناب قیس بن سعد نے سب سے پہلے بیعت کی اور پھر سب مسلمانوں نے بیعت کی۔

(خلفائے راشدین ص ۸۳۳)

(۳۵) آپ (مولا علی) کی شہادت کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت امام حسن نے یہ عہد سنبھالا اور تقریباً چھ ماہ اس منصب پر فائز رہے سیدنا امام حسن کے دور خلافت کے چھ ماہ شمار کر کے تیس برس پر مشتمل یہ زمانہ عہد خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔

(شہادت امام حسین ص ۱۰ اڈاکٹر طاہر القادری)

(۳۶) علامہ پیر سید خضر حُسین شاہ صاحب چشتی لکھتے ہیں کہ سلطانِ دوجہاں کا ارشاد ہے میرے وصال کے بعد خلافت صرف تیس سال رہے گی اس کے بعد خلافت ملوکیت و بادشاہت میں تبدیل ہوجائے گی سیدنا امام حسن کے چھ ماہ دور خلافت میں تیس سال پورے ہو گئے۔

(خلفائے رسول ص ۳۵۳)

(۳۷) حضرت علامہ قاضی عبداللطیف قادری صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بات بھی یاد رہے کہ خلفاء راشدین پانچ ہیں اس لیے کہ حضور نے فرمایا: خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی اس کے بعد ملوکیت ہوجائے گی تو وہ تیس سال امام حسن کی خلافت کے چھ ماہ سمیت بنتے ہیں لہٰذا خلفاء چار نہیں بلکہ پانچ ہیں۔

(صلوٰۃ الاحناف من احادیث الصحاح ص ۱۳۲)

عطاء محمد بندیالوی اور خلفائے راشدین

(۳۸) استاذ الکل علامہ عطا محمد چشتی گوگڑوی بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلفاء راشدین

کے بارے میں تحقیق پیش کی ہے کہ۔

اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَصِیْرُ مُلْکًا غَضُوْضًا

(مشکوٰۃ ص ۴۶۳)

حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی ۔یعنی تیس سال تک جو سربراہ ملک ہوں گے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ آپ کے نائب اور آپ کے طریقہ پر ہوں گے اور تیس سال کے بعد حکمرانوں کا مقصد محض حکومت وسلطنت ہوگا اور حکومت کے لئے ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹیں گے ۔اس حدیث پاک سے ظاہر ہوگیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال شریف کے بعد تیس سال تک حکمرانی شریعت مطہرہ کے مطابق ہوگی اور یہ حکمران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر اور کامل مسلمان ومومن ہوں گے ۔تیس سال کے اندر جو حکمران ہوئے ۔حدیث پاک میں ان کی تعریف کی گئی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ ان تیس سالوں میں کون کون مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے اور ان کی مدت خلافت کتنی ہے ۔واضح ہو کہ اہلِ سنّت اور شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ ہے اور بالاتفاق خلیفہ دوم حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی مدت خلافت بارہ سال سے صرف چند دن کم ہے اور خلیفہ چہارم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی مدت خلافت چار سال نو ماہ ہے اور خلیفہ پنجم حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہیں ان کی مدت خلافت صرف چھ ماہ ہے ان پانچوں خلفاء کی مدت جمع کی جائے تو تیس سال بنتی ہے ۔یہ مشہور قول کہ خلفاءِ راشدین صرف چار ہیں درست نہیں اہلسنّت کے نزدیک خلفاءِ راشدین پانچ ہیں۔

(عقیدہ اہلسنّت ص ۲۷)

خلافتِ راشدہ کے اوصاف

خلافتِ خاصہ راشدہ کے اُوصاف مختصراً یہ ہیں!

(۱) خلیفہ مہاجرین اوّلین میں سے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نُور کی آیت اِستخلاف

میں مِنْکُمْ کے خطاب کے ساتھ اُنہی سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اُن میں سے کسی کو ہم زمین میں ممکن و صاحبِ قُدرت بنائیں گے تو وہ مقاصد و مطالب خلافت کو پورا کرے گا۔

اللہ کے لئے ہجرت کریں

علاوہ سورہ حج کی آیات ۳۸ تا ۴۰ جن کا ذکر اُوپر آچکا ہے آیاتِ شریفہ ذیل بھی اُنہی مہاجرین اوّلین کی شان کے بیان میں ہیں۔

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

جو لوگ میرے لئے اپنے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور وہ لڑے اور قتل کئے گئے میں اُن کے گناہ دُور کردوں گا اور اُن کو بہشتوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ خدا کی طرف سے بدلہ ہے۔

(سورۃ آلِ عمران آیت ۱۹۵)

راہِ خدا میں جہاد کریں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾

جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خُدا کی راہ میں لڑتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی، یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ اُن کے لئے خدا کے ہاں بخشش اور عزّت کی روزی ہے۔

(سورۃ انفال آیت ۷۴)

مال اور جان سے جہاد

ایسے ہی فرمایا!

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور خدا کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے خُدا کے ہاں اُن کے درجے بہت بڑے ہیں۔

(سورۃ توبہ آیت ۲۰)

خلفائے اربعہ ہی ہیں

جن حضرات کا بوصفِ ہجرت و جہاد و نُصرت اِن آیات و نظائر میں ذکر کیا گیا ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ خُلفائے ثلاثہ بلکہ خُلفائے اربعہ علیہم الرضوان اُن میں سے نہیں۔ صحابہ کرام کی شہادت کے علاوہ تاریخ بھی شہادت دیتی ہے کہ بے شک یہ لوگ سابقین اوّلین مہاجرین کے عُنوان میں داخل ہیں۔ اِن آیات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مہاجرین اوّلین میں سے ہونا صدرِ اوّل میں طے شُدہ بات تھی اور سیّدنا علی کے شامیوں کی طرف خطوط، خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول آخری خطبہ میں وانی قد علمت انا اقواماً۔ الخ عبد اللہ بن عمر کی امیر معاویہؓ کے ساتھ خلافت کے متعلق گفتگو، زید ابن ثابت کا قول بروزِ انعقادِ خلافتِ صدیقی، رفاعہ بن ارفع زرقی بدری کا قول فقلتم نحن المهاجرون الاولون۔ وغیرہ وغیرہ بھی اِسی امر کے شاہدِ عادل ہیں۔

(ب) خلیفہ کا مشاہدِ خیر مثل بدر و حدیبیہ وغیرہما کے حاضرین میں سے ہونا۔

(ج) حُسنِ عباداتِ الٰہیہ اور

(د) حُسنِ معاملات باخلق سے مزیّن ہونا۔

(ھ) جہاد اعداء اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اعانت کرنا۔

(و) مُتمم افعال و موعُوداتِ نبویہ (مثل ختم ہو جانے ملتِ قیصر و کسریٰ و فتح بلدان و نشرِ علم) کا ہونا بھی شامل ہے۔

اوصافِ خلفاءِ اربعہ

یہ سب اوصاف مومنین حاضرین بوقت سورہ نور میں عموماً اور خلفائے اربعہ علیہم الرضوان میں خصوصاً بدرجہ اتم پائے جاتے تھے بس ثابت ہوا کہ آیتِ استخلاف میں مہاجرین اولین کو مخاطب بنایا گیا اور اُنہی سے وعدہ کیا گیا ہے کہ دین پسندیدہ آسمانی کا غلبہ سب ادیان پر انہی کے ہاتھوں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور احادیث میں لتفتحن کی پیش گوئی بھی اُنہی کے حق میں ہے جن کے ہاتھ پر اور جن کے زمانہ میں فارس اور رُوم کو کہ باج گذار اُن کے اُس وقت تقریباً کل اہلِ زمین تھے۔ فتح کیا گیا اور اُن کے خزائن مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں صرف یمن، تہامہ، نجد اور بعض نواحِ شام ہی آپ کے تصرف میں تھے پھر خلفائے اربعہ علیہم الرضوان کی وساطت سے جو بمنزل جوارح نبویہ کے تھے۔

مصداق خلفائے اربعہ تھے

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تا کہ اُسے اور سب دینوں پر غالب کرے۔ کامل ظہور ہو کر بعض اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنات کے پلّہ میں رکھا گیا۔ رفتہ رفتہ واقعات نے روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ اِن آیاتِ مذکورہ بالا اور پیش گوئی والی احادیث کا مصداق یہی خلفائے راشدہ تھے نہ کوئی اور ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

آیتِ استخلاف کے نتائج کا خُلاصہ

آیت استخلاف میں غور کرنے سے امورِ ذیل ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ سے یہ مطلب نہیں۔ کہ سارے مہاجرین اوّلین حاضرین مشاہد خیر سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تم سب کو خلیفہ بنایا جائے گا بلکہ مُراد یہ ہے کہ تم میں سے بعض کو اقامت دین الٰہی کے لئے خلیفہ و نائب رسول اور صاحب تصرف عام بنایا جائے گا جس سے ثمرات و نتائج خلافت سب پر مرتب ہوں گے جیسا کہ اُوپر تشریحاً اور تفصیلاً لکھا گیا۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ نے دینِ مرضیٰ و پسندیدہ کی اقامت کے لئے اُن حضرات کو نائب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنایا تو اُن کی اطاعت اہلِ اسلام پر واجب ٹھہری۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنا خلیفہ بنانے کا مقصد اِس طرح پورا فرمایا کہ اُمتِ موجودہ کے قلوب میں اصلاحِ عالم کے لئے اِلہامی طریق پر یہ ڈال دیا کہ فلاں شخص کو نائبِ رسول واجب الاطاعت ٹھہرایا جائے وگرنہ اسلامی سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔

(۴) لَيَسْتَخْلِفَنَّ میں استخلاف کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو خلفاء کے لئے اعلیٰ درجہ کا شرف ہے۔

چنانچہ الفاظ عِبَادِيْ بَيْتُ الله ۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (سورۃ ص ۔ ۷۲) (وَلٰكِنَّ اللهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى (الانفال ۔ ۱۷) میں گویا سب حوادث من وجوہ منسوب بحق سبحانہ وتعالیٰ مگر بعض حوادث بوجہ الہام سبب خیر ہونے کے دوسروں پر فضیلت رکھتے ہیں لہٰذا امدادِ غیبی ونُصرتِ الٰہی وخرقِ عوائد کہلانے کا استحقاق اُنہی کے لئے ہے کُجا کہ اس خلافت کو غصب وظلم کہا جائے۔

(۵) آیت استخلاف میں لفظ مِنْكُمْ کے مخاطب ومراد وہ لوگ ہیں جو نزولِ آیت کے وقت مشرف باایمان واعمالِ صالحہ تھے۔

(۶) اِس آیتِ استخلاف میں تاکیداتِ بلیغہ یکے بعد دیگرے کس قدر بشارت ھٰذا کے قطعی التحقق ہونے کا ثبوت دے رہی ہیں۔ لفظ

(1) وَعَدَ (کیونکہ اللہ تعالیٰ بحسب اِنَّ اللهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اپنے وعدہ کو ضرور ہی پورا فرماتا ہے)

(2) لَيَسْتَخْلِفَنَّ ۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ اور وَلَيُبَدِّلَنَّ کا لام قسم

(3) محذوف یعنی وَ اللهِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ میں ضرور ضرور مومنین اوّلین کو خلیفہ بناؤں گا) اِن الفاظ میں ''نون'' تاکیدی ہے۔

خُلفائے اربعہ کو آیتِ استخلاف کا مصداق تسلیم نہ کرنے کے مفاسد

آیتِ اِستخلاف کو اگر خلفاء اربعہ علیہم الرضوان کے حق میں نہ مانا جائے تو مفاسدِ ذیل کا سامنا ہوتا ہے۔

(۱) تخلّف در وعدۂ الٰہیہ یعنی معاذ اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ حسبِ اعتقادِ شیعی وسائر آئمہ کے ہاتھوں پر دینِ مرتضیٰ وپسندیدہ کے قائم کرنے کا وعدہ فرما کر پھر اُسے پورا نہ فرمایا اور مستخلفین موعُود ین کے بجائے ظالمین اور غاصبین دین غیر مقبول کی اشاعت کرتے رہے۔ حالانکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ کبھی وعدۂ خداوندی کے خلاف واقعہ نہیں ہوتا۔

(۲) حق سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے ایسا برتاؤ کرتا جو دیگر انبیاء ومفضولین سے جائز نہیں رکھا گیا حالانکہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (تاکہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے) اور اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (بے شک ہم اُس کے محافظ ہیں) اِسی دین کے غلبہ اور محفوظ رکھنے کے لئے وارد ہو چکے ہیں یعنی وفات شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز ہی قبل از تکفین وتدفین غصب وظلم شروع ہوگیا۔

(۳) حق سبحانہ وتعالیٰ کی پیش گوئی مندرجہ آیت استخلاف میں (معاذ اللہ جھوٹا اور کاذب ہونا)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت اور تعلیمات اور آپ کی صحبت مبارک کا (معاذ اللہ) اِس قدر بے اثر و بے فیض ثابت ہونا کہ آپ کے فوراً بعد سوائے چند اشخاص قلیل التعداد کے آپ کے جمیع اصحاب مُرتد ہو گئے (نعوذ باللہ)

خلفائے ثلاثہ غاصب نہیں

(۵) اگر خلفائے ثلاثہ غاصب وظالم ٹھہرائے جائیں تو سب روایات واردو در حمد وثنائے مہاجرین اولین واہل بیعت شجرہ وانصار جو ان خلفاء کے معاون وناصر تھے (معاذ اللہ) بے معنی اور غلط ہوں گی اور کلامِ الٰہی میں تدلیس ماننا پڑے گی حالانکہ اللہ تعالیٰ تدلیس سے منزہ ہے ایسے ہی وہ آیات واحادیث جو بالخصوص شخصی طور پر فرداً فرداً اِن خلفاء کے بارہ میں ہیں وہ بھی غلط

ہو جائیں گی۔ مہاجرین اوّلین اور انصار کے حق میں جو آیات اُوپر لکھی گئی ہیں اُن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ جنتی ہیں اور صاحبِ مدراج عالیہ ہیں۔ اہلِ بیعتِ شجرہ کی ثناء میں وارد ہوتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ!

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

البتہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ اُن مومنین سے راضی ہو چکا جبکہ وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے پس خُدائے تعالیٰ نے اُن کے دلوں کا حال جان لیا اور اُن پر رحمت اُتاری اور اُن کو فتح قریب عطا فرمائی اور بہت سا مالِ غنیمت جو وہ حاصل کریں گے اور خُدا غالب حکمت والا ہے

(سورۃ فتح آیت ۱۸۔۱۹)

اعتراض کا جواب

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت الرضوان والوں کو جن میں شیخین وسیدنا علی حقیقۃً اور سیدنا عثمان حکماً شامل تھے، اپنی خوشنودی کی سند عطا فرمائی۔ اگر کہا جائے کہ در وقت نزولِ آیات یہ لوگ بے شک قابل مدح و ثناء تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد بوجہِ مخالفت احکام خُدا و رسول اور غصبِ خلافت وغیرہ اور مظالم با اہل بیت مُرتد ہو گئے تھے تو جواباً گذارش ہے کہ جن لوگوں کے آخری اعمال ایسے ہوں اُن کے لئے سورۃ آل عمران میں وارد شدہ بشارت جنت جو اُوپر بیان ہو چکی ہے۔

(فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ)

کے صحیح ہونے کی یہی صورت رہ جاتی ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ اُن کی آخری عُمر کے حالات معلوم نہ تھے یا یہ کہ وہ لوگ اپنی زندگی میں جنت کو سدھارے، اور وہاں کا حظ اُٹھا کر

پھر دُنیا میں آئے اور بر خلاف اعمالِ سابقہ ایسے جرائم کے مرتکب ہوئے کہ مستحقِ عذابِ دوزخ ہو گئے، ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں اہلِ اسلام کے مسلّمہ عقائد کے خلاف ہیں۔

یہی حضرات تھے

الغرض صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ آیتِ استخلاف کے ساتھ وعدہ دیئے گئے وہی اشخاص تھے جو اپنے اپنے وقت میں خلیفہ ہوئے اور جو وعدے حق سبحانہ وتعالیٰ نے اُن سے کئے تھے کہ تمہیں دُنیا میں خلیفہ بنایا جائے گا اور تمہارے ہاتھ پر دینِ الٰہی کی تمکین ہوگی اور تمہارے خوف کو امن سے بدل دیا جائے گا، سب کے سب اپنے اپنے وقت پر اُن کے لئے متحقق ہوئے اور يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے) بھی انہی لوگوں کی شان میں ہے یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کے کام محض للّٰہی اور شائبۂ نفسانیت سے مبرّا ومنزّہ ہوتے تھے۔

نصِ قطعی سے خلافتِ راشدہ کا ثبوت

پس نہ صرف شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت نصِ قرآنی سے ثابت ہو گئی بلکہ خلافت خُلفائے اربعہ علیہم الرضوان بھی نصِ قرآنی سے ثابت ہے اور آیتِ استخلاف میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ موعودلہم کو اللہ تعالیٰ کا تمکین اور قُدرت عطا فرمانا اقامتِ دین کے لئے تھا، یہ معنیٰ ہے آیتِ استخلاف کے اِس جُملہ کا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (اور البتہ اُن کے لئے اُن کا دین جو پسندیدہ ہے محکم کرے گا) اگرچہ عہدِ نبوی ہی میں اس وعدہ کی تکمیل کا ظہور شروع ہو گیا تھا مگر اُس کی پوری نشوونما عہدِ صدیقی وفاروقی میں ہوئی جو بعد میں آنے والے دو خُلفاء تک جاری رہی۔

نشوِ اسلام کے چار مراحل

ظہورِ اسلام کے وقت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس دین پاک کو اپنی اِرتقاء میں چار مراحل سے گزرنا پڑا۔

(۱) بعثتِ نبوی جو مکہ معظّمہ میں واقعہ ہوئی، گویا اسلام کا تولّد اُس وقت ہوا مگر اُس وقت کے مسلمانوں کو اُس کے اظہار کی بھی قُدرت نہ تھی یہ مرحلہ ہجرتِ مدینہ منورہ تک رہا۔

(۲) دوسرا مرحلہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ جا کر شروع ہوا، اِس دَور میں مُشرکین مکہ سے قصداً اور اَوروں سے تبعاً جہاد و قتال شروع ہو گیا۔ مکہ فتح ہونے پر بادشاہی کی صورت ظہور میں آئی۔ سارا حجاز مطیع ہوا اور پھر انتقال فرما کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔

(۳) تیسرا مرحلہ آپ کے انتقال کے بعد شروع ہوا اس میں غفلت و قوتِ اسلام یہاں تک بڑھی کہ دو نامی اور زبردست بادشاہوں یعنی قیصر روم کا بادشاہ جو نصرانی تھا اور کسریٰ (ایران کا بادشاہ جو مجوسی تھا) کو جن کی حکومت اُس وقت تقریباً ساری دُنیا پر پھیلی ہوئی تھی جہاد و مقاتلہ کرنے کے بعد مغلوب و نیست و نابود کر دیا گیا۔

(۴) بلادِ مفتوحہ میں اسلام کی ترویج اور مساجد کی تعمیر۔

پہلے اور دوسرے مراحل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گزرے، تیسرا مرحلہ بعہد صدیقی و فاروقی طے ہوا اور چوتھا جسے تیسرے کا ثمرہ سمجھنا چاہیے بعہد عثمانی و مُرتضوی واقعہ ہوا۔

قرآن پاک سے ثبوت

اب ہم اُن آیاتِ شریفہ کا ذکر کریں گے جن میں ان مراحل اور حالات کا ذکر، صحابہ کرام کی مدح اور خلافتِ راشدہ کے برحق ہونے کا ذکر آیا ہے سب سے پہلے سورۃ فتح کی آیاتِ ذیل میں یہ ذکر ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ

کافروں پر سخت زور آور ہیں اور آپس میں محبت کرنے والے ہیں تو اُن کو دیکھتا ہے رکوع اور سجود کرتے ہوئے وہ خدا کا فضل اور اُس کی رضا چاہتے ہیں اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشان موجود ہیں تورات اور انجیل میں اُن کی داستان ایسے ہے جیسے کھیتی (پہلے) اپنے سبز گھاس کو نکالے پھر اُسے قوی کرے پس وہ موٹی ہو جائے اور اپنی جڑوں پر کھڑی ہو جائے (اُسے دیکھ کر) کھیتی والے خوش ہوتے ہیں اور کفار غصّہ سے بل کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے بخشش اور ثواب بزرگ کا وعدہ دیا ہے۔

(سورۃ فتح آیت ۲۹)

چار ادوار کون سے ہیں

اس آیت شریفہ میں اسلام کے چاروں ادوارِ مذکورہ بالا کا ذکر ہے اَخْرَجَ شَطْأَهٗ (کھیتی پہلے اپنا سبز نکالے) بیان ہے اِسلام کے پہلے دور کا یعنی بعثتِ نبوی سے ہجرت تک۔ فَاٰزَرَهٗ پھر اُسے قوی کرے بیان ہے دوسرے دور کا یعنی اُس زمانے کا جو ہجرت سے لے کر وفاتِ سرورِ کائنات علیہ افضل التحیات تک ہے۔ فَاسْتَغْلَظَ (پھر وہ موٹی ہو جائے) بیان ہے اسلام کے تیسرے دور کا اور فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (اپنی جڑوں پر کھڑی ہو جائے) بیان ہے اسلام کے چوتھے دور کا۔

فائدہ جلیلہ

اس ترجمہ سے معلوم ہوا کہ ذٰلِكَ اشارہ ہے مابعد یعنی كَزَرْعٍ الخ کی طرف اور یہ اشارہ بجانبِ مابعد حضرات ناظرین کے لئے مُوجبِ تعجب نہ ہو کیونکہ قرآنِ کریم میں اس کے علاوہ بھی ذلک سے اشارہ مابعد کی طرف واقع ہوا ہے قال اللہ تعالیٰ

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۤءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾

اور ہم نے (لوط کی طرف) وحی بھیجی کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہوتے کاٹ دی جائے گی۔

(سورۃ الحجر آیت ٦٦)

محتاج کو کھانا کھلائیں

اِسی طرح آیت شریفہ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (اور جولوگ فدیہ دینے کی طاقت رکھتے ہیں وہ محتاج کو کھانا کھلائیں۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۸۴)

میں يُطِيْقُوْنَهٗ کی ضمیر منصوب متصل کو مابعد فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ کی جانب راجع کیا جائے اور یوں معنی کئے جائیں کہ جولوگ طاقت رکھتے ہیں اُس کی یعنی فدیہ دینے کی، اُن پر صدقۂ فطر واجب ہے تو تکلفاتِ ذیل کی ضرورت نہیں رہتی، اور اس آیت سے صدقۂ فطر کا وجوب ثابت ہو جاتا ہے روزہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

یہاں پر مفسرین لکھتے ہیں کہ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ (ای لا یطیقونه) کلمہ لا کو مقدر ماننا پڑتا ہے جو خلافِ ظاہر ہے۔

اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں صاحبِ توفیق مسلمان کو اختیار تھا چاہے روزے رکھے اور چاہے فدیہ دے دے پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی اِس کے ساتھ

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط

جو یہ مہینہ دیکھے وہ روزے رکھے۔

(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵)

شریعت کا حکم

اسی طرح جلالین میں ہے! قال ابن عباس الا الحامل والمرضع

یعنی حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے بچہ کو نقصان پہنچے گا تو اُس کو اختیار ہے کہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ دے دے اس نسخ والی صورت کو جلالین میں (قیل) سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے اس قول کا بھی ضُعف پایا جاتا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ يُطِيْقُوْنَ باب افعال سے ہے اور منجملہ خاصیات بابِ افعال کے سبب ماخذ بھی ہے اِس بناء پر اِس آیت شریفہ کا یہ معنیٰ ہوگا کہ اُن لوگوں پر جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے مثل بہت بوڑھے اور مایوس الصحت مریض کے فدیہ یعنی ایک مسکین کو طعام دینا واجب

ہے مگر یہ احتمال بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ بابِ افعال کا سلبِ ماخذ کے لئے ہونا سماعی ہے قیاسی نہیں اور صاحبِ قاموس نے لفظِ اِطاقۃ یعنی قدرت کہا ہے نہ سلبِ قدرت نیز ولا تحملنی ما طیق ادعیہ ماثورہ میں آچکا ہے جس سے سلب طاقت مُراد نہیں والعلم عند اللہ۔

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کا تعلق

سورۃ فتح کی مندرجہ بالا آیات میں اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کا ذکر رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ سے پہلے باوجود اِس کے کہ رُحَمَآءُ کی تقدیم اَشِدَّآءُ پر کئی وجوہ سے مناسب معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ فرمایا کہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کا تعلق عہد صدیقی و فاروقی سے ہے (کیونکہ شدت علی الکفار ہی نے بڑے بڑے بادشاہوں کو مغلوب اور نیست و نابود کر دیا اور کسریٰ و قیصر کا ذکر ہی مٹ گیا)

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا لگاؤ

اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا لگاؤ عثمانی و مرتضوی عہد سے۔

فَاسْتَغْلَظَ بیان ہے اسلام کے تیسرے دور کا اور اعلیٰ درجہ کی ترقی کا اسی طرح لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (الصّف آیت ۹) بھی دال ہے تیسرے دور پر گویا ان آیات کے یہ دونوں جملے بطریق پیش گوئی عہدِ صدیقی و فاروقی سے خبر دے رہے ہیں۔

قیصر و کسریٰ

اُس وقت قیصر و کسریٰ ہی رُوئے زمین پر دوز بردست بادشاہ تھے اور اُنہی کا دین سب ادیان پر غالب تھا۔ روم، روس، فرنگ، الیمان، افریقہ، شام، مصر، بعض بلادِ مغرب و حبشہ نصرانی قبضہ میں تھے اور قیصر کے تابع اور خُراسان، توران، ترکستان، زابلستان، باختر وغیرہ مجوس تھے اور کسریٰ کے تابع باقی ادیان مثل یہودیت و دین مشرکین و دین ہنود و دین صائبین پامال اور ضعیف ہو گئے تھے۔

اسلام غالب آیا

حق سبحانہ و تعالیٰ نے جب چاہا کہ دین حق دین اسلام کو سب ادیان پر (کما قال

لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ) (فاستغلظ) غالب وظاہر کرے تو بحسب وعدہ مندرجہ آیت استخلاف (وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ صحابہ کرام کو بہ سرپرستی شیخین جن کی مدح میں آیت سورۃ فتح مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ وارد ہے اقامتِ دین حق کی توفیق اور قُدرت عطا فرمائی اور قیصر و کسریٰ اور اُن کا دین پامال اور نیست و نابُود ہوگیا۔

غلبہ محدود تھا

عہدِ نبوی میں چونکہ مسلمانوں کا غلبہ نصاریٰ نجران اور مجوس ہجر اور یہود خیبر تک محدود تھا اور انہی سے خراج اور جزیہ لینا ٹھہرا تھا اس لئے فاستغلظ اور لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا مصداق حضور کا زمانہ نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی ختنین (ختنین کا معنی ہے داماد یعنی حضرت عثمان و حضرت علی جنہیں دامادِ نبوی ہونے کا شرف تھا) کا زمانہ جو یوماً فیوماً تنزل کا دور تھا۔

(ب) دوسری آیت جس میں بیان شدہ پیش گوئی خلفائے ثلاثہ کے عہد میں متحقق ہوئی وہ سورۃ فتح کی مندرجہ ذیل آیت ہے۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے اُن سے کہہ دو کہ تم جلد ایک جنگجو قوم کے ساتھ (لڑائی) کے لئے بلائے جاؤ گے اُن سے تم (یا تو) جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے اگر تم حکم مانو گے تو خدا تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وہ تم کو بڑی تکلیف کی سزا دے گا۔

(سورۃ فتح آیت ۱۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایسی کوئی دعوت وقوع میں نہیں آئی جس کا ذکر اوپر آیا ہے اس آیت کا نزول واقعہ حدیبیہ میں ہوا ہے اور حدیبیہ کے بعد متصل غزوۂ خیبر ہوا

ہے اور اس غزوہ میں اعراب کو نہیں بُلایا گیا بلکہ ان لوگوں کے علاوہ جو حُدیبیہ میں حاضر تھے سب روک دیئے گئے کما قال اللہ تعالیٰ!

قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ

آپ فرما دیجئے تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ چلو گے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہی فرما دیا ہے۔(سورۃ فتح آیت ۱۵)

بعد ازاں فتح مکہ کا غزوہ ہوا اُس میں بھی ایسی قوم کے لئے دعوت نہ تھی جو پہلی قوم سے مغائر ہو حدیبیہ اور فتح مکہ دو مواقع پر دعوت قریش ہی کو قریش ہی کے مقابلہ کے لئے ہوئی تھی اور آیت مذکورہ کے نظم کلام سے پایا جاتا ہے کہ ہر دو قوم متغائر ہوں گی درصورت اتحاد بجائے الفاظ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ کے سَتُدْعَوْنَ إِلَيْهِمْ مَرَّةً أُخْرَىٰ فرمائے جاتے اسی طرح غزوۂ حنین بھی مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ غزوہ تبوک میں مقصود صرف اہلِ شام و رُوم کے دلوں میں مسلمانوں کا رُعب و ہیبت کا قائم کرنا تھا ہرقل نے جنبش نہ کی اور نہ کوئی فوج مقابلہ پر آئی اس لئے آپ نے جنگ کے لئے بغیر مراجعت فرمائی جب کہ مندرجہ بالا آیت میں صاف فرمایا گیا ہے کہ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ یعنی تمہارے ان سے لڑنے کی غایت اور انتہا یہ ہوگی کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

عہدِ نبوی اور عہدِ مرتضوی

غرضیکہ عہدِ نبوی میں کوئی دعوت ایسی نہیں ہوئی جو اس آیت کا مصداق ٹھہرائی جا سکے ایسا ہی اس دعوت کا تحقق عہدِ مرتضوی میں بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس عہد میں جو دعوت ہوئی تھی وہ خلافت کی پختگی اور مسلمان باغیوں کی شکست کے لئے دی گئی تھی نہ کہ ایسی دعوت جو کسی قوم اولی باس شدید کے لئے ہو اور مقاتلہ کا انجام اُس قوم کا اسلام قبول کرنا ہو۔

اسی طرح بعد القضائے زمانہ خلافتِ راشدہ جس کی میعاد حدیث صحیح میں تیس سال فرمائی گئی ہے بنواُمیہ اور بنوعباس اور جو اُن کے بعد ہوئے ہیں کسی کے عہد میں کبھی بھی حجاز اور یمن کے اعراب یعنی بادیہ نشین مقاتلۂ کفار کے لئے نہیں بُلائے گئے بلکہ آج تُرکوں کے زمانہ میں بھی نہیں بُلائے گئے لہٰذا قطعی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ یہ دعوت مندرجہ آیت مذکورہ بالا بغیر عہد خلفاء ثلاثہ وقوع میں نہیں آئی۔

ان کے لئے عذاب الیم ہے

انہی کے دور میں نصرانیوں اور مجوسیوں کے خلاف جو دونوں غیر قوم تھے جنگ کرنے کے لئے اعراب کو دعوت دی گئی اور انہی جنگوں کا نتیجہ اُن کے اسلام قبول کر لینے کی صورت میں نکلا اور چونکہ یہ دعوت ایسی تھی کہ جس کی تعمیل پر اجرِ حسن اور تخلّف پر عذابِ الیم مرتّب ہے پس ثابت ہوا کہ دعوت کرنے والے اور کفّار کے ساتھ جنگ کے لئے بلانے والے واجب اطاعت ہیں اور یہی معنیٰ ہے خلافت کا یعنی ان خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق اور عین منشائے ایزدی کے مطابق تھی۔

(ج) اسلام کے ان ادوار کا اور خلفائے راشدین کے برحق ہونے کا ذکر سورۂ حج میں بھی آیا ہے اس سورۃ کی آیات ۳۸ تا ۴۱ اس باب کے شروع میں نقل کی گئی ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

اللہ ایمان والوں سے دُشمنوں کو ہٹا لے گا اللہ خیانت کرنے والے کفار کو دوست نہیں رکھتا۔

(سورۃ حج آیت ۳۸)

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

حکم ہوا اُن لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں (کہ وہ بھی کافروں سے لڑیں اس لئے) کہ اُن پر ظلم ہوا اور اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اس لئے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب

اللہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو تکیئے، مدرسے
، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے
ڈھائے جاتے اور البتہ اللہ ضرور اُس کی مدد کرے گا جو کہ اُس کی مدد کرتا
ہے بے شک اللہ ضرور اُس کی مدد کرے گا جو کہ اُس کی مدد کرتا ہے بے شک
اللہ زبردست اور زور والا ہے اور اگر ہم اُن کی زمین میں قدرت دیں تو وہ
نماز کو قائم رکھیں، زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور اور بُرے
کاموں سے منع کریں اور ہر کام کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

(سورۃ حج ۳۹ تا ۴۱)

خلافتِ شرعی کسے کہتے ہیں

ان آیات پر دوبارہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ اُن کے الفاظ ذیل (۱) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (سورۃ نسا آیت 76) (۲) اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ۔ (سورۃ صف آیت 4) (۳) اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔ مَنْ یَّنْصُرُہٗ اور اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ میں خلافتِ راشدہ کے دونو اجزاء کا ذکر ہے

(1) یعنی تمکین فی الارض اور (2) اقامت دین انہی دونوں کو بہ ہیبت مجموعی خلافتِ شرعی کہتے ہیں ایسا ہی حضراتِ خلفائے اربعہ بھی مہاجرین اولین اور یقاتلون اور اخرجوا من دیارھم اور مادون لھم بالجہاد کے مصادیق ہیں جن کے بارہ میں اقترانِ تمکینِ دین کو تمکینِ فی الارض کے ساتھ بعنوان شرطیہ لزومیہ بیان کیا گیا ہے یعنی اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ ... وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ امر بالمعروف شامل ہے، احیائے علومِ دینیہ کو جیسا کہ نہی عن المنکر شامل ہے جہاد بالکفار اور اخذ جزیہ، پس بمقتضائے شرطیہ لزومیہ خلفاء اربعہ علیہم الرضوان قطعی طور اللہ کے پسندیدہ دین کو قائم کرنے والے ہوئے۔

یہ آیت اور آیت استخلاف دونوں ایک ہی واقعہ میں نازل ہوئی ہیں اور دونوں میں اُنہی اوصاف اور وعدہ کا ذکر ہے ان آیات میں بادشاہی اور خلافت کا جو وعدہ مہاجرین اولین کے لئے

دیا گیا ہے اگر ان خلفائے راشدین کے عہد میں متحقق نہیں ہوا جیسے ضرور ہونا چاہیے تھا تو پھر کوئی بتائے کہ کون سے زمانہ میں متحقق ہوا ہے۔

کیسے ہوسکتا ہے؟

اگر کہا جائے کہ بعہد امام مخفی ہوگا تو ہم کہتے ہیں یہ کس طرح ہوسکتا ہے بشارت تو حاضرینِ حدیبیہ کے لئے ہو اور وہ خالی ہاتھ چلے جائیں اور امر موعودہ تیرہ چودہ سو سال کے بعد کسی اور کو مل جائے۔ مزید براں ایسا ہونے سے وعدۂ الٰہی میں جو حاضرین حدیبیہ کے ساتھ ہو چکا ہے تخلف آجائے گا اگر کہا جائے کہ وعدۂ الٰہیہ تو پورا کیا گیا مگر غیر مستحق کو بطریقِ غصب یہ حق پہنچا تو جواباً گزارش ہے کہ وعدۂ الٰہیہ انہیں بمقابلہ اُن کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے دیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ مقامِ رضا میں یہ عطیہ اُنہیں عطا فرماتا ہے لٰہذا اس عطیہ کو خلافتِ خاصّہ اور راشدہ ہونا چاہیے نہ ظالمانہ، غاصبانہ اور جابرانہ خصوصاً جب اللہ تعالیٰ بیان فرمار ہا ہے کہ اُس نے اُنہیں ہوا پرستی سے بھی جو منجملہ اقسام شرک ہے بری کر دیا ہے۔ لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا

(سورۃ النور آیت 55)

ایک اعتراض

یہاں ایک اور سوال کو بھی جو معترضین کی طرف سے کیا جاتا ہے دیکھ لینا چاہیے وہ یہ ہے کہ استخلاف کا معنی ایک قوم کو دوسری قوم کی جگہ بٹھانے کا ہے جیسے ایک قرن کے لوگ مر گئے اُن کے بعد دوسرے لوگ آگئے اس کے یہ معنی نہیں کہ ایک شخص کو پہلے کا جانشین اور بادشاہ بنایا لٰہذا آیت استخلاف سے خلافتِ خلفاء ثابت نہیں ہوتی۔

اعتراض کا جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ بقول قتادہ رضی اللہ عنہ استخلاف کا معنی خلیفہ بنانے کا ہے امام بغوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں!

قال قتادہ کما استخلف داؤد وسلیمان وغیرھما من

الانبیاء علیہم السلام

جیسا کہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام اور دیگر انبیاء نے خلفاء مقرر کئے۔

قرآنی نص کے خلاف ہے

بالفرض دوسرے معنیٰ لئے جائیں تو بھی بلحاظ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ (سورۃ النور آیت 55) مآل دونوں معانی کا ایک ہی ہو جاتا ہے کیونکہ تمکین فی الارض یا اقامت دین بغیر اس کے کہ مختار قوم کو امام اور والئ امر مانا جائے ہو ہی نہیں سکتی آیت وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ (سورۃ الحج آیت 39) نیز وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا قطعاً واضح ہے کہ دین مرتضیٰ ہمیشہ مخفی رہا ہے اور اہلِ بیت علیہم الرضوان ہمیشہ تقیہ فرماتے رہے ہیں اور کبھی اُس کے ظاہر کرنے پر قادر نہیں ہوئے نصوصِ قرآنیہ کے بالکل خلاف ہے۔

سورۃ انبیاء میں ذکر

(د) خلافتِ خلفائے راشدہ کا ذکر سورہ انبیاء میں بھی ہے قال اللہ تعالیٰ

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

یعنی ہم نے زبور حضرت داؤد میں بالتحقیق لکھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۵)

اس آیت کا بیان سورہ فتح کی آیت ۲۹ میں بھی اوپر آچکا ہے قولہ تعالیٰ ! مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ قصہ ایک ہی ہے تعبیریں مختلف پہلی آیت میں زبور کا بیان ہے اور دوسری آیت میں توریت اور انجیل کا۔

پہلی میں يَرِثُهَا اور دوسری میں اخرج شطاه مآل ایک ہی ہے یعنی غلبۂ دولتِ اسلامیہ پہلی آیت میں عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ہے اور دوسری میں مَثَلُهُمْ ۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے!

قال اخبر الله تعالیٰ سبحانه فی التورۃ والزبور وسابق علم قبل ان تکون السماوات والارض ان یورث اُمۃ محمد صلی الله علیه وآله وسلم فی الارض واخرج ابن ابی حاتم عن ابی الدرداء انه قراء قوله تعالیٰ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ فقال نحن الصالحون۔

ترجمہ! اللہ نے توریت، زبور اور آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے اپنے علم میں یہ خبر دے دی تھی کہ وہ اُمت محمدیہ کو زمین کا وارث بنائے گا ابن ابی حاتم نے ابی درداء سے روایت کی کہ انہوں نے آیت مذکورہ کو پڑھ کر فرمایا کہ الصالحون کا مصداق ہم ہیں۔

امام سیوطی کا واقعہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا کہ مجھے زبور کا ایک نسخہ ملا جس میں ایک سو پچاس سورت تھی چوتھی سورت میں مَیں نے دیکھا!

یاداؤد لسمع ما اقول و مر سلیمان فلیقله للناس من بعدك ان الارض لی اورثها محمد ا صلی الله علیه وآله وسلم وامته۔۔۔انتهیٰ

ترجمہ! اے داؤد میری بات سُن اور سلیمان کو حکم دے کہ بعد آنے والے لوگوں کو کہہ دے کہ زمین میری ہے جس کا وارث محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی اُمت کو بناؤں گا۔

(۵) پانچویں آیت جس میں خلافتِ راشدہ کا ذکر ہے وہ یہ ہے!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

یعنی اے مومنو جو کوئی تم میں سے مُرتد ہوگا پس عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم لائے گا جو اللہ کو دوست رکھتی ہے اور اللہ اُس کو دوست رکھتا ہے متواضع ہوگی مسلمانوں کے لئے اور سخت ہوگی کافروں پر خُدا کی راہ میں جہاد کرے گی اور ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کرے گی یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ واسع الجود اور علیم ہے۔

(سورۃ المائدہ آیت ۵۴)

یہ وہی مضمون ہے جو اوپر پیرا (ب) میں سورۃ فتح کی سولہویں آیت کے بیان میں آچکا ہے اور جس میں خلفائے ثلاثہ کے دور کی فتوحات کا اور اُن لوگوں کی صفات کا ذکر ہے جن کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتوں کو نیست و نابود کروا دیا۔

خلفائے راشدین کی صفات

(و) انہی حضرات کی دیگر صفات کا ذکر سورۂ مائدہ کی چھٹی اور ساتویں آیات میں بھی آیا ہے قال اللہ تعالیٰ!

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

یعنی تمہارا کارساز اور مددگار اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول اور مومن لوگ ہیں جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں بحالتِ خشوع رہتے ہیں یا نوافلِ کثیرہ پڑھتے ہیں۔

(سورۃ المائدہ آیت ۵۵)

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ دوستی پیدا کرے گا پس تحقیق وہی خُدائی کردہ غالب ہے۔

(سورۃ المائدہ آیت ۵۶)

خلفائے اربعہ کے لئے پیش گوئیاں

خلاصہ آنکہ وعدۂ الٰہیہ کا تحقق ضروری طور پر ہونا تھا مگر ابتدا میں شخصی طور پر لاعلمی تھی رفتہ رفتہ جب خلفاء اربعہ مسند خلافت پر بیٹھے اور جو جو اوصاف اور وقائع اور فتوحات نصوصِ قرآنیہ و احادیث نبویہ میں مذکور تھے بعینہا مشہور خواص وعوام ہوئے تو یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ وعدۂ استخلاف اور دوسری پیش گوئیاں انہی حضرات کے لئے تھیں۔

فتح کا پرچم

جیسا کہ غزوۂ خیبر میں جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمان واجب الاذعان ساعطی الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کل اُس شخص کو جھنڈا اعطا ہوگا جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اُس کا رسول محبت کرتے ہیں صادر ہوا تو سامعین نے یقین کرلیا کہ جس کو صبح نشان دیا جائے گا وہ شخص ضرور اللہ اور رسول کا محب اور محبوب ہوگا مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہوگا جب دوسرے روز جھنڈا حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوا تو محقق ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ محب ومحبوب علی شیر خدا علیہ السلام ہے۔

اسی طرح وعدۂ الٰہیہ درباره محفوظ رکھنے قرآنِ کریم کے بقولہ تعالیٰ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (سورۃ الحجر آیت ۹) ہوچکا تھا مگر معلوم نہ تھا کہ اُس کی صورت کیا ہوگی۔

پھر جب الہامی طور پر قلوبِ صالحین میں ڈالا گیا کہ نہایت اہتمام سے اسے ایک مجموعہ کی صورت میں جمع کیا جائے اور سب مسلمان ایک نسخہ پر متفق ہوں اور ہمیشہ قاریوں کی بڑی بڑی جماعتیں خصوصاً اور باقی مسلمانوں کی عموماً اس کے درکا شغل رکھیں اور بعض بالیاقت لوگ اس کی تفسیر اور بیانِ اسباب نزول میں شاغل رہیں اور صرف لکھے ہوئے پر ہی اعتماد نہ ہو بلکہ سلسلہ روایت ثقۃً عن ثقۃٍ صحابہ کرام تک پہنچے اور نیز رسمِ خطی مصحف عثمانی بھی اُس کے مطابق ہو تو اس کے بعد متحقق ہوگیا کہ جس کی تدوین اجماعی طریق پر بین الاختین یعنی ایک مجموعہ کی صورت میں ہوچکی ہے وہی محفوظ قرآن ہے اور حفظِ الٰہی کی صورت یہی ہے کہ غیر اُس کا محفوظ بحفظِ الٰہی نہیں اور جو محفوظ

بحفظِ الٰہی نہیں وہ قرآن نہیں علیٰ ہذاالقیاس تمکینِ الٰہی وتبدیل الخوف بالامن خلافتِ خلفاء ہی کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں۔

(تصفیہ مابین سُنی شیعہ ص ۱ تا ۱۸)

چندمزید اعتراضات اور اُن کے جواب

حضورِ اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں!

یہاں اب چند اور سوالات اور اُن کے جواب بیان کئے جاتے ہیں جو اس ضمن میں پوچھے جاتے ہیں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ جمیع امور عموماً خواہ جائز ہوں یا ناجائز بغیر ارادہ ومشیّتِ ایزدی جل جلالہ ہرگز نہیں ہو سکتے تو باری تعالیٰ کے مستخلف اور ممکن اور مبدّل ہونے سے خلافت کی حقّانیت بہ ترتیب کذائی کیسے ثابت ہوئی کاروائی اگر غاصبانہ ہو پھر بھی تو فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔ (سورۃ البروج آیت ۱۶) وہی ہے۔

اللہ کا ارادہ

اس کا جواب یہ ہے کہ ارادۂ الٰہیہ کا تعلق سب مکوّنات سے ہے مگر یہاں پر وعدۂ الٰہیہ بمقابلہ ایمان واعمالِ صالحہ موعودلھم اور تقید وتوصیف دین بوصفِ ارتضیٰ لھم اور تزکیہ موعودلھم کا بقولہ تعالیٰ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (وہ میری عبادت کرتے ہیں اور کسی کو میرا شریک نہیں ٹھہراتے) صاف بتلا رہے ہیں کہ امر استخلاف وخلافتِ خلفاء مراد ہونے کے علاوہ منجملہ مرضیات حق سے بھی ہیں یعنی آیتِ استخلاف کے مصداق لوگ فقط سربراہ ہی نہیں ہوں گے بلکہ وہ اُمت مُسلمہ کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ خدا کے نیک اور پسندیدہ بندے بھی ہوں گے جنہیں اُن کے نیک عقائد واعمال کے پیش نظر یہ مقام عطا ہوگا۔

خوف کے بدلے میں امن

پھر یہ اعتراض بھی پیش کیا جاتا ہے کہ آیت وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا کا مطلب یہ نہیں بلکہ اس کا ترجمہ ایک متبحر اور محقق عالم نے یوں کیا ہے اور خوف کے بعد اُن کے اُس کے بدلے میں اَمن دے گا تاکہ میری عبادت کریں اور میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں انتہیٰ ۔ اس ترجمہ سے یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ کا مدلول امر بالعبادۃ اور لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا کا معنی نہی عن الشرک ٹھہرایا گیا ہے کہ اوامر یا نواہی تشریعیہ مستلزم وقوع یا عدم وقوع مامور یا منہی عنہ نہیں ہوتے چنانچہ امر اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ سے یہ نہیں پایا جاتا کہ مخاطبین ضروری ہی تعمیل کریں گے مشاہدہ سے یہ ثابت ہے کہ بہتیرے لوگ نماز اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ۔ ایسا ہی لاتقربوا الزنا کے یہ معنی نہیں کہ مُخاطبین زنا کے مرتکب نہ ہوں گے پس یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا سے بھی یہ ثابت نہ ہوا کہ خلفاء موعو دلہم ضروری طور پر خدا پرست اور غیر مشرک ہوں گے لہٰذا آیت استخلاف اُن کے لئے مزکی اور مثبتِ عدالت نہ ٹھہری۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آیت ہذا کا ترجمہ مذکورہ بالا صحیح نہیں کیونکہ اس تقدیر پر یعبدونني لایشرکوا بي باسقاط نون اعرابی ہونا چاہیے تھا کما لا یخفی علی من له ادنی عبارۃ فی النحو ۔ (کیونکہ اگر یہ صیغے امر اور نہی کے ہوتے تو حسبِ قواع نحو یہ امر غائب لایشرکوا بی ہونا چاہیے تھا) درحقیقت یہ جملے بحق خلفاء اربعہ پیشین گوئی کے طور پر ہیں یعنی وہ میری عبادت کریں گے اور میرا شریک کسی کو نہیں ٹھہرائیں گے ہوا پرست ، غاصب اور ظالم نہ ہوں گے۔

شاہ ولی اللہ کی تفسیر

جناب شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر یہ حدیث ہے

الخلافة بعدی ثلثون سنة ثم تصیر ملکا عضوضاً

یعنی خلافتِ راشدہ میرے بعد تیس سال رہے گی بعد ازاں دانتوں سے کاٹنے والی بادشاہت ہو جائے گی۔

خلافت نیابت ہے

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے عربی زبان میں خلافت جانشینی کو کہتے ہیں یعنی ایک شخص

دوسرے کی جگہ بیٹھے اور اُس کا نائب ہو کر کام کرے۔ شرع شریف میں خلیفہ وہ بادشاہ ہے جو بہ نیابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دینِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو قائم رکھے پس جو شخص کہ بادشاہ نہ ہو اور حکم اُس کا عام نافذ نہ ہو وہ خلیفہ نہ ہوگا ایسا ہی اگر کافر بادشاہ ہو یا مسلمان ہی بادشاہ ہو جو مالیہ وغیرہ تو وصول کرے مگر دین کی اقامت مثل جہاد و اقامتِ حدود و فیصلہ جات شرعیہ نہ کرے تو وہ بھی خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں جیسا کہ متغلبہ موجودہ اور پہلے زمانے کے تھے یہ معنی خلیفہ عام کا ہے اور خلافتِ خاصہ راشدہ ہیں علاوہ حکمرانی و اقامتِ دین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ کا مہاجرین اولین سے ہونا اور سوابق اسلامیہ سے متصف ہونا بھی شرط ہے،

میری اور میرے خلفاء کی سُنّت

چنانچہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم بایں معنی خلافتِ راشدہ کے ساتھ موصوف تھے اور مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قول و فعل میں واجب الاطاعت تھے

قال علیہ السلام ! علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

یعنی تم پر میرا اور میرے خلفاء کا طریقہ اور سنت لازم ہے۔

جو لوگ کہ علاوہ صفاتِ مذکورہ کے خلیفہ میں ہاشمی اور فاطمی اور معصوم ہونا شرط کرتے ہیں۔ آیت استخلاف کا فیصلہ اُن حضرات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ بروقت نزول سورہ نور علاوہ علی کرم اللہ وجہہ کے کوئی ہاشمی مشرف بالایمان حاضر نہیں تھا اور وعدۂ الٰہیہ مندرجہ آیت کا تحقق بھی بہ تحققِ خلافت خلفاء اربعہ علیہم الرضوان یکے بعد دیگرے ہوا نہ صرف بہ تحقق خلافت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کیونکہ اس میں جتنے ضمائر موعود لہم کے لئے ہیں وہ سب بصیغۂ جمع ہیں اور نیز تحقق بہ معنی استخلاف و تمکین و اقامتِ دین و تبدیلِ خوف بالامن اور عبادتِ خالصہ یہ سب علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے پہلے چلا آیا ہے اور وعدۂ الٰہیہ کا تحقق بمراعاۃ اوصافِ موعود لہم ضروری اور واجب ہے۔

علاوہ بریں جن کے ساتھ وعدہ ہوا ہے یعنی مہاجرین اولین اُنہی کے عہد میں اس کا تحقق بھی ضروری ہے جو خلافتِ خلفاء اربعہ علیہم الرضوان کے وقت خلافت میں ہوا اور ایسے روزِ روشن کی طرح ہوا کہ کسی مفکر کو گنجائش انکار نہ رہی سورۂ توبہ کی مندرجہ ذیل آیت اس بات کو مزید واضح کرتی ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

(اللہ) وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ غالب کرے اُس (دینِ حنیفی) کو سب ادیان پر اگرچہ ناخوش ہوں مشرک لوگ۔

(التوبہ آیت ۳۳)

اُس وقت شرک کا مجمع اور گھر دو دین تھے ایک اہل کتاب کا دین افتراؤں اور تحریفوں کی وجہ سے اور دوسرا مشرکینِ غیر اہلِ کتاب کا دین مشرکوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغلوب فرمایا اور وہ مشرّف باسلام ہوئے اہلِ کتاب میں سے بعض مثل نصاریٰ نجران و یہود خیبر نے بھی مغلوب ہو کر جزیہ و خراج دینا منظور کر لیا۔

غلبہ بعد میں ہوا

عہدِ نبوی میں دینِ توحید اور دینِ حنیفی کا جس قدر غلبہ ہوا اُسے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا تحقق و ظہورِ اتم یا سب ادیان پر غلبہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا اس عہد پاک میں تو مشرکین عرب اور مجوس ہجر و نصاریٰ نجران و یہود خیبر پر ہی غلبہ حاصل ہوا تھا جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اُس وقت دُنیا کے باقی اطراف و اکناف مثلِ روم، روس، فرنگستان، الیمان، افریقہ، شام، مصر، بعض بلاد مغرب و حبشہ یعنی اتباعِ قیصر دینِ نصرانیت میں اور خراسان، توران، ترکستان، زاداستان باختر وغیرہ آنہا کسریٰ کے متابعین، دین مجوسیت میں، بڑی قوت اور طمطراق سے زندگی بسر کر رہے تھے ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اُن عطیات و نوازشات لینے کا وقت آ گیا جو بغیر اس کے کہ آپ ملاءِ اعلیٰ سے جا ملیں میسّر نہیں ہو سکتی تھیں لہٰذا حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے وصالِ مبارک کے بعد بطریقِ استخلاف اپنے دوسرے برگزیدہ اور منتخب بندوں کے ہاتھ سے ادیانِ باطلہ کا قلع قمع کروا دیا اور لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کی مکمل شان کو ظہور بخشا۔ اس طرح خلفاء اربعہ مع اعوانھم بمنزلہ جوارح و اعضائے نبوی سمجھنے چاہئیں۔ اُن کا قول و فعل گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا قول و فعل تھا۔

بعد میں ہی ظہور ہو

آیت استخلاف میں جملہ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے اسی معنی کی طرف اشارہ ہے یعنی جیسا کہ حضرت موسیٰ کے بعد یوشع اور داؤد وسلیمان علیہم السلام کے ذریعہ مُوسوی عہد کی بشارات کا اتمام ظہور میں آیا جن کے بارہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا گیا تھا حضرت یوشع نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اُسی شہر فتح کیے اور حسبِ وصیت موسوی تقسیم فرمائے۔ پھر جب عمالقہ نے بنی اسرائیل کو متفرق کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے داؤد وسلیمان علیہما السلام کو حسبِ فرمان یٰدَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (سورۃ ص آیت 26) خلیفہ بنا کر اُس زمانہ کے مسلمانوں کو مطمئن کیا اُسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُن وعدوں اور بشارتوں کو جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کیا گیا تھا۔ (مثل لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وغیرہ کے) خلفاء اربعہ کے ہاتھوں اتمام کو پہنچا کر سچا کر دکھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ظہورِ ارتدادِ عرب وقتالِ فارس ورُوم وغیرہ میں خلفاء نے بطریقِ نیابت نبوت کام کیا گویا اُن کا فعل فعلِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھا اور فعلِ نبوی کما قال:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی

(سورۃ الانفال آیت ۱۷)

مبشرات کا ظہور

فعلِ خُدائی ہے اسی زمانہ میں اُن مبشرات کا عملی ظہور ہوا جو آپ صحابہ کرام کو خطاب فرما کر کہتے تھے کہ تم قیصر وکسریٰ کے خزانے راہِ خدا میں تقسیم کرو گے پس یہی زمانہ یعنی خلافتِ خلفائے اربعہ کا دور ظرف ہے لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ کے تحقق کے لئے۔

ان سب آیات میں ادنیٰ غور وتامّل کے بعد واضح اور محقق ہو جاتا ہے کہ دینِ حق اور دینِ پسندیدہ الٰہی میں خفا اور تقیہ نہیں بلکہ بحسب وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ اور فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ وغیرہ وغیرہ اظہار مقصود تھا جو بعہد خلفاء بشہادت قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (البقرہ آیت ۲۵۶) اور

بشہادت آیت شریفہ ذیل صفحہ ہستی پر وقوع پذیر ہوا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

(اے اُمت محمدیہ) تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں (کی بہتری اور اصلاح) کے لئے پیدا کی گئی ہے تم اچھے کاموں کا امر کرتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان لاتے ہو اگر اہل کتاب (بھی) ایمان لاتے تو اُن کے لئے اچھا ہوتا (لیکن) اُن میں سے بعض مومن ہیں اور بہتیرے فاسق۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰)

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ سے مطلب یہ ہے کہ باطن مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کی اصلاح اور بہتری کے لئے پُر تھا کما قال اللہ تعالیٰ

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

وہ تم پر حریص ہیں اور مومنین کے لئے رؤف اور رحیم ہیں

(سورۃ توبہ آیت ۱۲۸)

باطن کی نورانیت

اُس پاک باطن سے نورانیت پھیلنے لگی جن لوگوں کو بوجہِ استعداد اور اہلیت باطن تناسب تھا وہ بھی موصوف بصفت اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ہوئے یعنی لوگوں کی اصلاح اُن کے طفیل اللہ تعالیٰ کو منظور ہوئی اور اُن کی ہمّتِ عالیہ نے مومنین کی بڑی بڑی جماعتوں میں جو متفرق ہو گئی تھیں۔ ائتلاف اور اِتحاد پیدا کر دیا اور ہفت اقالیم کو اُنہوں نے فتح کر لیا اور لوگوں کی کثیر تعداد اُن کی بدولت مشرف با اسلام ہوئی پس ثابت ہوا کہ خُلفاء کرام مع اعوان علیہم الرضوان خیر اُمت اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ سے تھے۔

سورۃ حدید کی دسویں آیت لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ط

اُولٰٓئِكَ اَعۡظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقٰتَلُوۡا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۰﴾ کا بیان پہلے آچکا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم اُن کے برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے نیک بات (یعنی نجات) کا وعدہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے باخبر ہے اس مقام پر شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت اُس جماعت پر جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے منطوق آیت سے ثابت ہے اور جماعت متقدمہ پر بمفہوم موافق یعنی جماعتِ متقدمہ میں سے جس کا انفاق وقتال مقدّم ہوگا وہ سب سے افضل ہوگا اور شیخین کا انفاق اور قتال احادیثِ صحیحہ سے مقدّم ثابت ہے لہٰذا خلافت اُن کی خلافتِ راشدہ وخاصہ ٹھہری جس میں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔

خلافتِ راشدہ کے متعلق مزید قرآنی بشارات

اُوپر آیتِ استخلاف کے بیان کے سلسلہ میں متعدد دوسری ایسی آیاتِ قرآنی بھی تحریر کی جا چکی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے اربعہ راشدین رضی اللہ عنہم ہی خلافتِ خاصہ کے مستحق تھے اُن آیات میں اللہ تعالیٰ نے اُن حضرات علیہم الرضوان کو اپنی خوشنودی انعامات اور بخشش کی بشارت بھی دی ہے یہاں چند ایک اور آیات بھی اسی مضمون کی تحریر کی جاتی ہیں ان سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ایسے حضرات جن کے لئے قرآن کریم اتنی صریح اور واضح بشارات دے رہا ہے وہ بھلا کہاں ایسے افعال کے مرتکب ہو سکتے ہیں جن کی تہمت اُن پر لگائی جاتی ہے۔

(۱) وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۱۰۰﴾

مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں اُن کی پیروی کی، خدا تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہوئے اور اُن کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

(سورۃ توبہ آیت ۱۰۰)

آیت کے مصداق

اِس آیت میں مہاجرین وانصار کو جنتی فرمایا گیا ہے جن میں ابوبکر وعمر وعثمان وعلی علیہم الرضوان بھی ہیں۔ اس بشارت کے ضمن اُن لغزشوں کی معافی بھی آگئی جو بمقتضائے بشریت ان حضرات سے سرزد ہوئی ہوں۔ مثلاً سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت صحیح بخاری میں ہے کہ آپ (علی) فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رات کے وقت رسول اللہ میرے اور فاطمہ (بنت رسول اللہ) کے پاس آئے اور ہم سے فرمایا کیا تم نماز (تہجد) نہیں پڑھتے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری روحیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہمیں اُٹھانا چاہتا ہے ہم اُٹھ جاتے ہیں جب حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کچھ جواب نہ دیا اور پھر حضرت علی نے آپ کو کہتے سنا جب آپ واپس ہو رہے تھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (اور انسان سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے)

اِس حدیث شریف میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مناسب جواب نہ دینا ظاہر ہے، اسی طرح صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ جب حُدیبیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ صلح نامہ لکھ رہے تھے تو اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ رسول اللہ لکھا۔ اس پر روسائے کفار مکہ نے اعتراض کیا اور کہا کہ ہم اگر آپ کو رسول سمجھتے تو پھر جنگ کیوں کرتے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چند حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ یہ الفاظ کاٹ دو مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تعمیل نہ کی یہاں تک کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح نامہ اپنے ہاتھ میں لے کر یہ الفاظ مٹا دیئے۔

رب نے معاف فرما دیا

اِس طرح کے واقعات میں صحابہ کرام سے جو لغزشیں ہوئی ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بخش دی ہیں مرض وفات النبی کے وقت حضور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحابہ کا آپس

کی گفتگو میں شوروغل کرنا، جو مناسب نہ تھا بھی اسی نوعیت کی لغزش ہے جسے قرآن حکیم قابل عفو بتاتا ہے۔

خوارج وروافض

مقام انصاف ہے کہ خارجی کا ان واقعاتِ مذکورہ میں سیدنا علی کو اور اہل تشیع کا حضرت علی کے بغیر باقی تمام صحابہ پر حکم لگا دینا کہ معاذ اللہ یہ لوگ منافق و مرتد تھے اور وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (تم کو جو رسول عطا کرے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائے اُس سے رُک جاؤ۔) (سورۃ الحشر آیت ۷) کے مخالف اور منکر تھے۔

کیسا ظلم ہے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنتی فرماتا ہے۔ ان کے متعلق ایسا کہنا خود کفر سے کیا کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں جن لوگوں کا خاتمہ بالایمان نہیں یعنی جو منافق و مرتد ہیں اُن سے اللہ تعالیٰ عالم الغیب کیسے راضی ہوسکتا ہے اور وہ کیسے بہشتی ہو سکتے ہیں۔

(۲) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اپنے مظلوم ہونے کے بعد ہم اُن کو دُنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے کاش وہ جانیں۔

(سورۃ النحل آیت ۴۱)

مسندِ خلافت پر بٹھائیں گے

اس آیت میں جملہ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً۔ صاف بتا رہا ہے کہ مہاجرین اولین کو ہم دُنیا میں بھی اچھی طرح رکھیں گے یعنی مسندِ خلافت پر بٹھائیں گے۔

(۳) وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾

اے رسول اُس خدا نے تجھے اپنی نصرت سے تائید دی اور مومنوں کی جماعت میں اور اُن کے قلوب میں باہمی اُلفت ڈالی، اگر تُو ساری زمین کی دولت بھی خرچ کر دیتا تو ان کے دِلوں کو آپس میں نہ جوڑ سکتا۔ تیرا رب بڑا حکمت والا ہے اے نبی تجھے تیرا اللہ کافی ہے اور مومن پیرو کار تیرے۔

(سورۃ الانفال آیت ۶۳۔ ۶۴)

اللہ تعالیٰ تو فرماتا کہ میں نے مومنین کے دلوں کو باہمی محبت سے جوڑ دیا ہے مگر طاعنین کا کہنا یہ ہے کہ اُن حضرات کو سوائے ایک دوسرے کے خلاف سازش کرنے کے اور کوئی کام نہ تھا۔

(۴) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ﴿۲۱﴾

جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے خدا تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور وہی لوگ مُراد کو پہنچنے والے ہیں خدا اُن کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی بشارت سُناتا ہے اور بہشتوں کی جن میں وہ ابدی عیش حاصل کریں گے۔

(سورۃ توبہ آیت ۲۰۔۲۱)

کیا کوئی خلفاء اربعہ علیہم الرضوان کی مالی اور جانی خدمات سے انکار کر سکتا ہے؟

(۵) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۱﴾

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور مال خرید لیا ہے اور اس کے عوض اُنہیں جنت ملے گی وہ خُدا کی راہ میں لڑتے ہیں کفّار کو قتل کرتے ہیں اور اُن کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں۔ اُن کے لئے تورات، انجیل اور قرآن میں سچّا وعدہ ہو چکا۔ اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون ہے۔ اے اہلِ ایمان اِس سودے پر خُوشی مناؤ جو تم نے خُدا کے ساتھ کیا اور یہ بڑی کامیابی ہے یہ لوگ گناہوں سے توبہ کرنے والے، بندگی کرنے والے شکر بجالانے والے دُنیا سے بے تعلق، رکوع و سجود کرنے والے، بھلائی کا امر کرنے والے اور برائی سے روکنے والے اور خُدائی حدود کو نگاہ رکھنے والے ہیں۔ اَے پیغمبر اُن کو بشارت دیجئے۔

(سورۃ توبہ آیت ۱۱۱۔ ۱۱۲

خوارج وروافض بتائیں؟

اب خارجی اور شیعہ حضرات یہ بتائیں کہ یہ لوگ جنہوں نے خُدائے تعالیٰ سے سودا کیا اور جن کے اَوصافِ جمیلہ اِس آیت میں بیان کئے گئے ہیں کیا خُلفاء اربعہ علیہم الرضوان اُن میں سے نہ تھے؟

تاریخ شہادت دیتی ہے کہ وہ تھے اور یقیناً تھے۔ کیا اُنہوں نے اپنا زرِ ثمن (جانی و مالی خدمات) خُدائے تعالیٰ سے واپس لے لیا تھا؟ یا اللہ تعالیٰ نے اُن سے مالِ بیع (جنت) کے واپس لینے کا ارادہ فرما کر اِس بیع کو فسخ کر دیا تھا؟ حاشا وکلاّ یہ سودا تو خُدائی سودا ہے یہ بیع تو قطعی اور پکی ہو چکی ہے جو کبھی فسخ ہونے کی نہیں۔

(۶) وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِهَادِہٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

اور خدا کی راہ میں سچائی سے جہاد کرو۔ خدائے تعالیٰ نے تمہیں پسند کیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیم کا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان (فرمانبردار) پہلے ہی سے رکھا ہوا ہے (یعنی اگلی آسمانی کتابوں میں) تا کہ رسول تمہارا گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہ ہو۔

(سورۃ الحج آیت ۷۸)

مسلمان اور فرمانبردار

دیکھیے! جاھدوا فی اللہ والوں کو نہ صرف قرآن بلکہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی مسلمان اور فرمانبردار لکھا گیا ہے کیا اُس وقت اللہ تعالیٰ کو اُن لوگوں کے (بزعمِ طاعنین) بروزِ قرطاس ووفات شریف نبوی مرتد ہو جانے کا، یا اُن کے سیدۃ النساء کو ایذا دینے کا علم نہ تھا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

(۷) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور یقیناً ہم نے تورات کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین موعود کے وارث میرے پاک بندے ہیں۔

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۵)

تورات و زبور کی پیش گوئی

یہ پیشین گوئی بہ شہادت توراۃ و زبور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں ہے جن کے ہاتھ سے اَرضِ مقدسہ شام فتح ہوئی، آپ بحسب اِس آیت کے عبادی الصالحون سے ٹھہرے۔

(۸) لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ إِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

البتہ اللہ تعالیٰ نے نبی پر اور اُن مہاجرین وانصار پر بالتحقیق رحمت والی توجہ فرمائی جنہوں نے تنگی کے وقت آپ کی متابعت کی بعد اس کے کہ اُن میں

سے بعض کے دل پھر جانے لگے تھے پھر اُن پر رجوع برحمت فرمایا، بالتحقیق اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ مہربان اور رحمتِ خاصہ سے رُجوع کرنے والا ہے۔

(سورۃ توبہ آیت ۔

حضرت عثمان کی تعریف

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن مہاجرین وانصار کی تعریف فرماتا ہے جنہوں نے جنگِ تبوک میں شریک ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ نے تین سو اونٹ بمعہ جملہ سامان کے اور ایک ہزار طلائی اشرفی امداد میں دی۔

(۹) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر کی مہم میں تمہیں نُصرت عطا فرمائی جب تم کمزور ہو گئے تھے پس اللہ سے ڈرو اور اُس کا شکر ادا کرو جب تو مومنوں سے کہتا تھا کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اُتار کر تمہاری مدد کرے۔

(سورۃ آلِ عمران آیت ۱۲۳۔۲۴

شیخین و علی شامل ہیں

یہاں مومنین کے لقب سے ملقب سیّدنا صدیق وعمر وعلی رضی اللہ عنہم بھی اِس جنگ میں شامل تھے۔سیدنا عثمان بہ تعمیلِ حکم نبوی پیچھے رہ گئے تھے۔

(۱۰) وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾

اور جب تُو صبح اپنے گھر سے جا کر مومنوں کو لڑائی کی جگہ بٹھاتا تھا خدائے تعالیٰ سُننے اور جاننے والا ہے۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۲۱

اہلِ احد کی تعریف

اس آیت میں جنگ اُحد کا ذکر ہے جس میں شامل ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ مومنین کے لقب سے پُکارتا ہے۔

(۱۱) وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ

خُدائے تعالیٰ نے اُن (یہود) کے دلوں میں مومنین کا رُعب ڈال دیا اور وہ اپنے گھروں کو اپنے اور مومنین کے ہاتھوں سے اُجاڑنے لگے۔

(سورۃ الحشر آیت ۲)

صحابہ کی جماعت

قرآن کریم ہر جگہ اُن اصحاب کرام کو مومنین کے لفظ سے پُکارتا ہے جن کے ایمان پر معترضین حملہ کرتے ہیں۔

(۱۲) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو داعی الی الخیر امر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴)

اصحابہ کرام علیہم الرضوان بلاشک موصوف باوصافِ مذکورہ تھے۔

(۱۳) وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اب اُن کے لئے کون سی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دے جب کہ وہ (پیغمبر کو) مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور وہ کافر اس مسجد کے

متوّلی نہیں ہیں اس کے متولی تو متقی لوگ ہیں مگر اُن میں سے اکثر
نہیں جانتے۔

(سورۃ انفال آیت ۳۴)

صحابہ متقی تھے

مسجد کے متولی بعد از وفات النبی وہی اصحاب کرام تھے جنہیں اللہ تعالیٰ یہاں متقی کے لقب سے نواز رہا ہے اور جواب محلِ طعن بنائے جاتے ہیں۔

(۱۴) لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

لیکن رسول اور جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اُنہوں نے اپنی جان اور مال سے جہاد کیا اور اُنہی کے لئے ہیں خوبیاں اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ اللہ نے اُن کے لئے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

(سورۃ توبہ آیت ۸۸۔۸۹)

خلفائے راشدین کی قربانیاں

تاریخ شاہد ہے کہ خُلفاء اربعہ جانی و مالی خدمات میں سبقت اور فوقیت رکھتے تھے، سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مکہ معظّمہ میں دعوتِ اسلام پر لبیک کہنے سے زدوکوب کیا گیا اور بکثرت تکالیف دی گئیں یہاں تک کہ اُنہوں نے بمعیّتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت اختیار کی۔

آیت اِنۡ تُبۡدُ و الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّاهِیَ (البقرہ ۲۷۱) اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو وہ اچھا ہے) کہ نزول پر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے نصف مال اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا سامان حضورِ نبوی میں حاضر کیا استفسار پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے

گھر میں سوائے خُدا اور اُس کے رسول کے کچھ نہیں چھوڑا تو فاروقِ اعظم نے اُن سے کہا کہ ہر چند ہم اُمورِ خیر میں تم سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں مگر ناکام رہتے ہیں سبقت تمہی کو نصیب ہوتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی مکہ میں اظہارِ توحید پر تکلیفیں اُٹھائیں اور ہجرت کے بعد بھی اُن سے اعلیٰ درجہ کی جان نثاری ظہور میں آئی۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے تو بروقتِ ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر سونے کی وجہ سے اپنی جان تک قُربانی کے لئے پیش کر دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے راہِ خدا میں جس قدر مالی خدمت کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر اُنہوں نے تین سو اُونٹ بمعہ سازوسامان اور ایک ہزار طلائی اشرفی حضور رسالت میں پیش کئے طاعنین اُن کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ ان مفروروں میں سے تھے جن کے اس مشہدِ خیر سے فرار کا باعث شیطان بنا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ رحمتِ الٰہیہ نے اِس کا تدارک فرما کر اِس جرم کو معاف فرما دیا تھا۔ کما قال اللہ تعالیٰ

(۱۵) اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ

جو لوگ تم میں سے (اُحد کے دن) جب (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے تو اُن کے بعض افعال کے سبب شیطان نے اُن کو پھسلا دیا مگر خُدا نے اُن کا قصور معاف کر دیا۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۵۵)

حکمِ رسول کی پاسداری

جنگِ بدر میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری بہ تعمیلِ فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوجہ تیمارداری حضرت رُقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھی۔ لہٰذا وہ اہلِ

بدر سے ہی شمار کئے گئے اور اجر و غنیمت سے محروم نہ ہوئے۔ ایسا ہی باوجود غیر حاضری کے وہ اہلِ بیعت الرضوان میں سے محسوب ہوئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو ضعیف مسلمانوں کی خبر گیری اور پیغامِ صلح پہنچانے کے لئے حُدیبیہ سے مکہ بھیجا تھا۔ اُن کے جانے کے بعد بیعتُ الرضوان وقوع میں آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ مبارک اُٹھا کر اُسے عثمان کا ہاتھ کہا اور اپنا دوسرا ہاتھ اُس پر رکھ کر فرمایا ھذہٖ یدی وھذہ ید عثمان۔ (یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا ہاتھ ہے) یہ شرف بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ہی نصیب ہوا۔

انعامات کا ذکر

الغرض قرآنِ کریم میں ان حضرات خُلفائے اربعہ کی صفات اور اُنہیں دیئے جانے والے اِنعامات کا جابجا ذکر ہے ایسے حضرات کو یہ کہہ کر قابلِ تعزیر ٹھہرانا کہ وہ خلافت یا بادشاہت کے لئے دوسرے کا حق غصب کرنے سے بھی گریز نہ کرتے تھے، قابلِ صد علامت ہے۔

(تصفیہ مابین سُنی وشیعہ ص 28 بار چہارم اشاعت گولڑہ شریف 2011)

ترتیبِ خلافت اور حکمتِ الٰہیہ

خلافت وترتیب کذائی منصوصی امر ہے مگر پہلے بوجہ عدم انکشاف یہ امر کسی قدر محل نزاع و تخالف رہ کر بعد ازاں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا رہا اور یقیناً واضح ہوگیا کہ آیت استخلاف وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ سے مراد یہی خلفاء اربع ہیں بلکہ اس حد تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوجہ کشف نبوت وعدہ استخلاف اس امر میں ایسا اطمینان تھا کہ مرض وفات کے آخری ایام میں خیال شریف میں آیا اور فرمایا کہ لاؤ کاغذ میرے پاس کہ میں لکھ دوں تاکہ میرے بعد گمراہ نہ ہوجاؤ۔ مگر وعدہ الٰہی کے بھروسہ پر لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ اور وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ اور لَيُبَدِّلَنَّهُمْ اور نیز لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا فرمانے والا اصدق الصادقین ہے۔

(مکتوبات طیبات قدیم ص ۲۷۳)

صرف یہ بات تھی

ضرور ہی اس وعدہ کو جن کے ہاتھ پر پورا کرنا ہے پورا فرماوے گا بیعت صدیقی پر شکر رنجی شیر خدا کی صرف اتنی ہی بات پر تھی کہ ہم اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نظر انداز کیوں کئے گئے کہ بروقت تنازع فی مابین مہاجرین وانصار اقامت حضت ہر ایک فریق کے ہمارا ذکر تک بھی نہ ہوا حالانکہ جس حجت اور دلیل سے مہاجرین کو بہ نسبت انصار کے اس امر کا اہل اور مستحق سمجھا گیا ہے یعنی الایمۃ من قریش وہی حجت ہے۔ہمارے لئے کیونکہ ہاشمی کو بہ نسبت قریشی کے زیادہ قرابت اور ارتباط ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ تھوڑی سی کدورت بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیان معذرت سے جاتی رہی۔ یہ لوگ علیہم الرضوان يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا کے مصادیق تھے۔ان کے پاک سینوں میں کدورت کا مقام کیسے ہوسکتا تھا۔ اس روز نہ صدیقی ادراک اور نہ مرتضوی فہم موعود لھم کی شخصیت تک پہنچا ہوا تھا۔ ورنہ اتنا تنازع بھی نہ ہوتا رفتہ رفتہ روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ خلافت خلفاء اربعہ کی منصوصی ہے اور یہی خوش

قسمت لوگ اس نعمت عظمیٰ اور اقامت دین پسندیدہ کے لئے منتخب کئے گئے ہیں چنانچہ جنگ فارس کے ایام میں بعد استشارہ جناب عمر فاروق باب مدینۃ العلم علی مرتضیٰ نے سب سے اول اس دقیقہ کو سمجھا اور فرمایا کہ نحن موعودون بالنصر یعنی آیت استخلاف میں ہم لوگوں کو نصرت الٰہی کا وعدہ دیا گیا ہے لہٰذا فتح ہمارے حصہ میں ہے اور چونکہ بروقت نزول سورۃ نور اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ کا خطاب۔

(مکتوبات طیبات ص ۲۷۴)

اگر علی خلیفہ بلافصل ہوتے

علمِ الٰہی میں انہیں حضرات اربعہ کی طرف تھا اور ایفاء وعدہ بھی ضروری لہٰذا افضیلت و کمال سیاسی شیخین کے علاوہ ترتیب اعمار بھی موجب ترتیب خلافت ٹھہری کیونکہ درصورت انتفاء ترتیب خلافت بعض حضرات کے حق میں ایفاء وعدہ ناممکن تھا اگر بلافصل سب سے اول حضرت عثمان خلیفہ ہوتے تو جناب ابوبکر اور حضرت عمر محروم ہو جاتے علیٰ ہذا القیاس عمر فاروق کو اگر خلیفہ مانا جاتا۔ تو صدیق اکبر بے بہرہ تھے۔ ایسا ہی علی مرتضیٰ اگر بلافصل خلیفہ ہوتے تو تینوں حضرات محروم تھے کیونکہ وفات مرتضوی سب سے پیچھے وقوع میں آئی۔

مہاجرین و انصار کا تقاضا اس غرض سے ہوا کہ ہر ایک فریق چاہتا تھا کہ اقامت دین اور خدمت اسلام سے ہم لوگ مشرف ہوں، نہ بوجہ نفسانیت جیسا کہ اہل دنیا کا شیوہ ہے خیال کرنا چاہیے یہ لوگ اس مقدس ذات کے جانشین تھے جس کی صحبت کا اثر سالہا سال تک باقی رہنا چاہیے۔

(مکتوبات طیبات مطبوعہ چٹان پرنٹنگ لاہور قدیم ص ۲۷۳۔۲۷۵)

شیعہ کے سوالات اور اُن کے جوابات

سوال نمبر ۱

کیا سید الجن والبشر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے بعد ائمہ اثناء عشر (بارہ اماموں کا ہونا) اخبار اخیار صحیحہ سے ثابت ہے یا غیر ثابت اگر ثابت ہے تو کیا اُن سے مراد خلفاء مع الامراء ہیں یا اور اشخاص۔ دوازدہ اِمام مقصودہ کے اسماء مفصلاً کتبِ معتبرہ سیرت سے مرقوم فرمادیں۔

جواب نمبر ۱

الجواب وھو الملھم للصواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ ولہٖ وسلم کے بعد بارہ اِماموں کا ہونا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، بُخاری شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے حضور علیہ السلام سے سُنا کے بارہ امیر ہوں گے (اگلا کلمہ وہ نہ سُن سکے تو اُن کے والد نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا) وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

سفیان بن عینیہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! لوگوں کا معاملہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ اُن پر بارہ آدمی حاکم ہوں گے۔

ابوداوٗد کی روایت میں ہے کہ یہ دین بارہ خُلفاء تک غالب رہے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خُلفاء مقرر ہوں گے جن پر ساری اُمت متفق ہوگی۔ طبرانی میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اُنھیں دشمن کی عداوت ضرر نہیں پہنچائے گی اور حاکم نے ابی جحیفہ سے نقل کیا ہے کہ میری اُمت میں بارہ خلفاء قریش سے ہوں گے جن کے زمانہ میں دین معزز ہوگا۔

مصداق

اِن سے مراد خلفاء اربعہ اور اُن کے بعد آنے والے وہ خلفاء ہیں جن کے زمانہ میں اسلام کو اعزاز و قیام حاصل ہوا کیونکہ خلافت کا معنیٰ وہ ریاستِ عامہ ہے جو حضور علیہ السلام سے بطور نیابت حاصل ہو اور جس کا مقصد دین، احیاءِ علومِ دینی ادائے فریضۂ جہاد اور رفع مظالم وغیرہ ہو۔ اِس نیابتِ نبوی کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا جوہر نفس انبیاء کے جوہرِ نفس کے قریب ہو پس اُسے (۱) صورتِ خلافت یعنی ریاستِ عامہ اور (۲) معنیِ خلافت یعنی قُربِ انبیاء دونوں کا جامع ہونا چاہیے جیسا کہ خلفاء اربعہ علیہم الرضوان تھے البتہ اتنا ضرور ہے کہ خُلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں صُورتِ خلافت یعنی ریاستِ عامہ اور اجتماع مُسلمین بدرجۂ اتم موجود تھا اور عہدِ مرتضوی میں اگرچہ معنیِ خلافت یعنی قُربِ نبوی بدرجۂ کمال تھا لیکن ریاستِ عامہ اور اجتماع مسلمین خُلفائے ثلاثہ کے دور کی طرح نہ تھا۔

خلفائے اربعہ کے بعد خلافت کی صرف صُورت ہی باقی رہی اور معنیٰ بالکل ختم ہو گیا جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت، چنانچہ حدیث شریف میں هدنة على دخن (یعنی صلح برفساد) کے جو الفاظ وارد ہیں اُن کا یہی مفہوم ہے اس کے بعد سلسلۂ خلافت بالکل جبری حکومت اور دعوت الیٰ جہنّم تک پہنچ گیا، لیکن مشیّتِ ایزدی کے تقاضہ پھر ایک ایسا انقلاب رُونما ہوا جس میں خلافتِ راشدہ کی جھلکیاں اور تابانیاں نظر آنے لگیں۔ یہ مبارک دور حضرت عُمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور تھا۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ خلافت، ریاستِ عامہ اور مشابہتِ انبیاء علیہ السلام کا مجموعہ ہے البتہ گاہے گاہے مجازاً اِن دو اُمور میں سے ایک پر بھی اس کا اطلاق ہو جاتا ہے حدیث شریف میں اثناء عشراً امیراً وخليفةً (بارہ امیر یا خلفاء) سے مُراد مُطلق خلافت ہے خواہ وہ دونوں معنیٰ کا مجموعہ ہو یا اُس میں ایک ہی رنگ پایا جائے اور الخلافة من بعدی ثلاثون سنةً۔ میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی۔

حدیث میں صرف خلافتِ خاصہ کاملہ مراد ہے۔

سُنی و شیعہ دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ بارہ اِمامانِ اہلِ بیت میں خلافتِ خاصہ اور

مشابہتِ انبیاء والا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ اِس لیے معنیِ خلافت کے پیشِ نظر ممکن ہے وہ اِس حدیث کے مصداق ہوں لیکن ریاستِ عامہ کا فقدان اور الائمہ کلھم من بنی ھاشم کے بجائے کلھم من قریش کے الفاظ کا فرمانا اِس احتمال کا مئوید نہیں۔

۔۔۔۔۔۔یعنی اگر حدیث میں بارہ امامین اِصطلاحی طور پر مُراد ہوتے تو ایک تو ریاستِ عامہ کا ذکر ہوتا دوسرے الفاظ کلھم من القریش کی تعیم نہ ہوتی بلکہ کلھم بنی ھاشم کی تخصیص ہوتی۔ مترجم:۔

اِس طرح آیت استخلاف بھی پہلے احتمال (یعنی خلفاء اربعہ وما بعدھم) کی موید ہے گو محدُود۔ چنانچہ تمکین اور حصولِ امن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد تک ہی مسلّم ہے، باقی رہی بارہ ناموں کی تعین تو خلفاء اربعہ کے بعد اس کی تصریح نہیں ملتی البتہ اتنا ضرور ہے کہ قیامت سے قبل بارہ کا عدد پورا ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۲

اِمام ثانی یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت مہدی علیہ السلام تک سبھی کے نام کے ساتھ امام کا لقب جمہور میں مشہور آتا ہے کیا اِس لفظ کا اطلاق اِن پاک لوگوں پر صحیح ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اِن کو ائمہ برحق کیوں قرار نہیں دیا جاتا اور صحیح نہ ہونے پر کون سے ائمہ اہلِ سُنّت وجماعت والا اِعتقاد رکھتے ہیں بہ سنداتِ قویہ تحریر فرمائیں۔

جواب نمبر ۲

الجواب وھو الملھم للصواب

اہلِ سُنّت کے نزدیک خلافت کے باطنی مفہوم کے لحاظ سے اور اہلِ شیعہ کے نزدیک اصطلاحی معنیٰ کے لحاظ سے اِمام کے لفظ کا اطلاق ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام پر صحیح اور جائز ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔یعنی ائمہ اہلِ بیت

(۱) حضرت امام علی علیہ السلام

(۲) حضرت امام حسن علیہ السلام

(۳) حضرت امام حُسین علیہ السلام

(۴) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

(۵) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

(۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

(۷) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

(۸) حضرت امام علی رضا علیہ السلام

(۹) حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

(۱۰) حضرت امام علی نقی علیہ السلام

(۱۱) حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

(۱۲) حضرت امام مہدی علیہ السلام (جن کا ظہور قُربِ قیامت میں ہوگا)

ان حضرات کے علاوہ دوسرے حضرات دینی پیشوا ہونے کی بناء پر امام کہلاتے ہیں ورنہ اُن حضرات کی خصوصیاتِ مختصہ اُنہی تک محدود ہیں:۔

سوال نمبر ۳

تقیّہ جو اہلِ سُنّت و جماعت کے نزدیک مسلّم ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غارِ ثور میں کیوں تقیہ فرمایا تھا ؟

سب سوالات کے جواب عقلی نقلی محقق طور پر بہ تعجیل فرماویں بندہ کاتب الحروف اہلِ تشیع تشنع کے پنجہ میں گرفتار ہے اور جماعتِ کثیرہ جوابات کی منتظر ہے۔

جواب نمبر ۳

الجواب وهو الملهم للصواب

اہلِ سُنّت کے نزدیک تقیہ غیر مسلّم ہے غار میں تقیہ نہیں کیا گیا کیونکہ تقیہ کا معنیٰ ہے ایسی چیز کا چھپانا جس کی تبلیغ کا حکم کیا گیا ہو کسی انسان کے پوشیدہ ہونے کو تقیّہ نہیں کہتے بلکہ غار میں حضور علیہ السلام کا چھپنا ہجرت اور دینی تبلیغ کے اظہار کے پیش نظر تھا۔

فی الجملہ شیعہ حضرات کے تقیّہ کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک آدمی کو پہلے قاضی اور فیصل مقرر کیا جائے اور پھر اُسے خاموشی کا حکم دیا جائے اور اُس معنیٰ کا فساد کسی صاحبِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔

(فتاویٰ مہریہ شریف بار اول ص ۳۵ تا ۳۹ مطبوعہ سول اینڈ ملٹری پریس راولپنڈی ۱۹۶۲)

(فتاویٰ مہریہ شریف بار چہارم ص ۱۴۳ تا ۱۴۶ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۷)

(فتاویٰ مہریہ شریف بار پنجم ص ۲۱۱۔ ۲۱۵ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰ء)

(ملفوظات مہریہ ص ۱۸۴ تا ۱۸۷ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵ء)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۱۴ تا ۱۱۶ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷ء)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۸۷ بار اول فارسی مطبوعہ صابر الیکٹرک پریس لاہور ۱۹۳۲)

عشرہ مبشرہ کے اسماءگرامی

حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تحقیق الحق فی کلمۃ الحق میں اسمائے عشرہ مبشرہ تحریر فرمائے ہیں۔ ان اسماء کو حصول برکت کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور یہ وہ دس جنتی صحابہ ہیں جن کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا میں ہی اُن کو جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

(۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(۶) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

(۷) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

(۸) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

(۹) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

(۱۰) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق ص ۲۲۳ مطبوعہ سول اینڈ ملٹری پریس صدر راولپنڈی ۱۹۶۲ء)

(سیرت نبویہ ص ۳۰ بار دوم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۹ء)

(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق ص ۱۶۰ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۴ء)

----------حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

ابو بکر فی الجنة و عمر فی الجنة و عثمان فی الجنة و علی فی الجنة و طلحة فی الجنة و الزبیر فی الجنة و عبد الرحمن بن عوف فی الجنة و سعد بن أبی وقاص فی الجنة و سعید بن زید فی الجنة و ابو عبیدہ بن الجراح فی الجنة

(۱) ابو بکر (صدیق) جنئت میں ہیں (۲) عمر جنت میں ہیں (۳) عثمان جنت میں ہیں (۴) علی جنت میں ہیں (۵) طلحہ جنت میں ہیں (۶) زبیر جنت میں ہیں (۷) عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں (۸) سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں (۹) سعید بن زید جنت میں ہیں (۱۰) اور ابو عبیدہ بن الجراح جنت میں ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)

(سنن الترمذی: ۳۷۴۷،)

یہ عشرہ مبشرہ ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک اس جماعت: علی، عثمان، زبیر، طلحہ اور عبدالرحمٰن (بن عوف رضی اللہ عنہم) سے راضی تھے

(صحیح البخاری: ۳۷۰۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حراء (پہاڑ) پر تھے، آپ کے ساتھ ابو بکر (الصدیق)، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) تھے اتنے میں زلزلے کی وجہ سے) پتھر ہلنے لگا تو آپ نے فرمایا: (اهدا فما عليك إلا نبی أو صديق أو شهيد) ٹھہر جا، اس وقت تجھ پر صرف نبی، صدیق اور شہید کھڑے ہیں

(صحیح مسلم: ۲۴۱۷)

قارئین! حضرت امام محب طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الریاض النضرہ فی مناقب عشرہ مبشرہ'' میں فضائل ومناقب عشرہ مبشرہ بیان کئے ہیں، روایت ملاحظہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ فجر کے لئے تشریف لائے اور فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیو آج رات میں نے جنت میں تمہارے مکانات کا اپنے مکان سے قرب دیکھا ہے یہ کہہ کر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا اے علی! کیا تم یہ پسند کرو گے کہ جنت میں تمہارا مکان میرے مکان کے سامنے ہو جیسے دو بھائیوں کے منازل باہم بالمقابل ہوتے ہیں۔

عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں؟

یہ کہتے ہوئے حضرت علی گریاں ہو گئے۔

پھر آپ ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا میں ایک ایسے شخص کا نام اور اس کے والدین کا

نام بھی جانتا ہوں جب وہ جنت میں آئے گا تو وہاں کا ہر مکان اور پانی کا ہر گھونٹ مرحبا مرحبا پکار اٹھے گا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! ایسا شخص ناکام کب ہو سکتا ہے فرمایا وہ ابوبکر ہے پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف التفات فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا!

اے ابوحفص! میں نے جنت میں سفید جوہر سے بنا ایک محل دیکھا جس پر سفید موتیوں کا جڑاؤ کیا ہوا تھا میں نے فرشتہ رضوان سے پوچھا یہ محل کس کے لئے ہے؟ کہنے لگا ایک قریشی جوان کے لئے میں نے سمجھا کہ شاید میرا ہے وہ خود ہی بول اٹھا یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہے پھر میں نے اس کے اندر جانا چاہا تو مجھے تیری غیرت یاد آ گئی عمر فاروق رضی اللہ عنہ سن کر آبدیدہ ہو گئے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا مجھے آپ پر غیرت آئے گی؟

پھر آپ نے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرف رخ منور کیا اور فرمایا ہر نبی کا ایک ساتھی ہوتا ہے اور میرے جنت کے ساتھی تم ہو۔

پھر عبدالرحمٰن کی طرف نگاہ التفات اٹھی تو فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں نے تمہیں تمام صحابہ سے دیر کے ساتھ آتے دیکھا ہے کیا سبب ہے؟

عرض کیا مجھ سے حساب ہوتا رہا کہ فلاں مال تمہیں کہاں سے ملا کہاں خرچ کیا؟ بلکہ مجھے تو گمان گزرا کہ شاید آپ کو نہ دیکھ پاؤں گا پھر عرض کیا میرے سو اونٹ مصر سے مال تجارت سے لدے ہوئے آئے ہیں جنہیں میں مدینہ کے یتیموں اور بیواؤں میں تقسیم کرنے کا اعلان کرتا ہوں شاید کہ اسی سبب سے اللہ میرا حساب آسان کر دے۔

پھر آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرف دیکھا تو فرمایا ہر نبی کے حواری (مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری تم دونوں ہو۔

(الریاض النضرہ فی مناقب عشرہ مبشرہ ج اول ص ۹۳)

قارئین! اسماء عشرہ مبشرہ ہر مسلمان کو یاد ہونے چاہئیں تاکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت دل میں جاگزیں ہو جائے:۔

حدیث مدینۃ العلم پر ابن تیمیہ کے اعتراض کا دندان شکن جواب

حدیث شریف

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے پس علم کے طالب کو دروازہ سے آنا چاہیے۔

پہلا اعتراض

اگرچہ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا مگر ابن جوزی نے اس حدیث کے سب طرق کو موضوع اور بناوٹی قرار دیا ہے چنانچہ شیخ مذکور (یعنی ابن تیمیہ) اپنی کتاب منہاج السنہ میں لکھتے ہیں!

وحدیث انا مدنیۃ العلم وعلی بابھا اضعف واوھیٰ ولھذا انما یعد فی الموضوعات وان رواہ الترمذی وذکرہ ابن الجوزی وبین ان سائر طرقہ موضوعۃ۔

جواب:۔ اس حدیث کی تصحیح منجملہ حفاظ اعلام یحییٰ بن معین نے کی ہے جن کے مآثر عالیہ ومفاخر غالیہ کو نہ صرف اعاظم محققین اصحابِ رجال نے ذکر کیا ہے بلکہ خود ابن تیمیہ بھی اپنی اِسی منہاج السنہ میں اُن کا ذکر کرتے ہیں اور اُن کو از روئے صداقت، دیانت وامانت اور جرح وتعدیل کے اعظم الناس سے شمار کرتے ہیں۔ منہاج کی عبارت یہ ہے۔

منہاج کی عبارت

والعلماء بالحديث اجل هولاء واعظم قدرًا واعظمهم صدقا واعلاهم منزلة واكثرهم دينا فانهم من اعظم الناس دينا وامانة وعلماً وخبرة بما يذكرونه من الجرح والتعديل مثل مالك وشعبه وسفيان بن عينيه وسفيان الثوریٰ ويحيىٰ بن سعيد القطان وعبدالرحمٰن بن مهدی و عبدالله بن المبارك ودكيع بن الجراح والشافعی واحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه و يحيىٰ بن معين وعلى ابن المدينی ومسلم وابی دائود وابی زرعة وابی حاتم والنائی والعجلی وابی احمد بن عدی وابی حاتم البستی وابی الحسن الدارقطنی وامثال هولاء خلق كثير لايحصیٰ عددهم انتهیٰ بقدر الحاجه۔

پھر اسی منہاج میں دوسرے مقام پر یحییٰ بن معین کے متعلق اس طرح لکھتے ہیں!

والمغازلی وامثاله قيل له مجرد رواية هولاء توجب ثبوت الحديث باتفاق اهل العلم الحديث فان فی كتب هولاء من الاكاذيب الموضوعة ما اتفق اهل العلم على انه كذب موضوع وفيها شیء كثير يعلم بالادلة اليقينيه المسمية والعقلية انها كذب بل فيها ما يعلم بالاضطرار انه كذب والثعلبی وامثاله لا يعتمدون الكذب بل فيهم من اصلاح والدين ما منعهم من ذلك لكن ينقلون ما وجدوه فی الكتب ويدونون ما سمعوه وليس لاحدهم من الخبرة بالاسانيد مالائمة الاحديث كشعبة ويحيىٰ بن سعيد القطان وعبدالرحمٰن بن مهدی واحمد بن حنبل وعلى ابن المدينی ويحيىٰ بن معين واسحاق بن راهويه و محمد بن يحيىٰ الذهلی والبخاری ومسلم وابی ابی داؤد والنسائی وابی حاتم وابی زرعة الزارزيان وابی عبدالله

بن منده والدارقطنی و عبدالغنی بن سعید وامثال هولاء من ائمة الحدیث ونقاده وحکامه و حفاظه الذین لهم خبرة ومعرفة تامة باقوال النبی صلی الله علیه وآله وسلم واحوال من نقل العلم وقد صنفوا الکتب الکثیرة فی معرفة الرجال الذین نقلوا الاثار واسمائهم وذکروا اخبارهم واخبار من اخذوا عنه ومن اخذ عنهم مثل کتاب العلل واسماء الرجال عن یحییٰ بن سعید القطان وعلی بن المدینی واحمد بن حنبل و یحییٰ بن معین والبخاری ومسلم وابی زرعة وابی حاتم والنسائی والترمذی وابی احمد بن عدی و ابی حاتم بن حبان وابی الفتح الازدی والدارقطنی وغیرهم۔

اِس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ ابنِ تیمیہ کے نزدیک یحییٰ بن معین منجملہ ائمہ حدیث ونقّاد وحکام وحفّاظ واہلِ خبر ومہارت بفنِ اسماء الرجال وحاصل تصنیف در معرفت رجال کے ہے۔

پھر اسی منہاج السنہ میں یحییٰ بن معین اور اُس جیسوں کی مدح میں نہایت مبالغہ سے کام لیا گیا ہے اور لکھتے ہیں کہ۔

من ارادان یعرف فضائلهم ومنازلهم عندالنبی صلی الله علیه وآله وسلم فلیتدبر الاحادیث الصحیحة التی صححها اهل العلم بالحدیث الذین کملت خبرتهم بحال النبی صلی الله علیه وآله وسلم ومحبتهم له وصدقهم فی التبلیغ عنه وصارهواهم تبعا لما جاء به فلیس لهم غرض الامعرفة ما قاله و تمییزه عما یخلط بذلك من کذب الکاذبین و غلط الغالطین کاصحاب الحدیث مثل البخاری ومسلم والاسماعیلی والبرقانی وابی نعیم والدارقطنی ثم مثل صحیح ابن خزیمه وابن منده وابی حاتم البستی ثم الحاکم ماصححه ائمة اهل الحدیث الذین هم اجل من هولاء او مثلهم من المتقدمین والمتاخرین مثل مالك ابن انس وشعبه بن الحجاج ویحییٰ بن سعید وعبدالرحمٰن بن مهدی وعبدالله بن المبارك واحمد بن حنبل ویحییٰ بن معین وعلی بن المدینی وابی حاتم و ابی زرعه الرازیین وخلائق لا یحصیٰ عددهم الا الله فاذا تدبر العاقل الاحادیث الصحیحة

الثابتة عند هولاء وامثالهم عرف الصدق من الكذب فان هولاء من اكمل الناس معرفة بذلك واشد هو رغبةً فى التمييز بين الصدق والكذب واعظم ذباً عن رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ وسلم فهم المهاجرون الى سنته وحديثہٖ والانصار لهم فى الدين يقصدون ضبط ماقاله وتبليغه للناس وينفون عنه ما كذبه الكذبون وغلط فيه الغلطون ومن شركهم فى علمهم علم ماقالوه وعلم بعض قدرهم والا فليسلم القوس الى باريها كما يسلم الى الاطباء طبهم والى النحاة نحوهم والى الفقهاء فقهم والى الحساب حسابهم والى اهل العلم بالاوقات علمهم۔

اس عبارت میں لفظ (صحیح ابن خزیمہ) اور (ماصححہ ائمۃ الحدیث) مناسب سیاق نہیں اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ ابنِ تیمیہ طالبانِ تمیز فیما بین صحیح وموضوع کو ارشاد فرماتے ہیں کہ حدیثِ وضعی اور صحیح میں فرق کرنے کے لئے یحییٰ بن معین امثالش کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

صاحب تہذیب الکمال

علامہ ابو الحجاج صاحب تہذیب الکمال ابو الصلت عبد السلام بن صالح الہروی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں!

قال القاسم بن عبدالرحمٰن الانبارى حدثنا ابو الصلت الهروى قال حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ وسلم انا مدينة العلم وعلى بابها فمن اراد العلم فليا ءت بابه قال القاسم سالت يحيىٰ ابن معين عن هذا الحديث فقال صحيح قال ابوبكر بن ثابت الحافظا اراد انه صحيح من حديث ابى معاوية وليس بباطل اذقد رواه غير واحد عنه

عسقلانی، تہذیب التہذیب

علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں!

قال القاسم بن عبد الرحمٰن الانباری حدثنا به ابو الصلت عن ابی معاویة عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعاً انا مدینة العلم و علی بابها الحدیث فقال هو صحیح قال الخطیب اراد به صحیح عن ابی معاویه اذ قد رواه غیر واحد عنه

امام سیوطی کا قول

علامہ سیوطی جمع الجوامع میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

وروی الخط (ای الخطیب) فی تاریخه عن یحییٰ بن معین انه سئل عن حدیث ابن عباس فقال هو صحیح۔

فیض القدیر میں بھی ہے

عبدالروٗف مناوی فیض القدیر میں اس حدیث شریف کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں!

ورواه الخطیب فی التاریخ باللفظ المذکور من حدیث ابی معاویه عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس ثم قال قال القاسم سالت یحییٰ ابن معین عنه فقال هو صحیح قال الخطیب قلت اراده انه صحیح من حدیث ابی معاویه ولیس بباطل اذ قد رواه غیر واحد۔

روضہ ندیہ میں علامہ محمد ابن اسماعیل امیر لکھتے ہیں!

وروی الخطیب فی تاریخه عن یحییٰ ابن معین انه سئل عن حدیث ابن عباس وقال هو صحیح۔

شوکانی بھی تسلیم کرتے ہیں

اور قاضی شوکانی نے فوائد مجموعہ میں درجواب قدح اس حدیث کے لکھا ہے!

واجیب عن ذالك بان محمد ابن جعفر البغدادی الفیدی قد وثقه یحییٰ ابن معین وان ابا الصلت الهروی قد وثقة

ابن معین والحاکم وقد سئل یحییٰ عن ھذا الحدیث فقال صحیح

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ حدیث مدینۃ العلم کی تصحیح یحییٰ ابن معین اور دوسروں نے کردی ہے خطیب نے طریقِ خاص سے اس کو نقل کیا ہے اور علامہ سیوطی ومحمد بن اسماعیل شوکانی نے مطلقاً یحییٰ بن معین کی توثیق وبیان مدائح جو کہ اعلامِ اہلِ سُنّت نے اپنے اپنے مدّونات میں ذکر کیا ہے اگر لکھا جائے تو موجبِ طوالت وملالِ ناظرین ہوگا، لہٰذا ابن تیمیہ ہی کو توثیقِ مذکور الصّدر پر اِکتفا کرتے ہیں۔

حدیث کے راوی

قصّہ مختصر اہلِ سُنّت کے ہاں اس حدیث شریف کے رواۃ اصحابِ کرام میں سے یہ ہیں

(۱) خود جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

(۲) اِمام حسن علیہ السلام

(۳) اِمام حسین علیہ السلام

(۴) عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

(۵) جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

(۶) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(۷) حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ۔

(۸) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

(۹) انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(۱۰) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

جنہوں نے ذکر کیا

(۱) اس حدیث شریف کو بروایت علی کرم اللہ وجہہ اڑتیس مشائخ نے ذکر کیا ہے جن میں احمد بن حنبل، ترمذی، حاکم، سبط ابن الجوزی، جلال الدین سیوطی وابن حجر مکی رحمہم اللہ علیہم بھی ہیں۔

(۲) سیدنا امام حسن علیہ السلام کی حدیث کو سلیمان بن ابراہیم بلخی نے ابی سعید بختری سے نقل کیا ہے۔

(۳) سیدنا امام حسین علیہ السلام والی حدیث کو ابن مردویہ وابن بشران وابن المغازلی وعاصمی وابن النجار وسلیمان بن ابراہیم بلخی نے ذکر کیا ہے۔

(۴) عبداللہ ابن عباس والی حدیث کو یحییٰ ابن معین وغیرہ مشائخ محدثین نے جن کا عدد تقریباً چالیس تک پہنچتا ہے اور جس میں علاوہ یحییٰ ابن معین کے حاکم اور علامہ سیوطی وابن حجر عسقلانی بھی ہیں ذکر کیا ہے۔

(۵) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو تینتیس اعلام محدثین نے ذکر کیا ہے جن میں عبدالرزاق صنعائی وابوبکر بزار وحاکم نیشاپوری وابن حجر عسقلانی وعلامہ سیوطی بھی ہیں۔

(۶) عبداللہ ابن مسعود والی حدیث کو سید علی ہمدانی وسلیمان ابن ابراہیم بلخی نے نقلاً واثباتاً ذکر کیا ہے۔

(۷) حذیفہ ابن الیمان والی حدیث کو سلیمان ابن ابراہیم بلخی نے ابن المغازلی سے نقل کیا ہے۔

(۸) عبداللہ ابن عمر والی حدیث کو ابوالقسم طبرانی وحاکم نیشاپوری وابن حجر مکی وغیرہم بہتوں نے نقل کیا ہے۔

(۹) انس والی حدیث کو سید علی ہمدانی وسلیمان ابن ابراہیم بلخی نے نقلاً واثباتاً ذکر کیا ہے۔

(۱۰) عمروابن العاص والی حدیث کو ابوالموید اخطب خوارزمی نے ثابت کیا ہے۔

اِس حدیث شریف کے متعلق پہلے زمانہ میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ لہٰذا علامہ جمال الدین زرندی اپنی کتاب نظم الدرمیں اِس حدیث شریف کے متعلق لکھتے ہیں!

فضیلة اخری اعترف بها الاصحاب وابتهجوا وسلکوا طریق الوفاق وانتهجوا۔

ایک سو چالیس محدثین جانتے ہیں

ایسا ہی سید شہاب الدین احمد نے بھی توضیح الدلائل میں تصریح فرمائی ہے اور تابعین میں

سے چودہ تابعین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جن میں سیدنا سید الساجدین زین العابدین علی ابن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام اور سیدنا باقر العلوم محمد بن علی ابن الحسین ابن ابی طالب علیہم السلام بھی ہیں۔ غرض اس حدیث کو اکابر محدثین نے جن کا عدد تقریباً ایک سو چالیس تک پہنچتا ہے اور جو سنہ ۱۳۰ ہجری تک گزرے ہیں ذکر کیا ہے۔

ابن تیمیہ صحت کا انکار نہ کر سکا

خلاصہ یہ ہے کہ ابنِ تیمیہ اقرارِ خود بعد تصحیح یحییٰ ابن معین اس حدیث شریف کی صحت کا انکار نہیں کر سکتے ایسا ہی احمد بن حنبل کے متعلق علاوہ تعدیل و تحمید مذکورہ بالا مندرجہ عبارت منقولہ منہاج السنۃ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں!

والناس مصنفا تهم منهم من لايروى عمن يعلم انه يكذب مثل مالك وشعبه ويحيىٰ بن سعيد وعبد الرحمٰن بن مهدى واحمد بن حنبل فان هولاء لا يروون عن شخص ليس بثقة عندهم ولا يروون حديثا يعلمون انه عن كذب ولا يروون احاديث الكذابين بين الذين يوفون بتعمد الكذاب۔

اس عبارت سے ثابت ہوا

اس عبارت سے بھی مثل عبارات مسطورہ بالا ثابت ہوا کہ ابن تیمیہ کے نزدیک احمد بن حنبل غیر ثقہ سے روایت نہیں کرتے لہٰذا بعد روایت احمد بن حنبل اُنہیں اس حدیث کی صحت کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ پھر وہ اسی حدیث کو مرویاتِ ترمذی سے مسلّم شدہ (چنانچہ اسی اعتراض میں وان رواہ الترمذی) لکھنے کے بعد اُسے موضوعات سے شمار کرتے ہیں حال آنکہ ترمذی کی توثیق و توصیف عباراتِ منقولہ بالا میں فرما چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ ترمذی ارکان ستہ علمِ حدیث سے ایک رکن ہے باوجود روایت ترمذی پھر اس حدیث کو موضوع کہنا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اسی منہاج السنہ میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں!

والجواب من وجوه احدها ان يقال هذا الحديث من النص الذى يروونه فى امامة على فان هذا معروف فى كتب اهل الحديث المعتمده رواه ابو دائود فى سنه ولا امام احمد فى مسنده والترمذى فى جامعه واما النص علے علىٰ فليس فى شىء من كتب اهل الحديث۔

جب ترمذی کی مرویات کو آپ ایسا معتمد قرار دیتے ہیں تو پھر حدیث مدینۃ العلم کو بھی موثوق بہ ماننا چاہیے۔

قابلِ تسلیم ہوگی

ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ ابن الجوزی نے اِس حدیث کو بطرقہٖ موضوعات سے لکھا ہے بعد تسلیم اس امر کے کہ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے خود بحسبِ تصریح ابن الجوزی ٹھیک نہیں کیونکہ ابن الجوزی اپنی کتاب الموضوعات کے شروع میں لکھتا ہے کہ جو حدیث صحاح ستہ میں موجود ہو وہ واجب التسلیم ہے اُس میں نظر وفکر کی کوئی حاجت نہیں۔ البتہ وہ حدیث جو صحاح ستہ سے خارج ہو اُس میں غور کرنا چاہیے اگر احادیثِ صحاح ستہ میں اُس کے لئے کوئی نظیر ہے تو وہ بھی قابلِ تسلیم ہوگی۔

کتاب الموضوعات لابن الجوزی کی عبارت یہ ہے!

فمتى رأيت حديثا خارجا عن دوا دين الاسلام كالمؤطا ومسند احمد والصحيحين وسنن ابى دائود والترمذى ونحوها فانظر فيه فان كان له نظير فى الصحاح والحسان فرتب امره وان ارتبت به فرأيته يباين الاصول فتامل رجال اسناده واعتبر احوالهم من كتابنا المسمے بالضعفاء والمتروكين فانك تعرف وجه القدح۔

اِس سے معلوم ہوا کہ حدیث مدینۃ العلم بوجہ اِس کے کہ مرویاتِ ترمذی واحمد بن حنبل وغیرہما سے ہے لہٰذا ابن الجوزی اُسے (انه من الموضوعات) کہنا خود اُس کی اپنی تصریح وواجب العرض کے خلاف ٹھہرا اور یہ بھی واضح ہوا کہ ابن الجوزی نے سائر طرق اِس حدیث کے

نہیں لکھے پھر ابن تیمیہ کا یہ قول (وذکرہ ابن الجوزی وبین ان سائر طرقہ موضوعۃ) کیسے درست ہوسکتا ہے۔

ابن جوزی کے بارے میں حضورِ اعلیٰ کی تحقیق

اکابر علماء عظام وافاضل کملاء کرام اہلِ سُنّت نے لکھ دیا ہے کہ ابن الجوزی اور اُس کی کتاب الموضوعات دونوں قابلِ اعتبار نہیں۔ ابن الاثیر جزری تاریخ کامل میں بمبحث وقائع ۵۹۷ھ لکھتے ہیں!

وفی هذه السنة فی شهر رمضان توفی ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی الحنبلی الواعظ ببغداد وتصانیفه مشهورة وکان کثیر الوقیعة فی الناس الاسیما فی العلماء والمخالفین لمذهبه والموافقین له وکان مولده سنة عشر وخمس مائة۔

ایسا ہی ابوالفداء ایوبی مختصر فی اخبار البشر میں ابن الجوزی کے متعلق وکان کثیر الوقیعۃ فی الناس فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ!

نہ دُشمن برست از زبانش نہ دوست

حسبِ عادت توہین کی

ابن اثیر تاریخ کامل میں بمقام حوادث ۵٦۳ھ عبدالکریم سمعانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ان کے مشائخ چار ہزار سے زیادہ تھے وقدذکرہ ابوالفرج ابن الجوزی ففظعه یعنی ابن الجوزی نے اپنے حسبِ عادت اُن کی توہین کی ہے۔

فمن جملة قوله فیه انه کان یاخذ الشیخ ببغداد ویعبربه الیٰ فوق نهر عیسیٰ فیقول حدثنی فلان بما وراء النهر۔

ابنِ جوزی متعصب ہے

یعنی عبدالکریم سمعانی اپنے بغدادی شیخ کے حق میں بھی ناحق حدثنی فلاں بماوراء

النہر کہہ دیتے تھے۔ اس کے بعد ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتا ہے کہ فی الواقع اُنہوں نے ماوراء النہر کے سفروں میں اکثر مشائخ سے اِس حدیث کو سُنا تھا ابن الجوزی کی عادت ہے کہ بوجہ تعصّب مذہبی حنابلہ کے سوا کسی اور کو ہدفِ تنقید بنائے بغیر نہیں چھوڑتا۔

ایسا ہی ابو الفداء بھی مختصر فی اخبار البشر میں بمقام بیان وقائع ۵۶۲ھ بترجمہ عبدالکریم سمعانی ابن الجوزی کا تعاقب مع اظہار اِس کے کہ وہ ایسے تعاقباب کا عادی تھا ذکر کرتے ہیں۔

پانچ سال قید میں رہا

ابو محمد عبداللہ بن اسعد یافعی مرأۃ الجنان میں لکھتے ہیں کہ ۵۹۵ھ میں ابن الجوزی واسط کے قید خانہ سے پانچ (۵) سال کے بعد نکالا گیا تھا اور اِس ذلّت و رُسوائی کا باعث اُس کا انکار تھا اہل اللہ و مشائخ عصر پر بالخصوص علیٰ قطبُ الاولیاء تاج المفاخر الذی خضعت لقدمه رکاب الاکابر الشیخ محی الدین عبدالقادر قدس اللہ روحه ونور ضریحه وانکار ابن الجوزی وعلیٰ غیر من الشیخ اہل المعارف والنور من جملة الخذلان وتلبیس الشیطان والغرور۔

اپنے بیان میں سچا نہیں

شیخ عبدالحق دہلوی اسماء الرجال مشکوٰۃ میں ابن الجوزی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں!

وان حلف فی کتاب ھذا ان غرضه اظہار السنه

یعنی اگرچہ ابن الجوزی کا اپنی کتاب کے بارہ میں حلفی بیان ہے کہ اِس کو میں نے بغرض اظہارِ سُنت و ردِّ بدعت لکھا ہے۔

ولکن مجاوزۃ الحد فی الرد والتشنیع یدل علیٰ خلاف ذالک

مگر ردّ و قدح میں حد سے متجاوز ہونا اِس امر کی دلیل ہے کہ ابن الجوزی اپنے مذکور بیان میں سچا نہیں۔

علّامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ابن الجوزی کی کتاب کے متعلق لکھتے ہیں!

قلت بل ھو ثقة حجة ناھیك بان احمد بن حنبل ذکرہ فقال

کان ثبتاً فی کل المشائخ وقال ابن معین والنسائی ثقة۔

یعنی وہ ابان بن یزید العطار ثقہ ہے جس کے ثبوت کے لئے احمد بن حنبل کا کہنا کہ کان ثبتا فی کل مشائخ اور ایسا ہی ابن معین اور نسائی کا اس کو ثقات شمار کرنا کافی ہے۔

وقد اور دہ ایضاً العلامة ابو الفرج ابن الجوزی فی الضعفاء ولم یذکر فیہ اقوال من وثقہ وھذا من عیوب کتابہ یورد الجرح ویسکت عن التوثیق

یعنی ابان بن یزید العطاء کو جس کی توثیق اُوپر گزر چکی ہے ابن الجوزی نے ضعفاء سے شمار کیا ہے اور اس کے متعلق کسی کی توثیق کا ذکر نہیں کیا اور یہ ایک عیب ہے منجملہ اُس کی کتاب کے عیوب کو بدی سے یاد کرتا ہے اور کسی کا ذکر خیر نہیں کرتا۔

چھوٹی داڑھی سیاہ خضاب

اور نیز علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں!

قرأت بخط الموقان ان ابن الجوزی شرب البلاذر فسقطت لحیته فکانت قصیرة جدا وکان یخضبھا بالسواد وکان کثیر الغلط فیما یصنفه فانه کان یفرغ من الکتاب ولا یعتبره قلت له وھم کثیر فی توالیفه۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ ابن الجوزی کی رِیش بوجہ استعمال بھلاوہ کے گر گئی تھی اور نہایت چھوٹی رہ گئی تھی جسے سیاہ خضاب لگاتا تھا اور ابن الجوزی اپنی تصنیفات میں کثیر الغلط اور سی الحفظ اور وہمی تھا۔

ابن جوزی صحیح وغیر صحیح میں فرق نہیں کر سکتا

ابن حجر عسقلانی ثمامہ بن اشرس بصری کے ترجمہ کے متعلق لسان المیزان میں لکھتے ہیں کہ وذکرا بو منصور بن طاہر التیمی (ودلت ھذہ القصه علی ان ابن الجوزی حاطب لیل لا ینتقد ما یحدث به) جس کا مطلب یہ ہے کہ ابن الجوزی صحیح وغیر صحیح میں فرق نہیں کرتا۔

علامہ ذہبی تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں! لا یوصف ابن الجوزی بالحفظ عندنا۔
ابن صلاح اپنی کتاب علوم الحدیث میں لکھتے ہیں!

ولقد اکثرالذی جمع فی ھذا العصر الموضوعات فی نحو مجلدین فاددع فیھا کثیرا مما لا دلیل علی وضعہ۔

یعنی جن احادیث کے موضوع ہونے کا کوئی ثبوت نہیں اُن کو ابن الجوزی نے موضوعات میں رکھ دیا ہے۔
ایسا ہی محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ بن حماعۃ الکنانی اپنی کتاب ''المنہل الروی فی علم اُصول الحدیث للنبی'' میں لکھتے ہیں!

صحاح میں بھی موضوعات ہیں

وصنف الشیخ ابو الفرج بن الجوزی کتابہ فی الموضوعات فذ کر کثیر من الضعیف الذی لا دلیل علی وضعہ ایسا ہی طیبی کاشف بھی شرح مشکوٰۃ اور مختصر خلاصہ میں لکھتے ہیں، اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی الباعث الحثیث میں لکھتے ہیں۔

وقد صنف الشیخ ابو الفرج بن الجوزی کتاباً فلافی الموضوعات غیر انہ ادخل فیہ مالیس منہ واخرج منہ ماکان یلزمہ ذکرہ فسقط علیہ ولم یھتد الیہ۔ یعنی ابن الجوزی نے اپنی کتاب الموضوعات میں صحاح کو موضُوعات میں رکھ دیا ہے زین الدین عراقی الفیۃ الحدیث کے شعر ذیل کی شرح میں لکھتے ہیں!

واکثر الجامع فیہ اذ خرج
لمطلق الضعف عنی ابا الفرج
قال ابن الصلاح ولقد اکثر االذی جمع فی ھذا العصر الموضوعات۔

ابنِ جوزی نے خطا کی

ابن حجر فتح الباری میں بعد اثبات حدیث سدِ الابواب الاباب علی وتردید قدح ابن

الجوزی لکھتے ہیں!

واخطا فی ذالك خطاءً فاحشاً فانه سلك ردا الاحادیث الصحیحة بتوهم المعارضة مع ان الجمع بین القصتین ممکن۔

یعنی ابن الجوزی نے تردیدِ احادیث صحیحہ میں اعلیٰ درجہ کی خطا کی ہے اور نیز ابن حجر القول المسدد میں ابن الجوزی کے متعلق یعنی ابن الجوزی بمبحث حدیث سد ابواب لکھتے ہیں!

وهذا اقدام علی رد الاحادیث الصحیحة بمجرد التوهم ولا ینبغی الاقدام علی الحکم بالوضع الا عند عدم امکان الجمع ولا یلزم من تعذر الجمع فی الحال انه لایکمن بعد ذلك لان فوق کل ذی علم علیم ۔۔الخ

علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں لکھا ہے!

بل ربما ادرج فیه الحسن والصحیح مما هو فی احد الصحیح فضلا عن غیرهما الخ۔

یعنی ابن جوزی بخاری اور مسلم کے حسن وصحاح کو بھی موضوعات سے شمار کردیتا ہے اور نیز سخاوی فتح المغیث کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ابن الجوزی کی کتاب کی تہذیب مع اِلحاق مافاتہ کے کرتا تو البتہ اچھا ہوتا۔

دھوکہ میں آکر

علامہ سیوطی لآلی مصنوعہ میں لکھتے ہیں! حفاظ حدیث مثلِ حاکم وابنِ حبان وعقیلی وغیرہم کی عادت ہے کہ ایک سندِ خاص کے راوی سے حدیث پر بطلان کا حکم لگادیتے ہیں اور حدیث کا متن اور طریق سے معروف ہوا کرتا ہے اور سندِ مخصوص کے باعث راوی پر جرح کرتے ہیں!

فیعثر ابن الجوزی بذلك ویحکم علی المتن بالوضع مطلقاً ویوردہ فی الموضوعات

یعنی بوجہ مذکور ابن الجوزی دھوکہ میں آکر اُس حدیث کو موضوعات سے شمار کردیتا ہے۔

ولیس هذا بلائق وقد عاب علیه الناس ذلك اخرهم الحافظ ابن الحجر۔

لوگوں نے ابن الجوزی پر اس بات کا الزام لگایا ہے مثلاً حدیث صحیح من اراد الله به خیر ایفقهه فی الدین کو حاکم نے باسناد مظلم عن الحجاج بن یوسف قال سمعت سمرہ بن جندب رفعه من اراد الله به خیر یفقهه فی الدین۔ باطل ٹھہرایا ہے مع آنکہ یہی متن دوسرے طُرق سے صحیح ہے ایسی احادیث کو موضوعات میں ذکر نہ کرنا چاہیے بلکہ کتب جرح والتعدیل میں جس راوی کی جرح منظور ہو اُس کے ترجمہ میں مذکور ہونے کا اِستحقاق رکھتی ہیں۔

اور نیز علامہ سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں تحقیق حدیث قراء آیة الکرسی وبر کل صلوٰة مکتوبة لم یمنعه من دخول الجنة الا ان یموت کے متعلق لکھتے ہیں!

فقلت من خط السیف احمد ابن المجد الحافظ قال صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات۔ الخ

یعنی ابن الجوزی واقعی موضوع کو اپنی کتاب میں موضوعات سے شمار کرنے کی وجہ سے صواب پر ہے اور واقعی صحیح کو بوجہ کلام الناس فی رواتہ موضوعات میں درج کرنے کے باعث خطا پر ہے مثلاً ابی امامہ والی حدیث کہ آیت الکرسی کے بعد نماز پڑھے جانے کے متعلق بوجہ اس کے کہ راوی اُس کا محمد بن حمیر ہے اور یعقوب بن سفیان نے اُس کے بارہ میں کہا ہے کہ لیس بالقوی ابن الجوزی نے موضوعات میں ذکر کردی ہے حالانکہ محمد بن حمیر سے بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور احمد وابن معین نے اُس کی توثیق کی ہے اِنتہیٰ۔

ایک حدیث پر مختلف حکم

پھر علامہ سیوطی لآلی مصنوعہ میں لکھتے ہیں کہ حفاظ نے ابن الجوزی پر یہ عیب لگایا کہ ایک ہی حدیث کو موضوعات میں ذکر کرتا ہے اور پھر اُسی کو عِلل میں لاتا ہے حالانکہ عِلل میں صرف انہی واہیہ احادیث کے مذکور ہونے کا استحقاق ہے جن پر موضوع ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا ہے گویا تناقض ہوا مثلاً حدیث لولکم ورودا علی الحوض اولکم اسلاما علی ابن ابی طالب کو عِلل میں لایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا متن مصنف کے نزدیک

موضوع نہیں پھر تعجب ہے کہ اسی کو موضوعات میں ذکر کرتا ہے۔

لآلی مصنوعہ سے اور سُنیئے۔

ذکر ابن الجوزی حدیث

ان طالت بك مدة او شك ان تری قوم یغدون فی سخط الله ویر حون فی لعنته فی ایدیهم مثل اذناب البقر۔

پھر حسبِ عادت جرح وقدح کرتے ہیں اور علامہ سیوطی حلف اُٹھا کر فرماتے ہیں کہ لا والله ما هو بباطل بل صحیح فی نهایة الصحة اخرجه مسلم فی صحیح۔

یعنی بخدائے عز وجل کہ یہ حدیث صحیح مسلم نے اِس کو اپنی صحیح میں اخراج کیا ہے۔

اِس بحث کے خاتمہ پر لکھتے ہیں کہ وهذا من عجائبه یعنی صحیح حدیث کو جسے مسلم نے روایت کیا ہے ابن الجوزی کا موضوعات میں لانا منجملہ عجائب ابن الجوزی کے ہے انتہی۔ اور نیز حدیث صحیح اذا اتاکم کریم قوم فاکرموه کو ابن الجوزی مرُدود ٹھہراتے ہیں حالانکہ دس صحابہ سے اکثر نے اس کو روایت کیا جو بقولے متواتر کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے اور اس حدیث کو ابن خزیمہ وطبرانی وبیہقی نے شعب میں جریر کی حدیث سے اور حاکم نے مستدرک میں جابر بن عبداللہ سے اور ترمذی نے نوادر الاصول میں عبداللہ ابن عمر سے اخراج کیا ہے اور طبرانی نے اس کو حدیث ابن عباس وعبداللہ بن حمزہ ومعاذ بن جبل سے اور بزار نے حدیث ابی ہریرہ سے اور ابنِ عدی نے حدیث ابی قتادہ سے اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حدیث انس وعدی ابن حاتم وجابر بجلی سے اخراج کیا ہے اور دلابی نے کُنیٰ میں اور ابن عساکر نے حدیث ابی راشد سے اخراج کیا ہے انتہیٰ۔

ابن الجوزی کے ایسے عجائب پر اس مقام میں علامہ سیوطی کہتے ہیں!

قلت بل واعجباً من المؤلف کیف یحتم علی رد الاحادیث الثابته الخ

اور نیز علامہ سیوطی امکنتہ البدیعات کے صدر میں ابن جوزی کے تساہل کا کثیر ذکر کرتے ہیں، یعنی وہ احادیث حسان وصحاح بلکہ مسلم کی صحیح حدیث کو موضوعات میں لایا ہے شیخ الاسلام ابن حجر ابن الجوزی اور حاکم کی کتابوں کو بوجہ اسی تساہل کے غیر نافع قرار دیتے ہیں۔

تین سو حدیثیں

مستدرک حاکم کا اِختصار حافظ ذہبی نے کیا ہے اور بعض نے مستدرک سے پوری ایک سو موضوعات کو نکالا ہے اور موضوعات ابن الجوزی کا اختصار میں (علامہ سیوطی) نے کیا ہے اور تین سو احادیث کو میں نے موضوعات ابن الجوزی سے نکالا ہے جو صحاح تھیں بہ تفصیلِ ذیل صحیح مسلم کی ایک حدیث اور صحیح بخاری کی روایت حماد ابن شاکر مسند امام احمد کی اڑتیس حدیثیں اور ابوداؤد کی نو حدیثیں اور ترمذی کی تیس، نسائی کی دس اور ابن ماجہ کی تیس اور مستدرک حاکم کی ایک سو تیس حدیثیں اور باقی کتابوں سے۔

نفع نہیں ضرر ہے

علامہ سیوطی تدریب الراوی میں کتاب الموضوعات کے بارہ میں لکھتے فرماتے ہیں کہ ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات کا ضرر برعکس ہے ضررِ مستدرک حاکم سے، یعنی اِس سے غیر موضوع کو موضوع قرار دیا جائے گا اور مستدرک حاکم سے غیر صحیح کو صحیح لہٰذا ان دو کتابوں سے بغیر ماہرِ فن کے دوسرے کو نفع نہیں بلکہ ضرر ہے۔ (محرر سطور کہتا ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے حدیث صحیح مدینۃ العلوم کو باتباع ابن الجوزی موضوع کہہ دیا ہے)

علامہ سیوطی نے اپنے اختصار کے متعلق ایک نظم لکھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کن کن صحاح کو ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات سے نکالا گیا ہے **وھو ھذا**

کتاب الاباطیل للمرتضیٰ
ابی الفرج الحافظ المقتدیٰ
تضمن مالیس من شرطہ
لذی البصر الناقد المھتدی
فیہ حدیث رویٰ مسلم
وفوق الثلثین عن احمد
وفرد رواہ البخاری فی

روانہ حماد والمسند
وعند سلیمان قل اربع
وبضع وعشرون فی الترمذی
والنسائی واحد وابن ما
جه ست عشرة ان تعدد
وعند البخاری لا فی الصحیح
وللدارمی الحبر فی المسند
وعند ابن حبان والحاکم
الا مام ولمیذه الجهبذ
وتعلیق اسناد هم اربعون
وخذ مثلها واستد وانقد
وقد بان ذلك مجموعه
واوضحته لك کے تهتدی
وثم بقا یا المستدرك
فما جمع العلم فی مفرد

محمد طاہر گجراتی تذکرۃ الموضوعات کے صدر میں لکھتے ہیں!

وظنی ان امامهم کتاب ابن الجوزی ونحوه ولعمری انه قد افرط فی الحکم بالوضع حتیٰ تعقبه العلماء من افاضل الکاملین فهو ضرر عظیم علی القاصرین المتکلاسلین۔

پنجاب کے وہابی

یعنی ابن الجوزی کی کتاب اہلِ قصور وتکاسل کے لئے نہایت مضر ہے البتہ ماہرِ فنِ حدیث مثل علامہ سیوطی ابن صلاح وابن حجر وغیرہم بوجہ اپنی مہارت کے اِس ضرر عظیم سے بچ سکتے

ہیں اِس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ فنِ حدیث میں اہلِ قصور وتکاسل ہے ورنہ اس کو ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات سے مثل قاصرین ومتکاسلین دھوکہ نہ لگتا پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ پنجاب کے وہابی ابن تیمیہ کی مہارت فی فن الحدیث پر کیوں اِتراتے ہیں اور نازاں ہوتے ہیں، ابن الجوزی اور ابنِ تیمیہ کو مقبولانِ خدا کی تحقیر نے اِس خبط تک پہنچایا ہے۔

موضوع نہیں ضعیف ہے

علّامہ زرقانی نے شرح مواہب میں در ذکرِ حدیث احیاء ابوین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابن الجوزی پر رد کیا ہے کہ اُس نے اِس حدیث کو موضوعات سے لکھا ہے حالانکہ ائمہ وحفاظِ حدیث اُس نے اِس حدیث کو موضوعات سے لکھا ہے حالانکہ ائمہ وحفاظِ حدیث اس کو موضوع نہیں کہتے غایۃ مافی الباب ضعیف لکھتے ہیں!

دراسات اللبیب میں ہے!

ولیس الجرح من کل جارح بما یعتنیٰ به کجرح ابن الجوزی ورمیه الحسان بل بعض الصحاح من الاحادیث بالوضع

اسی طرح علامہ محمد بن اسمٰعیل الامیر الصنعانی اور قاضی شوکانی فوائد مجموعہ کے صدر اور نیل الاوطار میں اور مولوی احسن الزمان القول المستحسن اور مولوی صدیق حسن خاں اتحاف النبلاء میں لکھتے ہیں۔

دلیل کے ساتھ

اب ہم اُن محققین اعلام اہلِ سُنّت کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے ابن الجوزی کے اس حکم کو کہ حدیث مدینۃ العلم موضوعات میں سے ہے مدلّل طور پر باطل کیا ہے۔

(۱) حافظ صلاح الدین۔

(۲) بدر الدین زرکشی۔

(۳) مجد الدین فیروز آبادی

(۴) شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی۔

(۵) علامہ شمس الدین سخاوی۔

(۶) علامہ جلال الدین سیوطی متعدد تصانیف ہیں۔

(۷) علامہ نُورالدین سمہودی

(۸) علامہ ابن عراق

(۹) علامہ ابن حجر مکی

(۱۰) علی ابن حسام الدین متقی

(۱۱) محمد طاہر فتنی

(۱۲) ملا علی قاری۔

(۱۳) علامہ مناوی۔

(۱۴) علامہ زرقانی

(۱۵) مرزا محمد بدخشانی

(۱۶) محمد صدر عالم

(۱۷) محمد بن اسمٰعیل الامیر الصنعانی

(۱۸) صبان مصری

(۱۹) قاضی ثناءاللہ پانی پتی

(۲۰) قاضی شوکانی

(۲۱) مرزا حسن علی محدث

(۲۲) ولی اللہ لکھنوی

(۲۳) مولوی احسن الزمان علی ابن سلیمان الدمنتی

ابن تیمیہ کا حدیث مدینۃ العلم پر دُوسرا اعتراض

والکذب یعرف من نفس متنه فان النبی صلی الله علیه وآلهٖ وسلم اذا کان مدینة العلم ولم یکن له الا باب واحد لم یبلغ عنه العلم الا واحد فسد امر الا سلام ولهذا اتفق المسلمون علی انه لایجوز ان یکون المبلغ عنه العلم الا واحد ابل یجب ان یکون المبلغون اهل التواتر الذین یحصل العلم بخبرهم للغائب وخبر الواحد لایفید العلم الا بقرائن وتلك قد تکون منتفیة او خفیة عن اکثر الناس فلا یحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواترة واذا قالوا ذلك الواحد معصوم یحصل العلم بخبره قیل لهم فلا بدمن العلم بعصمته اولا وعصمته لایثبت بمجرد خبره قبل ان تعلم عصمته فانه دورولا تبثت بالاجماع فاد،لا اجماع فها وعند الامامیة انما یکون الا جماع حجة لان فیهم الامام المعصوم فیعود الا مر الیٰ اثبات عصمته بمجرددعواه فعلم ان عصمته لو کانت حقاً لا بدان تعلم بطریق آخر عیر خبره فلم لم یکن لمدینة العلم باب الا هو لم یثبت لا عصمته ولا غیر ذلك من امور الدین فعلم ان هذا الحدیث انما افتراه زندیق جاهل ظنه مدحاً وهو یطرق الزنادقة الی القدح فی دین الا سلام اذلم یبلغه الا واحد ۔ثم ان هذا خلاف المعلوم بالتواتر فان جمیع مدائن الاسلام بلغهم العلم عن الرسول من غیر علی اما اهل

المدينة ومكة فامر فيها ظاهر و كذالك الشام ولا بصرة فان هولآء لم يكونوا يروون عن علي الاشياء قليلاً وانما كان غالب علمه في الكوفة ومع هذا فاهل الكوفة كانوا تعلموا القرآن والسنة قبل ان يتولىٰ عثمان فضلا عن علي وفقهاء اهل المدينة تعلموا الدين في خلافة عمر وتعليم معاذ بن جبل لاهل اليمن ومقامه فيهم اكثر من علي ولهذا روي اهل اليمن عن معاذ بن جبل اكثر مما رووا عن علي وشريح وغيره من اكابر التابعين انما تفقهوا على معاز بن جبل ولما قدم علي الكوفة كان شريح فيها قاضيا وهو وعبيدة السلماني تفقها على غيره فانتشر علم الاسلام في المدائن قبل ان يقدم علي الكوفة ۔ انتهى (منهاج السنه لابن تيميه)

واجب سمجھا گیا

ترجمہ ! نفسِ مضمون حدیث (انا مدینۃ العلم وعلی بابھا) ہی اس پر شاہد ہے کہ یہ حدیث وضعی وبناوٹی ہے کیونکہ اِس کے مطابق (مدینۃ العلم) علم کا دروازہ صرف ایک ہی (علی) ہوا، حالانکہ باتفاقِ مسلمین ضروری اور واجب سمجھا گیا ہے کہ ایک ہی شخص تبلیغِ علم میں ذریعہ ہونا جائز نہیں بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کے پہنچانے والے لوگ اِس قدر بکثرت ہونے چاہئیں کہ غائبین کو ان کے اخبار سے یقین پیدا ہو جو ایک غیر معصوم شخص کی خبر سے بغیر قرائن کے حاصل نہیں ہو سکتا اور قرائن وعلامات کا وجود کبھی سرے سے ہوتا ہی نہیں اور کبھی مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے تو ذریعہ حصولِ علم کے صرف ایک ہونے کی صورت میں چاہیے تھا کہ دینِ اسلام مسدُود اور بند ہی رہتا حالانکہ اِسلامی شہروں میں اسلام بغیر علی کے پہنچ گیا تھا۔

اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ کو تو ظاہر ہے کہ بلا واسطہ علی کے پہنچا اور شامی اور بصری لوگوں کو بھی بلا وساطت علی پہنچا ہے چنانچہ اِس پر اُن کا بکثرت غیرِ علی سے روایت کرنا شاہد ہے البتہ کوفیوں کو

آپ سے علم پہنچا ہے مگر یہ نہیں کہ اُن کو بھی صرف آپ ہی سے پہنچا ہو کیونکہ وہ لوگ قبل از عہدِ مرتضوی بلکہ عہدِ عثمانی ہی میں قرآن اور سُنّت کی تعلیم پا چکے تھے اور اہلِ مدینہ سے فقہاء لوگ عہدِ فاروقی میں دین کو حاصل کر چکے تھے اور اہلِ یمن کو معاذ بن جبل کی تعلیم اور اقامت، علی سے بڑھ کر ہوئی ہے اس لئے اُن کی روایت نسبتاً بکثرت معاذ سے ہے، اکابر تابعین میں سے قاضی شریح وغیرہ نے تعلیم معاذ بن جبل ہی سے پائی ہے اور جب علی علیہ السلام کوفہ میں آئے ہیں تو شریح قاضی تھا۔ شریح اور عبیدہ سلمانی نے غیر علی سے فقاہت حاصل کی تھی۔

علم پھیل گیا تھا

معلوم ہوا کہ اسلام کا علم شہروں میں قبل اِس کے کہ علی کوفہ میں پہنچے ہیں پھیل گیا تھا اور اگر کہا جائے کہ ایک شخص کے معصوم و محفوظ از خطا ہونے کی صورت میں غائب کو یقین حاصل ہو سکتا ہے مثل نبی کے اور امامیہ کے ہاں علی بھی معصوم ہیں، لہٰذا مضمونِ حدیث میں کوئی فساد نہیں تو جواباً ہم کہتے ہیں کہ علی کی عصمت کیا اِسی خبر سے ثابت ٹھہرے گی یا اجماع سے پہلی صورت بوجہ لزوم دور باطل ہے یعنی حدیثِ مدینۃ العلم کا مفاد (علی کا واسطہ اور ذریعہ ہونا تبلیغ اسلام میں) موقوف ٹھہرا عصمتِ علی کے ثبوت پر اور ثبوتِ عصمت موقوف ہوا اِسی خبر اور حدیث پر جس کو بباعث لزوم تقدم الشی علیٰ نفسہٖ باطل مانا گیا ہے رہی دوسری صورت سو وہ بھی اِس لئے مفید نہیں ہو سکتی کہ عصمتِ علی پر فی الواقع اجماع نہیں اور مزید برآں اِمامیہ کے ہاں چونکہ اجماع بھی بغیر از معصوم منعقد نہیں ہو سکتا لہٰذا انعدامِ اجماع مدلل ٹھہرا۔

جوابِ لاجواب

(۱) ابن تیمیہ کی یہی دلیل معاذ اللہ اِنکار نبوت پر بھی قائم ہو سکتی ہے مثلاً کہا جا سکتا ہے کہ خداوندِ عالم چونکہ علیم ہے اور اس کے لئے علم شرائع و احکام ثابت اس علم کو ہر زمانہ میں ایک شخص اِس طریق پر نہیں پہنچا سکتا کہ لوگوں کو علمِ یقینی حاصل ہو لہٰذا ہر زمانہ میں متعدد انبیاء کا ہونا ضروری ہے ورنہ چاہیے کہ دین الٰہی مسدود اور بند رہے لہٰذا معاذ اللہ کیلئے نبی کی نبوت باطل ہے۔

(۲) ابنِ تیمیہ کا یہ قول کہ ذریعۂ علم کا بحدِ تواتر کثیر ہونا اور عدم جواز تو حد یعنی ذریعۂ علم کا

ایک ہونا جائز نہیں سراسر باطل ہے سارے اہلِ سُنّت و جماعت باستثناء چند غیر معتبرین کے خبرِ واحد یعنی ایک شخص کی خبر کو واجب العمل جانتے ہیں اور علماء اصول اس دعوے پر آیات و احادیث ذکر کرتے ہیں اور اِنہی دلائل کے سیاق میں لکھتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اطراف و شہروں میں دین اسلام کی اشاعت کے لئے ایک ایک آدمی کا بھیجنا کافی سمجھا ہے کسی طرف اشخاص کثیرہ جن کی کثرت تواتر تک پہنچے نہیں بھیجے اور علماء اُصول اِس مقام میں اجماعِ صحابہ کو جو ہمیشہ خبرِ واحد کو قبول فرماتے رہے اور اُن سے جس نے بھی کہا کہ میں نے ایسا سُنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وہ تسلیم کرتے تھے، حجت سمجھتے ہیں آیاتِ قرآنیہ و احادیث مندرجہ ذیل بھی اِسی اُصول کے حق میں دلیل ہیں۔

پہلی آیت

قال اللہ تعالیٰ!

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ

اور جس وقت لیا اللہ نے عہد اہلِ کتاب سے البتہ بیان کرو گے تم اُس کو واسطے لوگوں کے۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۸۷)

اگر ہر ایک شخص کی خبر حجت نہ ہوتی تو بیان علم کے ساتھ مامور کیوں ہوتا۔

دوسری آیت۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ (توبہ آیت ۱۲۲) یعنی چاہیے کہ ہر قوم میں سے بعض لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں رہ کر علم دین سیکھیں اور پچھلوں کو جا کر سکھا دیں۔

ایک پر بھی بولا جاتا ہے

اِس آیت کے متن کے سلسلہ میں سوال کیا جا سکتا ہے کہ طائفہ چونکہ جماعت کا نام ہے بدلیل لحوق تاطعوا پھر یہ آیت خبر واحد یعنی ایک شخص کی خبر کے واجب العمل ہونے پر کیسے دلیل ہو سکتی ہے۔

دوسری آیت

اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ لفظ طائفہ بنابر اصح ایک پر بھی بولا جاتا ہے اور زیادہ پر بھی بدلیل قولہ تعالیٰ!

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ النور آیت ۲)

مراد طائفہ سے یہاں عام ہے ایک مومن ہو یا زیادہ کما قال قتادہ اور نیز سبب نزول وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا (حجرات آیت ۹) میں منقول ہے کہ یہ دو انصاری تھے جن میں سے ایک ہی نے آپ کے پاس مرافعہ کیا تھا۔

پھر یہ سوال بھی کیا جاسکتا ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ رجوع کرنے والا پسماندگان کی طرف بعد تعلم علم مامور بالانذار ہے بدلیل قولہ تعالیٰ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (سورۃ توبہ آیت ۱۲۲)

مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سامع مامور بالقبول بھی ہو چنانچہ درصورت ایک شاہد کے کہ باداء شہادت مامور ہے مع ہذا قبولِ شہادت تاوقتیکہ نصابِ شہادت تمام نہ ہو اور عدالت کا اظہارِ تزکیہ سے نہ کیا جائے واجب نہیں۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ وجوبِ انذار مستلزم ہے وجوب قبول سامع کو وجہ استلزام یہ ہے کہ ترجّی بمعنی حقیقی خدا تعالیٰ کی جانب سے محال ہے لہٰذا لعلّ سے لازم ترجّی مراد ہوگا یعنی طلبِ حذر اور طلبِ حذرِ مقتضیٰ ہے وجوبِ حذر کے لئے وجوبِ انذار اور وجوبِ قبولِ سامع کے بغیر متحقق نہیں ہوسکتا۔ رہی ایک شاہد کی شہادت، سو یہ بوجہ اِس کے کہ مدّعی کے لئے مفید نہیں بلکہ بعض اوقات مضر پڑتی ہے جیسا کہ شہادتِ زنا قبل از تمام نصابِ شہادت کہ اِس صورت میں شاہدِ واحد کو قذف لگائی جائے گی واجب الاعادہ نہیں۔

تیسری آیت:

فَسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النحل آیت ۴۳) یعنی درصورتِ بے علمی سوال از اہلِ علم واجب ہے اور سوال کا وجوبِ بغیر از وجوب قبول کوئی معنی نہیں رکھتا۔

چوتھی آیت:۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ

(سورۃ النساء آیت ۱۳۵)

اس آیت میں قیام بانصاف اور شہادت للّٰہی کا ارشاد ہے پس اخبار عن الرسول (جیسا کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یاسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یاسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیام بالقسط اور شہادت للھی ہے جس کا وجوب بجز اس کے کہ قبول اِس کا بھی واجب ہو معنی ندارد ورنہ شہادت کا واجب ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جائیں گے جو ظاہر البطلان ہے۔

پانچویں آیت:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى

(سورۃ البقرہ آیت ۱۵۹)

اس آیت میں کتمان ہدیٰ پر وعید بیان فرما گیا ہے جس سے اظہارِ دین کا وجوب (جیسا کہ اُوپر گزرا) پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ وجوبِ اظہار و تبلیغ بغیر وجوب قبول متحقق نہیں۔

چھٹی آیت:۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا

(سورۃ الحجرات آیت ۶)

یہاں فاسق کی خبرِ واحد کو بھی سرے سے مردود و نامقبول نہیں سمجھا گیا بلکہ اِس پر تحقیق کا ارشاد فرمایا گیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ خبر واحد بھی بالکل باطل نہیں کیونکہ درصورت علّت ہونے وصف لازم کے، وصف عارض کو علّت بنانا قبیح ہوتا ہے اور متکلّم کی سفاہت کا کافی ثبوت مثلاً اگر کوئی کہے مردہ بوجہ قلم دوات نہ ہونے کے نہیں لکھتا تو سامع کو قبیح معلوم ہوگا کیونکہ اِنعدام کتابت کی علّت اور اصلی و کافی سبب جب موت ہے تو پھر اِنعدامِ دوات و قلم کو علّت بنانا ناجائز ہے۔

احادیث

(۱) بریرہ کی خبر ہدیہ کے بارہ میں حضور علیہ السلام نے قبول فرمائی حالانکہ وہ ایک خادمہ عورت تھی۔

حضرت سلمان فارسی

(۲) ایسا ہی سلمان کی خبر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر ایک کی خبر قبول فرمائی تھی۔ سلمان رضی اللہ عنہ قبل از حصولِ شرفِ اسلام اُس قوم سے تھے جو ابلق گھوڑوں کی پرستش کرتے تھے۔ پھر اس دین سے ناخوش ہو کر کئی ادیان کی طرف منتقل ہوتے رہتے تھے کسی صومعہ نشین نے اُن سے کہا شائد تو دینِ حنیفی کی تلاش میں ہے اب اُس کا وقت قریب آ گیا ہے تو یثرب (مدینہ) کو چلا جا، نبی مبعوث ہدیہ یعنی پیش کش کھالے گا اور خیرات نہ کھائے گا اور اس کے دوشانوں کے مابین مہرِ نبوت ہوگی، یہ سُن کر آپ مدینہ کو چل دیئے۔

راستہ میں کسی عرب نے اُن کو گرفتار کر کے مدینہ کے یہودی پر بیچ ڈالا وہاں اپنے آقا کے باغ میں مشقت کیا کرتے تھے تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے۔

حضرت سلمان سنتے ہی ایک طبق خُرما لے کر حضور میں حاضر ہوئے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! کیا ہے؟

در جواب عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اصحاب کو فرمایا تم لوگ کھاؤ۔

اور آپ نے تناول نہ فرمایا۔

سلمان نے دل میں کہا یہ ایک علامت ہے منجملہ علاماتِ نبوت کے، پھر دوسرے دن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خُرما لائے۔

اور آپ مسلمان ہو گئے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کیا ہے اے سلمان! جواباً عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے،

پھر آپ نے بھی تناول فرمایا اور اصحاب کو بھی شامل کیا۔ اس پر سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل میں کہا کہ یہ دوسری علامت ہے نبوت کی۔

پھر حضرت سلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے کی طرف ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کا مطلب سمجھ لیا لہٰذا اپنی چادر مبارک اپنے شانہائے مبارک سے علیحدہ کر دی اور سلمان رضی اللہ عنہ نے خاتمِ نبوت کو دیکھ لیا اور مشرّف با اسلام ہوئے۔

واحد کی خبر

اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے خبرِ واحد یعنی سلمان کی خبر در بارہ صدقہ و ہدیہ اگرچہ وہ عبد تھا (غلام تھا) قبول فرمالی۔

(۳) آپ نے اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خبر بھی در بابِ ہدایا قبول فرمالی تھی۔

(۴) بادشاہوں کے تحائف و ہدایا اُن کے فرستادوں کے ہاتھ آپ قبول فرما لیتے تھے اور ایسا ہی اُن کا قول بھی مقبول ہوتا تھا۔

(۵) غلام کو اس قول میں کہ میں ماذون ہوں، سچا سمجھتے تھے۔

(۶) ایک اعرابی کی شہادت رؤیت ہلال کے متعلق منظور فرمائی جس نے بیان کیا تھا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔

(۷) ولید بن عقبہ کی خبر کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحیح مانا اور بوجہ یہ خبر دینے کے کہ وہ لوگ مُرتد ہو گئے ہیں اُن پر چڑھائی کی تیاری کی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قولہ تعالیٰ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ۔ (سورۃ الحجرات آیت ۶)

(۸) اور آپ جاسوسوں اور عریفوں کی خبریں جن کو دشمن ملک میں بھیجا جاتا تھا قبول فرما لیتے تھے۔

(۹) آپ نے افراد یعنی اکیلے کو تعلیمِ احکام کے لئے اطراف میں بھیجا۔ کہیں یہ امر ثابت نہیں کہ اتنے کثیر التعداد لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارسال فرماتے تھے جن کا عدد تواتر تک پہنچے۔

علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا، بعد ازاں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یمن میں تعلیمِ احکام کے لئے روانہ فرمایا اور دحیہ کلبی کو خط دے کر قیصر اور ہرقل کی طرف روم میں اور عتاب بن اسید کو مکہ کا امیر بنا کر تعلیمِ احکام کے لئے اور عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ کسریٰ کی طرف اور عمرو بن امیہ ضمیری حبشہ کو اور عثمان بن ابی العاص کو طائف کی طرف اور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس صاحب اسکندریہ کے پاس اور شجاع بن وہب اسدی کو حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف دمشق اور سلیط بن عمرو مری کو ہودہ بن خلیفہ کے پاس یمامہ میں اور عثمان بن عفان کو اہلِ مکہ کے پاس حُدیبیہ میں اور عمر کو صدقات پر والی بنایا اور ایسا ہی قیس بن عاصم و مالک بن نویرہ اور زبرقان بن بدر وزید بن حارثہ اور عمرو بن العاص و عمرو بن حزم و اسامہ بن زید و عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوعبیدہ بن الجراح وغیرہم کو مبعوث فرمایا۔ جن کا ذکر مُوجبِ طوالت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اگر یہ لوگ مع کثیر التعداد رُفقاء کے بھیجے جاتے تو دارِ ہجرت یعنی مدینہ منورہ اصحابِ کرام سے خالی ہو جاتا اور باتفاق اہلِ سیر ثابت ہے کہ مبعوث الیہم ان کا قول قبول کرتے تھے اس سے ظاہر ہوا کہ خبرِ واحد مُوجب للعمل ہے مثل متواتر کے۔

صحابہ کے عمل سے دلیل

ایسا ہی صحابہ کرام نے بھی (رضی اللہ عنہم) اخبار احاد کے ساتھ اپنے واقعات میں عمل کیا ہے جس کی وجہ سے قبول خبر واحد کا مسئلہ اجماعی مانا گیا ہے۔

(۱) یوم السقیفہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت الائمہ من قریش بغیر کسی انکار کے مقبول ٹھہری۔

(۲) ایسا ہی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول ذیل کی طرف سب نے رجوع کیا الانبیاء یدفنون حیث یموتون۔

(۳) ایسا ہی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نحن معاشر الانبیاء لا نورث وما ترکناہ صدقہ مسلّم ٹھہری۔

(۴) ایسا ہی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رجوع توریثِ جدہ کے مسئلہ میں مغیرہ اور محمد بن مسلمہ کے اِس حدیث کو روایت کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جدہ کو سُدس دیا

یعنی دادی کو بعض حالات میں چھٹا حصہ پوتے کی وراثت میں ملتا ہے۔

(۵) ایسا ہی حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبری ذیل کو سُن کر اپنے حکم کا نقض کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلہ کے برخلاف صدیقی حکم ہوا ہے۔

(۶) ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رجوع تفصیل اصابع سے **بقول عمرو بن حزم ان فی کل اصبغ عشرہ** تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُنگلیوں کی دیت میں یکساں حکم نہیں فرماتے تھے بلکہ بالتفصیل خِنصر کے لئے چھ اونٹ اور بنصر کے لئے ۹ اور وسطیٰ و سبابہ کے لئے دس دس اور ابہام میں پندرہ۔

(۷) ایسے ہی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے عورت کو اپنے شوہر کی دیت سے محروم الارث سمجھتے تھے بعد ازاں ضحاک بن مزاحم کی روایتِ ذیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ضحاک کی جانب حکم نامہ بھیجا کہ اثیم خبابی کی عورت کو اپنے شوہر کی دیت سے وارث کرے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا طریقہ بدل دیا۔

(۸) ایسا ہی مجوس سے جزیہ لینے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتِ ذیل پر عمل کیا تھا کہ **سنوا بھم سنة اھل الکتاب**۔ یعنی مجوس سے اہلِ کتاب کی طرح معاملہ رکھو۔

حضرت عمر نے قبول فرمایا

(۹) ایسا ہی حمل بن مالک کی روایت کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول کیا جو اُس نے کہا!

کنت بین جایتین لی یعنی ضرتین فضربت احداھما الاخریٰ بمسطح فالقت جنینا میتا فقضیٰ فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بغرة۔

یعنی میری دو عورتیں تھیں ایک نے دوسری کو لکڑی سے مارا جس کی وجہ سے اُس کا مرا ہوا بچہ پیدا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس میں یہ فیصلہ فرمایا کہ یہ غفلت یا بے خبری کی وجہ سے

ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر ہم یہ روایت نہ سُنتے تو اپنی رائے سے حکم کرتے۔

حضرت عثمان غنی قبول کرتے ہیں

(۱۰) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریعہ بنتِ مالک کی اِس روایت کو قبول کیا جو اُس نے کہا!

جئت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استاء ذنہ بعد وفاۃ زوجی فی موضع العدۃ فقال امکثی حتی ینقضی عدتك ولم ینکر الخروج للاستفتاء فی ان المتوفی عنها زوجها تعتد فی منزل الزوج ولا تخرج لیلاً ولا نهاراً اذا وجدت من یقوم بامرها۔

(۱۱) علی رضی اللہ عنہ نے مذی کے بارہ میں مقداد رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل فرمایا کہ فقط وضو لازم ہے غسل نہیں۔

(۱۲) مسئلہ وجوب الغسل بالتقاء الختانین میں جمہور نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خبر کو واجب العمل سمجھا۔

(۱۳) عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ربوا کے مسئلہ میں ابوسعید الخدری کی خبر پر عمل کیا پہلے آپ نقد میں ربوا نہیں کہتے تھے بغیر نسیہ کے پھر بوجہ خبر ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقد میں بھی ربوا کے قائل بجواز ہوئے۔

(۱۵) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابوعبیدہ اور ابوطلحہ اور ابی بن کعب کو شراب پلایا کرتا تھا ناگاہ ہم کو ایک شخص نے آ کر کہا کہ شراب حرام ہوگئی ہے اس پر ابوطلحہ نے مجھے (انس) کہا کہ اے انس شراب کے برتن کو توڑ دو۔

(۱۶) اہلِ قبا بیت المقدس کی طرف نماز میں کھڑے تھے کہ ایک شخص نے خبر دی کہ کعبہ کو قبلہ ٹھہرایا گیا ہے، پھر اُس خبر کے مطابق عمل کیا۔

(۱۷) عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

(کنا نخابر اربعین سنة ولا نریٰ به باساً حتیٰ روی لنا رافع

بن خدیج ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نھیٰ عن المخابرۃ فانتھینا۔

یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے دعویٰ یہ تھا کہ خبر واحد حجت ہے اس پر اخبار مذکورہ بالا، دلائل اور حج ٹھہرائے گئے حالانکہ ایسی اخبار مذکورہ کا بوجہ اخبار احاد ہونے کے مقبول یا حجت ہونا ثبوت کو نہیں پہنچا لہٰذا استدلال باخبارِ مذکورہ مستلزم دور ہوا اور یہ باطل ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ اخبار مذکورہ گو بوجہ روایت باللفظ ہونے کے اخبار احاد ہیں مگر بلحاظ معنی متواتر ہیں جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور حاتم کی سخا پس خبرِ واحد کا حجت ہونا اُن اخبار پر موقوف ہوا جو بلحاظ معنی متواتر ہیں۔

اعتراض اور جواب

پھر ایک سوال بھی بطریقِ معارضہ کیا جا سکتا ہے کہ جیسے تاریخی واقعات خبرِ واحد کا مردود ہونا بھی بعض اخبار سے ثابت ہے چنانچہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میراثِ جدہ میں مغیرہ کی خبر کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھا تاوقتیکہ محمد بن مسلمہ نے اُس کی تائید نہیں کی۔ ایسا ہی عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بن قیس کی خبر کو قبول نہیں کیا اور عائشہ نے عبداللہ بن عمرؓ کی اُس خبر کو کہ (ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ) منظور نہیں فرمایا اور علی رضی اللہ عنہ نے معقل بن سنان اشجعی کی بروع بنت واشق والے قصہ کے متعلق ردّ کر دی تھی۔ اِن اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ اِن صورتوں میں عدم قبول وجود معارض یا فوات شرط کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ فی ذاتہا اخبارِ احاد حجت نہیں چنانچہ بعض ظواہر کتاب اللہ اور بعض انواعِ قیاس اور بعض شہادات کو قاضی کا رد کرنا اس وجہ سے نہیں کہ ظاہر قرآن کریم اور قیاس اور شہادت مطلقاً حجت نہیں ہو سکتے بلکہ یہ انکار اسبابِ عارضی کی وجہ سے ہے

خبر واحد کے مقبول ہونے پر اجماع

باجماع اُمت معاملات میں مثل ھذہ الجاریۃ اھدی الیہ فلان وان فلانا وکلنی بیع ھذہ الجاریۃ او ببیع ھذاا لشی۔ خبرِ واحد مقبول ہوتی ہے بعض معاملات میں کبھی حق اللہ بھی خبرِ واحد پر مترتب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ طہارت یا پانی کی نجاست کے متعلق ایک شخص نے خبر دی ۔ الحاصل اگر خبرِ واحد بوجہ شبہ واِحتمال قابلِ اعتبار نہ ٹھہرائی جائے تو بہت احکام معطّل رہ جائیں گے لہٰذا عمل میں شُبہ ملحوظ نہ ہوگا البتہ علم میں اُس کا لحاظ کیا جائے گا لہٰذا قیاس وشہادت کے طور پر عملی وُجوب کے لئے مفید ہوگی، البتہ یقین کی منتج نہیں ہوسکتی۔

خبرِ واحد کے متعلق چار مذاہب

(۱) اہلِ سُنّت کا اجماع خبرِ واحد کی قبولیت اور مُوجبِ علم ہونے پر ہے جس کو اُنہوں نے کتاب اللہ وسُنّت واجماع وقیاس سے ثابت کیا ہے، دلائل کتاب اللہ وسُنّت واجماع اوپر گذر چکے ہیں اور قیاس یہ ہے کہ خبر فی ذاتہٖ گومحتمل صدق وکذب ہوتی ہے مگر اُس کا حجّت ہونا بوصفِ صدق ہوگا جس کی ترجیح عدالت سے مُستفاد ہوگی جیسا کہ مثال کے طور پر کذب کی ترجیح درصورت فسق۔ پس وصف صدق کے رُجحان پر خبر واحد واجب العمل ہونی چاہیے ۔ البتہ اِحتمال سہو وکذب افادہٗ یقین سے گرادے جیسا کہ قیاس میں غالب رائے پر۔ اور درصورتِ شہادت حکّام کا حکم صحیح ہوگا حالانکہ بوجہ اِحتمال سہو وکذب علم یقینی نہیں ۔ اسی بناء پر کہ خبرِ واحد وجوبِ عملی کے لئے مفید ہے اخبارِ احاد صحیحہ صحاح ستہ کے واجب العمل ہونے پر اجماع ہے۔

سوال:۔

عمل چونکہ بغیر از علم بدلیل قولہ تعالیٰ

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

ترجمہ! اُس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۶)

ممکن نہیں لہٰذا خبرِ واحد پر وجوبِ عملی بھی مترتّب نہ ہوگا گو اِس آیت میں بوجہ وقوع نکرہ در حیز نفی مطلق علم کی نفی ہے یعنی اُس چیز کی اتباع مت کر جس کا علم کسی قسم کا نہ ہو اور خبرِ واحد ایک گونہ علم ہوتا ہے۔

بدلیل قولہ تعالیٰ

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ

ترجمہ! اگر تمہیں معلوم ہو کہ مومن ہیں۔

(سورۃ ممتحنہ آیت ۱۰)

مگر پھر خبرِ واحد مفیدِ ظن ٹھہری اور ظن کی اتباع حرام ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ!

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا

ترجمہ! اور ظن یقین کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا۔

(سورۃ النجم آیت ۲۸)

ابن حنبلؒ اور داؤد ظاہری

لہٰذا خبر واحد یا تو وجوبِ علمی و عملی دونو کے لئے مفید نہ مانی جائے جیسا کہ بعض الناس کا مذہب ہے یا دونو کے لئے مفید ٹھہرانی چاہیے یعنی علم یقینی خبر واحد پر مترتّب ہوتا ہے چنانچہ احمد بن حنبل اور اکثر اہلِ حدیث و داؤد ظہری کا یہی مذہب ہے فرق اتنا ہی ہے کہ احمد بن حنبل علم یقینی ضروری کے قائل ہیں اور داؤد ظاہری علمِ یقینی استدلالی کہتا ہے۔

جواب:۔

آیت ولا تقف مالیس لك به علم اور ایسا ہی دوسری آیت ان یتبعون الا الظن میں نہی اور مذمّت اتباع ظن سے اُسی صورت میں ہے جہاں علمِ یقینی کا حصول ضروری سمجھا گیا ہے یعنی اُصولِ دین میں مثلاً وحدانیت باری تعالیٰ اور اُس کی تنزیہہ کے بارے میں، نہ یہ کہ ظن کی اتباع مطلقاً منہی یا مذموم ہے جیسا کہ اُوپر ثابت کیا گیا ہے اور نیز یہاں پر اتباع ظن نہیں بلکہ سُنّتِ متواترہ اور اجماع کی اتباع ہے جو دلائل قاطعہ ہیں یعنی سُنّتِ متواترہ اور اجماع سے ثابت ہو چکا کہ خبر واحد واجب العمل ہے اِس تقریر میں خبرِ واحد کے متعلق مذاہبِ اربعہ بھی معلوم ہو گئے (۱) اہلِ سُنّت اور اکثر (۲) اہلِ حدیث اور (۳) داؤد ظاہری اور (۴) بعض الناس کا مذہب بعض الناس سے مراد وہ لوگ ہیں جو خبرِ واحد کو مطلقاً وجوبِ عملی کے لئے مفید نہیں مانتے پھر بعض اُن میں سے از روئے عقل افادہ وجوبِ عملی کا انکار کرتے ہیں مثل جبائی و روافض کے اور بعض بدلیلِ سمعی یعنی ہر دو آیت مذکورہ کی وجہ سے اُن کے استدلال کا جواب اہلِ سُنّت کی جانب سے اُوپر لکھ چکا ہوں۔

کیا مجبوری تھی

ابنِ تیمیہ نے معلوم نہیں اس مقام پر اپنا حنبلی مذہب چھوڑ کر روافض کا مذہب کون سی مجبوری اور ضرورت کے تحت اختیار کیا ہے اگر کہا جائے کہ چونکہ منہاج السنت میں رافضی کو جواب دے رہے ہیں لہٰذا ممکن ہے کہ اِلزامی جواب ہو تو گزارش ہے کہ آپ بطریق تحقیق جواب لکھ رہے ہیں نہ بطرزِ الزام۔ چنانچہ اسی جواب میں واحد کو غیر معصوم ٹھہرایا گیا ہے ورنہ یہ جواب ہی ہباءً منثوراً ہو جاتا ہے پھر تعجّب بر تعجّب اِس سے پیدا ہوتا ہے کہ خبرِ واحد کے غیر مقبول ہونے کو اجماعی لکھتے ہیں۔

اگر صرف بعض الناس کا مذہب لے کر خبرِ واحد کو نامقبول کہتے تو بھی ایک بات تھی۔ حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ ایک مردُود مذہب کو جو کتاب اللہ وسُنّت واجماع وقیاس کے برخلاف ہے اجماعی قرار دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ قبولِ خبرِ واحد ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے اثبات کے لئے اہلِ سُنّت نے مستقل رسالے اور تالیفات لکھے ہیں چنانچہ نووی شرح مسلم میں کہتے ہیں!

وقد تظاهرت دلائل النصوص الشرعية والحجج العقلية علىٰ وجوب العمل بخبر الواحد وقد قرر العلماء فی کتب الفقه ولاصول ذلك بدلائله واوضحوه اوضح ایضاح وضعف جماعات من اهل الحدیث وغیرهم مصنفات متکثرات مستقلات فی خبر الواحد ووجوب العمل به۔

اب دوسرے جملہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو ابنِ تیمیہ نے اِسی جواب میں لکھا ہے!

وخبر الواحد لایفید العلم الا بقرائن وتلك قد تکون منتفیه او خفیة عن اکثر الناس فلا یحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواتره

اگر کہا جائے کہ ابنِ تیمیہ کا مطلب عبارت متعلقہ تردید متن حدیث سے یہ نہیں کہ خبرِ واحد درجۂ قبولیت سے ساقط ہے اور وجوبِ عملی کے لئے مفید نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ علمِ یقینی خبر متواتر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس عبارت ذیل میں علم سے مراد علمِ شرعی یعنی یقینی ہے نہ

تصدیقِ منطقی یعنی مطلق اعتقاد جازم جو شامل ہے ظن کو بھی۔ قرآنِ کریم کا محاورہ ہے کہ علم بمقابلہ ظن بولا جاتا ہے

قال اللہ تعالیٰ!

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ

عبارت منہاج یہ ہے!

فلهذا اتفق المسلمون علىٰ انه لايجوز ان يكون المبلغ عنه العلم الا واحداً بل يجب ان يكون المبلغون اهل التواتر الذين يحصل العلم بخبرهم للغائب۔

چنانچہ بعد اس کے!

فلا يحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواترة

ساری بحث پر غور کریں

میں تخصیص قرآن وسُننِ متواترہ اِرادہ مذکُورہ پر کافی شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن وسُننِ متواترہ کا علم خبرِ واحد سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ ان کے لئے بکثرت مبلغین چاہئیں لہٰذا صرف ایک ہی علی کرم اللہ وجہہ کا علم رسول کے لئے مبلغ ٹھہرانا ایسا امر ہے جس سے کارخانۂ اسلام بالکلیۃ فاسد ہوجاتا ہے پس قول ابن تیمیہ (فسد امر الاسلام) صحیح اور بجا ہے تو در جواب اِس کے کہا جاتا ہے منہاج السنۃ کی ساری عبارت منقولہ پر جو صدر بحث میں بتمامہا نقل کی گئی ہے اگر غور کو کام میں لایا جائے تو علم سے مُراد مسائل شرعیہ یا مطلقِ اعتقاد ہے جیسے جملہ فان جميع مدائن الاسلام بلغهم العلم عن الرسول من غير علي یا فان هولاء لم يكونو يروون عن علي الاشياء قليلاً وانما كان غالب علمه في الكوفة وغیرہا سے ہر ایک ذوبصیرت سمجھ سکتا ہے۔

بہرکیف ابن تیمیہ کے ہر دو اعتراض کا جواب یہ ہوا کہ حدیث مدینۃ العلم صحیح ہے موضوع نہیں چنانچہ مفصل گزر چکا ہے اور متنِ حدیث میں علم سے مراد خاص علم ہے یعنی علم اسرار مطلب یہ ہے کہ میں علمِ اسرار کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اُس کا شہر کا دروازہ ہے بغیر از وساطتِ علی رضی اللہ

عنہ کوئی علمِ اسرار کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اگر درِ مدینۃ العلم سے عام علم لیا جائے ظاہری ہو یا باطنی تو بالخصوص علی کرم اللہ وجہہ کا دروازہ ہونا اِس لحاظ سے نہیں کہ اور کسی صحابی کو اصلاً علم نہ تھا بلکہ اس کو ایسا سمجھنا چاہیے جیسا کہ اُستاد اپنے لائق، ممتاز، اعلیٰ درجہ کے ذہین طالب علم کی نسبت کہے کہ میرا علم کما حقہ اور پورے طور پر اُسی شخص کو پہنچے گا جس نے بوساطت میرے فلاں طالب کے حاصل کیا گو اور میرے شاگرد بھی اس شاگرد کی طرح مجھ ہی سے مستفید ہیں مگر فلاں چونکہ فہمِ سُخن اور اَداو بیانِ مسائل میں ممتازانہ طرز رکھتا ہے اور بوجہ کمال اِتحاد فیما بین اُس کو اعلیٰ درجہ کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے جس کے سبب سے ہر ایک قسم کے مشکل و معضل مسائل کے پیش آنے پر اُن کی پوری پوری تشریح وحل پر قادر ہو گا لہٰذا میرے علم کا ذریعہ اور واسطہ ہونا اُسی کا حق ہے۔

جب مشکل پیش آتی

دوسرے شاگردوں کو بھی حلِ مشکلات و معضلات میں اُسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ظاہر ہے کہ بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مشکل مسئلہ کے پیش آنے پر شیخین وغیرہما بھی آپ ہی سے امداد لیتے تھے رضی اللہ عنہ۔

جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان لولا علی لھلك عمر اور قضیة ولا ابا حسن لھا مشہورہ تمثیلات سے ہیں۔

آپ کی علمیت اور فضیلتِ علمی پر احادیث صحیحہ جو اہلِ سُنّت علماء کرام کی تصنیفات میں بااسناد مذکور ہیں اسی حدیث مدینۃ العلم کی تائید کرتی ہیں۔ (اقضا کم علی) علی باب علمی مبین لامتی ما ارسلت به من بعدی۔ بعد فتح خیبر انت باب علمی کا ارشاد ہوا ایسا ہی آپ کے حق میں عیبة علمی وبابی الذی اوتی منه اور نیز هذا اول من امن بی واول من یصافحنی یوم القیامة ایسا ھی علی باب حطة من دخل فیه کان مومنا ومن خرج منه کان کافرا۔

ایسا ہی

یا علی انت حجة الله وانت باب الله

اور فرمایا!

علی منی وانا منہ ولا یدی عنی الا انا او علی۔

ابن تیمیہ کا قول غلط ہے

ابن تیمیہ کا یہ قول کہ فلان جمیع مدائن السلام بلغھم العلم عن الرسول من غیر علی بالکل غلط اور خلافِ واقع ہے کیونکہ اسلام کے شہروں میں سے مدینہ طیبہ (ومکہ معظمہ) کا حال تو ظاہر ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں اپنی عمر کا زیادہ حصہ بسر کیا ہے اور اعاظم اصحاب مثل شیخین وغیرہما رضی اللہ عنہم ہر مشکل اور معضل امر میں آپ سے مستفید ہوا کرتے تھے۔

چنانچہ علامہ نووی تہذیب الاسما میں لکھتے ہیں وسوال کبار الصحابۃ لہ ورجوعھم الی فتاواہ واقوالہ فی المواطن الکثیرۃ والمسائل المعضلات مشھور۔ یعنی اکابر اصحاب کا استفادہ اور مشکلات میں حل طلبی مشہور امر ہے ایسا ہی ابن روزبہان سے منقول ہے۔

رجوع الصحابۃ الیہ فی الفتویٰ غیر بعید لانہ کان من مفتی الصحابۃ والرجوع الی المفتی من شان المستفین وان رجوع عمر الیہ کرجوع الائمۃ ولاۃ العدل الی علماء الائمۃ۔

علی پوچھتے نہیں بتاتے تھے

علامہ عجیلی ذخیرۃ المآل میں لکھتے ہیں!

ولم یکن یسائل منھم واحد وکلھم یسالہ مسترشدا وما ذلک الا لخمود نار السوال تحت نور الاطلاع۔

یعنی علی کرم اللہ وجہہ کسی سے کسی مسئلہ کی دریافت نہیں فرماتے تھے اور سب صحابہ کرام آپ سے مستفید ہوتے تھے جس کی وجہ سوا اس کے اور کچھ نہ تھی کہ روشنیٔ اطلاع کے نیچے سوال اور دریافت کرنے کی آگ مدھم ہو گئی تھی۔

ابن عباس بھی شاگرد تھے

مکہ معظمہ میں آپ ابتداء عمر سے ہجرت تک تشریف فرما تھے اور ہجرت کے بعد بھی کئی

مرتبہ آپ مکہ معظّمہ میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ پھر کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ اہلِ مکہ کو آپ کا علم نہیں پہنچا اور نیز عبداللہ بن عباس جن کو شرفِ تلمّذ اور شاگردی علی کرم اللہ وجہ کی حاصل ہے عرصہ دراز تک مکہ میں مقیم ہو کر اشاعتِ علم فرماتے رہے۔

شاگرد کا فیض

چنانچہ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں بترجمہ ابنِ عباس لکھتے ہیں!

الاعمش عن ابی وائل قال استعمل علی ابن عباس علی الحج فخط یومئذ خبۃ لو سمعھا الترک والروم لا سلموا ثم قرأ علیھم سورۃ النور فجعل یفسرھا۔

یعنی علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خاص شاگرد عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایامِ حج میں عامل بنا کر بھیجا۔ ابن عباس نے وہاں پر ایسا پُر تاثیر و پُر بلاغت خطبہ پڑھا کہ کفارِ ترک اور رُوم بھی اُس کو سنتے تو ضرور اِسلام قبول کر لیتے پھر سورۂ نور کی تفسیر بیان فرماتے رہے۔

طبقات میں محمد سعد بن منیع البصری کہتے ہیں!

اخبرنا محمد بن عمر حدثنی واقد بن ابی یاسر عن طلحۃ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر عن ابیہ عن عائشۃ انھا نظرت الی ابن عباس ومعہ الخلق لیالی الحج وھو یسئل عن المناسک فقالت ھو اعلم من بقی بالمناسک

یعنی اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارہ میں فرمایا اس حالت میں کہ ایام حج میں لوگ عبداللہ بن عباس سے مناسکِ حج دریافت کر رہے تھے کہ باقی ماندہ اصحاب میں وہ مناسک کا علم زیادہ رکھتا ہے۔

دو بھائی کمال کے

ایسا ہی ابو محمد یوسف بن عبداللہ نمری قرطبی استعیاب میں لکھتے ہیں!

روینا ان عبداللہ بن صفوان مر یوما بدار عبداللہ بن

عباس بمكة فراى فيها جماعة من طلبى الفقه ومر بدار عبيد الله بن عباس فراى فيها جمعاً يتناولون الطعام فدخل على ابن الزبير فقال له اصبحت والله كما قال الشاعر

فان تصحبك من الايام قارعة
لم يبك منك على دنيا ولادين

قال وما ذاك يا اعرج فقال هذان ابنا عباس احدهما يفقه الناس والآخر يطعم الناس فما ابقيا لك مكرمة الى آخر القصة

یعنی عبداللہ بن صفوان ایک روز مکہ میں عبداللہ بن عباس اور عبیداللہ بن عباس کے مکانوں کے پاس سے گزرا کیا دیکھتا ہے کہ عبداللہ بن عباس طلباء کو علمِ دین پڑھا رہا ہے اور دوسرا بھائی عبیداللہ لوگوں کو کھانا کھلا رہا ہے اس کے بعد وہ عبداللہ بن زبیر والیٔ مکہ کے پاس جا کر کہنے لگا کہ قسم بخدا تمہارا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے!

اگر زمانہ سے تجھے کوئی حادثہ پہنچے تو اِس قابل نہیں
کہ تجھ پر دُنیا کے لحاظ سے رویا جائے یا دین کی وجہ سے

اِس پر عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ اے لنگڑے کیا بات ہے؟ عبداللہ بن صفوان نے کہا عباس کا ایک بیٹا علمِ دین پڑھانے کی وجہ سے فیاض ہو رہا ہے اور دوسرا لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے پھر تمہارے لئے انہوں نے خصائلِ حمیدہ وکمالات سے کیا چھوڑا اور تو کس کام کا ہوا۔

والیٔ مکہ نے عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ عباس کے دونوں بیٹوں سے جا کر کہہ دو کہ امیر المومنین (عبداللہ بن زبیر) کہتے ہیں کہ تم دونو معہ اپنے طلباء و متعلقین اہلِ عراق کے مکہ سے نکل جاؤ۔

والا فعلت و فعلت ورنہ میں ایسا کروں گا اور ایسا۔

عبداللہ بن عباس نے جواباً لکھ بھیجا کہ ہمارے پاس یا علم کا طالب آتا ہے یا فضل یعنی جود کا خواہاں۔ بغیر ان کے اور کوئی نہیں آتا تو ان میں سے کس کو روکے گا۔

ابو الطفیل واثلہ کنانی جو منجملہ مستفیدین کے تھا کہنے لگا۔

لا در درالليالى كيف يضحكنا
منها خطوب اعاجيب وتبكينا

مثل ما يحدث الايام من غير
فى ابن الزبير من الدنيا تسلينا

كنا نجى ابن عباس فيفتينا
فقها ويكسبنا اجرا ويهدينا

ولا يزال عبيد الله مترعةً
جفانه مطعماً ضيفاً ومسكينا

فالبر والدين والدنيا بدارهما
ننال منها الذى نبغى اذا شئنا

ان النبى هو النور الذى كشطت
به عمايات ماضينا وباقينا

ورهطه عصمة فى ديننا ولهم
فضل علينا وحق واجب فينا

ففيم تمنعنا منهم وتمنعهم
منا وتوذيهم فينا وتوذينا

ولست فاعلم له رحما ولا نسبا
يا ابن الزبير ولا اولى به دينا

لن يوتى الله انسانا ببغضهم
فى الدين خيرا ولا فى الامر تمكينا

ابنِ تیمیہ پر تعجب

ان اشعار کا مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ وحضرت عبید اللہ فرزندانِ عباس رضی اللہ عنہم دینی اور دُنیاوی فوائد کے لحاظ سے مرجع خلائق ہیں اور یہی شان خاندانِ نبوت کی ہے جن کی مثال دوسروں میں مشکل ملتی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ معظّمہ میں فیاضی اور تعلیمِ دینی پر تاریخ شہادت دیتی ہے۔ تعجب ہے کہ ابن تیمیہ خود اہلِ مکہ کو بوجہ شرف تلمذ ابن عباس تفسیر دانی میں سب سے بڑھ کر عالم مانتے ہیں چنانچہ علامہ سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں!

قال ابن تیمیه اعلم الناس بالتفسیر اهل مکة لانهم اصحاب ابن عباس رضی الله عنهما کمجاهد وعطا ابن ابی رباح وعکرمة مولیٰ ابن عباس وسعید بن جبیر وطائوس وغیرهم

شام میں تلمیذِ علی

اب شام کا حال سُنیے شام کے عالم بروائت اکابر علماء اہلِ سُنّت ابوالدردا تھے جو عبداللہ بن مسعود کے شاگرد ہیں اور وہ تلمیذ وفیض یافتہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں چنانچہ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں بترجمہ ابودردا لکھتے ہیں!

وکان عالم اهل الشام ومقری اهل دمشق وفقیههم وقاضیهم

اور اخطب خوارزمی کتاب المناقب میں کہتے ہیں!

عن ابی الدرداء رضی الله عنه العلماء ثلاثة رجل بالشام یعنی نفسه ورجل بالکوفة یعنی عبدالله بن مسعود رجل بالمدینة یعنی علیاً فالذی بالشام یسال الذی بالکوفة

والذی بالکوفة یسائل الذی بالمدینة والذی بالمدینة لایسئل احدا

ابو درداء فرماتے ہیں!

کہ عالم تین ہیں ایک تو شام میں یعنی خود ابو درداء اور دوسرا کوفہ میں یعنی عبداللہ بن مسعود اور تیسرا مدینہ میں یعنی علی رضی اللہ عنہم۔

علی کسی سے نہیں پوچھتے

شامی عندالحاجت کوفی سے پوچھتا ہے اور کوفی مدنی سے اور مدنی یعنی سیدنا علی کسی سے نہیں پوچھتا اور محب طبری ریاض النضرہ میں لکھتا ہے!

عن ابی الزعراء عن عبداللہ قال علماء الارض ثلثة عالم بالشام وعالم بالحجاز و عالم بالعراق فاما عالم اهل الشام فهوا بودرداء واما عالم اهل الحجاز فعلی بن ابی طالب واما عالم اهل العراق فاخ لکم وعالم اهل الشام وعالم اهل العراق یحتاجان الی عالم اهل الحجاز وعالم اهل الحجاز لایحتاج الیهما اخرجه الحضرمی

علمِ علی کا فیض بصرہ میں

اور بصرہ کے متعلق تاریخ دان پر مخفی نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بہ نفسِ نفیس خود بصرہ میں تشریف فرما ہوئے اور اپنے بے نظیر مواعظ وخطب سے لوگوں کو بہرہ یاب و مُستفید فرمایا جیسا کہ تاریخ طبری وغیرہ میں مذکور ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے اپنے عہدِ خلافت میں بصرہ کی حکومت اپنے خاص شاگرد یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا فرمائی تھی اور اہلِ بصرہ وقتاً فوقتاً فیضیاب ہوتے رہے پھر کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا علم بصرہ میں نہیں پہنچا تھا۔

بصرہ کا امیر علی کا شاگرد

اُسد الغابہ میں بترجمہ ابنِ عباس مذکور ہے!

واستعمله علی بن ابی طالب علی البصرة فبقی علیها امیراً
ثم فارقها قبل ان یقتل علی بن ابی طالب وعاد الی الحجاز
وشهد مع علی صفین وکان احد الامراء۔

یعنی آپ نے ابن عباس کو بصرہ کا امیر بنایا تھا پھر وہ قبل از شہادت علی ابن ابی طالب حجاز کو لوٹ آئے وہ جنگِ صفین میں بھی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ منصبِ امارت پر تھے۔

ابنِ حجر اصابہ میں لکھتے ہیں!

وذکر خلیفة ان علیاً ولاه البصرة وکان علی
المیسرة یوم صفین واستخلف ابا الاسود علی الصلوٰة
وزیاداً علی الخراج وکان استکتبه فلم یزل ابن عباس
علی البصرة حتیٰ قتل علی فاستخلف علی البصرة عبدالله
بن الحارث ومضی الی الحجاز۔

علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں بترجمہ ابن عباس لکھتے ہیں!

المدائنی عن نعیم بن حفص قال ابوبکرة قدم
ابن عباس علینا البصرة وما فی العرب مثله جسما دعلما
وبیانا وجمالا وکمالا۔

حسن بصری کا قول

طبقات میں ہے!

اخبرنا عبدالله بن جعفر الرقی نامعتمر بن سلیمان عن ابیه
عن الحسن قال اول من عرف بالبصرة عبدالله بن عباس
قال وکان متبحراً کثیرا العلم قال فقراء سورة البقره
ففسرها آیة آیة۔

یعنی حسن بصری کہتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے اول ابنِ عباس نے لوگوں کو دین کا

شناسا کیا ہے اور ابنِ عباس علم کے بکثرت پہچاننے والے تھے۔

ابنِ حجر نے اصابہ میں کہا ہے!

واخرج الزبیر بسندله ان ابن عباس کان یعشی الناس فی رمضان وھو امیر البصرۃ فما ینقضی الشھر حتیٰ یفقھھم۔

خلافِ واقعہ بات

ان روایاتِ منقولہ بالا سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ابنِ تیمیہ کا یہ قول کہ مکہ اور مدینہ اور بصرہ وشام میں علمِ غیر علی سے پہنچا تھا اور علی کا علم کوفہ تک محدُود تھا وہ بھی قلیل، کس قدر خلافِ واقع اور مخالف اپنی تصریحات کے ہے سب اہلِ سُنّت مثل ابن حجر وغیرہ اِس پر متفق ہیں کہ علمِ مرتضوی کے بیان سے عبارات قاصر ہیں، کیوں نہ ہو؟ وہ علی ہی تھے جو کُوفہ کے منبر پر سلونی قبل ان تفقدونی الخ فرماتے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے لوگو! میرے انتقال سے پہلے جس امر کی دریافت کرنی چاہو کرلو، میرے اندر بہت علم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لُعاب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے یہ علم عطا کیا ہے میری طرف وحی نہیں آئی، قسم بخُدا اگر مجھے ایک مسند پر بٹھا کر دریافت کیا جائے تو اہلِ تورات کو تورات اور اہلِ انجیل کو انجیل کے مطابق فتویٰ دوں۔ اگر اللہ تعالیٰ تورات اور انجیل کو گویا کرے تو وہ کہیں کہ علی نے سچ کہا ہے اور تم کو مطابق اُس کے دیا کہ جو کچھ ہم میں اُتارا گیا ہے۔

وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ

حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پس کیوں نہیں جانتے۔

(سورۃ البقرہ آیت ۴۴)

مولا علی کیا فرماتے ہیں

وہ علی ہی ہیں جنھوں نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ اِس جگہ (سینہ) میں بہت علوم ہیں، کاش کہ میں ان کے لینے والا کوئی پاتا اور اگر میں چاہوں تو سورۃ فاتحہ کی تفسیر اتنی بڑی لکھوں جس کو ستّر اونٹ اُٹھائیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ساری دُنیا آپ کے علم کو سیکھتی تو بھی ختم ہونے میں نہ آتا۔ آپ کے علم کی بکثرت اشاعت مدینہ منورہ میں ہوئی ہے کیونکہ خلفاء ثلاثہ

اور باقی اصحاب کا ہر مشکل میں آپ کی طرف رجوع ہوتا تھا اور اپنے اعلیٰ درجہ کے شاگردوں کی تعلیم مثل حضرت سلمان وابوذر ومقداد وعمار وغیرہم اور اپنے قریبی رشتہ داروں مثل عبداللہ بن عباس اور قرۃ العینین لرسول الثقلین وجگر پارہ بتول زہرا سیدۃ النساء وسرور جانِ مرتضوی سیدنا حسن وسیدنا حسین کو افاضہ وعلومِ اسرار کی تعلیم بوجہ فراغت مدینہ منورہ میں ہوئی تھی کوفہ میں آپ ناکثین و قاسطین ومارقین کے قتال میں بکثرت مصروف رہے پھر نہ معلوم ابن تیمیہ نے وانما کان غالب علمه فی الکوفة کس بناء پر لکھ دیا اور اِس پر بھی اِکتفا نہیں کی بلکہ یہ ثابت کرنا چاہا کہ اہلِ کُوفہ نے بھی علمِ قرآن وسُنّت خلافتِ مرتضوی بلکہ عثمانی سے پہلے حاصل کیا ہوا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ کُوفہ میں مسلمانوں کا قیام ۱۷ھ میں ہوا ہے اور خلیفہ ثانی کا انتقال ۲۳ھ میں تو کیا اِس چھ سال کے قلیل عرصہ میں کتاب وسُنت کا علم اس قدر حاصل ہو گیا تھا کہ سیدنا علی جیسے بحرِ بے کنار سے بھی مستغنی ہو گئے جیسا کہ ابن تیمیہ لکھتا ہے!

ومع هذا فاهل الکوفة کانوا تعلموا القرآن والسنة من قبل ان یتولی عثمان فضلا عن علی

بلکہ بروایاتِ ثقاتِ اہلسنت ثابت ہے کہ عہدِ فاروقی میں کُوفیوں کی تعلیم کے لئے خلیفہ ثانی نے عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود کو بھیجا تھا جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد تھے چنانچہ اِس پر بھی روایاتِ ذیل شاہد ہیں۔

طبقات میں ہے!

اخبرنا عفان بن مسلم و موسیٰ بن اسمٰعیل قال نا وهیب عن داؤد عن عامر ان مهاجر عبدالله بن مسعود کان بحمص فخلاه عمر الی الکوفة و کتب الیهم انی والله الذی لا اِله الا هو آثر تکم به علی نفسی فخذوا منه۔

ایسا ہی طبقات میں بترجمہ حضرت عمار اور استیعاب میں بترجمہ ابن مسعود و بترجمہ عمار اور اسد الغابہ میں بترجمہ ابن مسعود وعمار اور تذکرۃ الحفاظ میں بترجمہ ابن مسعود اور اصابہ میں بترجمہ عبداللہ بن مسعود وعمار مذکور ہے، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوفیوں کو لکھتے ہیں کہ قسم بخدا جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ میں نے تم لوگوں کو اپنی جان پر پسند کر لیا ہے! اگرچہ مجھ کو بھی عبداللہ بن

مسعود کی دارُ الخلافہ کے واقعات میں حاجت وضرورت تھی مگر میں نے اُس کو تمہاری طرف بھیج دیا ہے پس تم اُس سے علم سیکھو۔

سبحان اللہ کیا شانِ مرتضوی ہے کہ خلیفہء ثانی جیسے عظیم الشان صحابی بھی علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد کی طرف اپنے فیصلہ جات کے ملتجی ہیں، ابن تیمیہ کا یہ قول کہ اہلِ یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تعلیم واقامت بہ نسبتِ مرتضوی تعلیم واقامت کے زیادہ رہی۔ کما قال!

وتعلیم معاذ بن جبل لاهل الیمن ومقامه فیهم اکثر من علي ولهذا روی اهل یمن عن معاذ بن جبل اکثر مما رواه عن علي۔

خالد کے چھ ماہ علی کا ایک دن

اگر سب پہلو سے مان لیا جائے تو بھی اُن کے مفید طلب نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن میں پہلے جناب خالد بن ولید کو بغرضِ دعوتِ اسلام بھیجا تھا جس پر عرصہ چھ ماہ تک کوئی شخص مشرف بہ اسلام نہ ہوا۔ بعد ازاں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بھیجے گئے اور ایسا مفید ثابت ہوا کہ بغیر جدال وقتال قبیلہ ہمدان کے سارے لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے۔ اِس خبر کے سُننے پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدۂ شکر بجالائے اور پاک زبانِ حق ترجمان سے دو دفعہ ارشاد ہوا کہ السلام علی ہمدان اِس سے موازنہ کیا جا سکتا ہے کہ مرتضوی تعلیم بہ نسبت دیگر تعلیمات کے کیا اثر وافاضہ رکھتی ہے۔

قاعدہ یہ ہے

قاعدہ ہے کہ فیما بین تعلیم ایک اعلیٰ درجہ کے محقق فصیح بلیغ کے اور ایک معمولی عالم کے بڑا فرق ہوتا ہے تھوڑے ہی عرصہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابِ کرام کو اتنے احکام وشرائع کی تعلیم فرمائی جس کا عُشر عشیر بھی نوح علیہ السلام اپنے اِس قدر دراز عرصہ میں اپنی اُمّت کو نہ پہنچا سکے۔

آلِ محمد کے برابر کون؟

اپنے خطبات میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے صاف فرما دیا ہے!

لا یقاس بآلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم من هذه الامة احدا ..الخ

یعنی آلِ پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی کو مُساوات نہیں۔

پھر ابنِ تیمیہ کا قول

وشریح وغیرہ من اکابر التابعین انما تفقهوا علی معاذ بن جبل۔

یعنی اکابر تابعین میں سے شریح وغیرہ نے علمِ دین کی تعلیم معاذ بن جبل سے پائی تھی کس قدر بے بنیاد ہے۔ اکابر تابعین کو چھوڑیئے پہلے قاضی شریح کا حال سنئے علامہ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں!

ادرک النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ولم یلقه وقیل لقیه والمشهور الاول قال یحیٰی بن معین کان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ولم یسمع منه روی عن عمر بن الخطاب وعلی وابن مسعود وزید بن حارثه وعبد الرحمٰن بن ابی بکرو عروۃ البارقی رضی اللہ تعالیٰ عنهم

ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں بترجمہ شریح اور ایسا ہی صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی خلاصۃ تہذیب میں اور ایسا ہی ابنِ حبان کتاب الثقات میں یہ سب ثقات اِسی طرح لکھتے ہیں، یعنی شریح حارث کا بیٹا قائف شاعر قاضی تھا۔ خلیفہ ثانی سے روایت کرتا ہے ۷۸ھ یا ۸۷ھ میں اُس کی وفات ہے، ایک سو دس یا ایک سو بیس سال اُس کی عمر تھی ۷۵ سال عہدۂ قضا پر رہا جن سے ابنِ زبیر کے فتنہ والے تین سال مستثنٰی کرتے ہیں۔ علاوہ روایت از خلیفہ ثانی علی و ابن مسعود زید بن ثابت و عبدالرحمٰن بن ابی بکر و عروہ بارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت رکھتا ہے معاذ سے شریح کی روایت کا کوئی ذکر نہیں پس ثابت ہوا کہ شریح سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے بلا واسطہ اور

بالواسطہ بھی شاگرد ہیں۔

البتہ ایک مجہول اور ضعیف روایت بصیغۂ یقال ابن حجر نے اصابہ میں لکھی ہے!

وقال ابن المدینی ولی قضاء الکوفة ثلاثا وخمیس ونزل البصرة سبع سنین ویقال انه تعلم من معاذ کان بالیمین۔

اس کا ثبوت نہیں

اور غالباً یہی ضعیف قول بنیاد ہے ابن تیمیہ کے قول کی مگر دیگر اکابر تابعین کا استفادہ معاذ بن جبل سے جیسا کہ ابنِ تیمیہ کہتے ہیں سراسر باطل اور بے اصل ہے اس کا ثبوت کسی قولِ قوی یا ضعیف سے مطلقاً نہیں پایا گیا اور نیز ابنِ تیمیہ کا قول ذیل۔

ولما قدم علی اکلوفة کان شریح فیها قاضیا۔

قاضی شریح بھی شاگرد تھے

مفید مدعی اُس کے نہیں کیونکہ اُوپر تصریح ثقات، شریح کا اِستفادہ بالواسطہ اور بلا واسطہ علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت ہو چکا ہے شریح کا یہ اِستفادہ آپ سے مدینہ منورہ میں ہوا تھا اور یحتمل کہ یمن میں بھی ہوا ہو۔ اور پھر در ایّام اقامتِ کوفہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے شریح کا مستغنی ہونا قرینِ قیاس نہیں۔ یہ سب بے اصل باتیں بہ انکارِ از حدیث مدینۃ العلم لکھی گئی ہیں جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا رجوع ہر مشکل میں علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف ثابت ہے تو قاضی شریح کا اِستغنا کیا معنی رکھتا ہے۔ بعد اس کے ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ وهو وعبیدة السلمانی تفقها علی غیرہ یعنی قاضی شریح اور عبیدہ سلمانی دونوں نے بغیر علی کرم اللہ وجہہ کے کسی اور سے علم حاصل کیا ہے غیر علی سے مُراد اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہیں تو شریح کا استفادہ معاذ سے پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچا یا گیا جیسا کہ اُوپر مفصل گزر چکا ہے اور غیر سے مُراد اگر کوئی اور اشخاص ہیں بغیر معاذ کے تو منجملہ اُن اشخاص کے سیدنا علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بھی ہیں کما مر پھر بھی ابنِ تیمیہ کا مطلب برآمد نہ ہوا۔ رہا عبیدہ سلمانی، سوا کابر علمائے فن نے تصریح کر دی ہے کہ عبیدہ سلمانی علی کرم

اللہ وجہہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے تھا چنانچہ سلمانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں!

والشہور بهذه النسبة عبيدة بن عمرو السلماني وقال علي بن المديني وهو عبيدة بن قيس بن مسلم السلماني هو من اصحاب علي و ابن مسعود حديثه مخرج في الصحيحين ۔ وقيل هو عبيدة بن قيس بن عمر المرادي الهمداني ويكنى ابا مسلم ويقال ابا عمرو اسلم قبل وفاة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بسنتين وسمع عمر بن الخطاب وعلي بن ابي طالب وعبدالله بن زبير ونزل الكوفة فروى عنه عامر الشعبي وابراهيم النخعي وابو حصين والنعمان بن قيس و محمد بن سيرين وسعيد بن ابي هند وغيرهم وقال محمد بن سيرين سألت عبيدة عن تفسير آية من كتاب الله عزوجل فقال عليك بالسداد فقد ذهب الذين يعلمون فيما نزل القرآن قال قال هشام وكان عبيدة قد صلى قبل وفاة النبي صلى الله عليه وآله وسلم بسنتين ولم يره وقال احمد بن عبدالله العجلي عبيدة السلماني كان اعور وكان احد اصحاب عبدالله الذين يقرؤن ويفتون وكان شريح اذا اشكل عليه الشئ قال ان ههنا رجلا في بني سلمة فيه خبرة فيرسلهم الى عبيدة وكان ابن سيرين من اروى الناس وكل شئ روى ابن سيرين عن عبيدة سوى رايه فهو عن علي ومات سنة ثنتين وسبعين وقيل ثلاثه وقيل اربع ۔

ایسا ہی مزی تہذیب الکمال میں بترجمہ عبیدۃ لکھتے ہیں!

قال العجلي كوفي تابعي ثقة اسلم قبل وفات النبي صلى

الله علیه وآلہ وسلم بسنتین ولم یر النبی صلی الله علیه وآلہ وسلم وکان من اصحاب علی وابن مسعود علی سوی رایه وکان شریح اذا اشکل علیه الشیء بعث به الیه وکل شیء روی ابن سیرین عن عبیدۃ فهو عن علی سوی رایه۔

ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں بترجمہ عبیدہ لکھا ہے!

وقال العجلی کوفی تابعی ثقة جاهلی اسلم قبل وفاة النبی صلی الله علیه وآلہ وسلم بسنتین ولم یره وکان من اصحاب علی عبدالله۔

اور نیز ابن حجر نے تہذیب میں بترجمہ عبیدہ کہا ہے!

وعده علی بن المدینی فی الفقهاء من اصحاب ابن مسعود

علی کے شاگرد ہیں

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ عبیدہ سلمانی بحسبِ تصریحات اکابرِ فن رجال مذکورہ بالا علی کرم اللہ وجہہ کے بلا واسطہ اور بالواسطہ شاگرد ہیں جن کی نسبت ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی سے شریح وعبیدہ کو شرفِ تلمذ وشاگردی حاصل نہ تھا۔ جس سے مطلب یہ ہے کہ کوفہ میں قبل از تشریف آوری سیدنا علی عبیدہ وشریح کے ذریعہ سے اہلِ کوفہ کو علم حاصل تھا اور یہ دونوں سیدنا علی سے تعلقِ شاگردی نہ رکھتے تھے پھر اس افتراء اور غلط بیانی یا نادانی یا ہمہ دانی پر تفریع لاتے ہیں!

فانتشر علم الاسلام فی المدائن قبل ان یقدم علی الکوفة۔

یعنی علی کرم اللہ وجہہ کے کوفہ میں تشریف فرما ہونے سے پہلے اہلِ کُوفہ اور باقی شہروں والے مسلمانوں کا علم اسلام پہنچ چکا تھا۔ سبحان اللہ اُنگلی کے پیچھے آفتاب کب چھپ سکتا ہے۔

ابن عباس کیا کہتے ہیں

کتبِ تفسیر کے مُلاحظہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علمِ تفسیر کا اکثر حصہ سیدنا علی اور آپ کے

شاگرد عبداللہ بن عباس سے ماخوذ ہے، عبداللہ بن عباس سے کسی نے سوال کیا آپ کا علم بمقابلہِ علم علی بن ابی طالب کیا نسبت رکھتا ہے۔ فرمایا کہ جیسا کہ قطرہ سمندر سے علمِ فقہ کا ماخذ و معدن بھی آپ ہی ہیں اور وکل فقیہ فی الاسلام فھو عیال علیہ ومستفید من فقھہ۔ قضیہ مسلّمہ ہے کیونکہ سارے فقہاء مثل اِمام ابُویوسف و اِمام محمد وغیرہما اِمام ابُوحنیفہ کے شاگرد ہیں، ایسا ہی امام شافعی نے فقہ اِمام محمد سے لی ہے اور اِمام محمد بن حنبل نے اِمام شافعی سے پس یہ سب لوگ فقہ میں نعمان بن ثابت ابوحنیفہ کوفی کے ریزہ چین ہیں اور ابوحنیفہ کوفی کا ایک سلسلہ بوساطت عبداللہ بن مسعود اور دوسرا بذریعہ حُسین بن علی امیر عرب سیدنا علی بن ابی طالب کو پہنچتا ہے پہلا سلسلہ حماد ابراہیم نخفی علقمہ، عبداللہ بن مسعود علی کرم اللہ وجہہ علیہم الرضوان۔ دوسرا امام جعفر صادق، امام محمد باقر، اِمام زین العابدین، اِمام حسین، سیدنا علی علیہم السلام،

واخبرنی الامام ابو المحاسن الحسن بن علی فی کتابہ الی من بخارا اخبرنا ابواسحاق ابراھیم بن اسمٰعیل الزاھد الصفار اخبرنا ابو علی الحسین بن علی الصفار انا ابو احمد بن محمد بن مسلم اخبرنا ابو عبداللہ محمد بن عمر اخبرنا ابو محمد الحارثی باسنادہ الی ابی البختری قال دخل ابو حنیفة علی جعفر بن محمد الصادق فلما نظر الیہ جعفر قال کانی انظر الیك وانت تحی سنة جدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعد ما اندرست وتکون مفزعا لکل ملھوف وغیاثا لکل مھموم بك یسلك المتحیرون اذا وقفوا وتھدیھم الی الواضع من الطریق اذا تحیروا فلك من اللہ العون والتوفیق حتیٰ یسلك الربانیون بك الطریق۔

(مناقب ابی حنیفہ للکردری صاحب فتاویٰ بزازیہ)

ابوحنیفہ اور امام جعفر

یعنی ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب امام جعفر صادق علیہ وعلیٰ آباء السلام کی عالی جناب میں شرفِ حضور حاصل کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے دیکھتے ہی فرمایا کہ گویا میں

تجھے اپنے نانا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنت کا اُس کے مٹ جانے کے بعد زندہ کرنے والا دیکھتا ہوں اور تو ہر مغموم مہموم (غمگین) کے لئے جائے پناہ اور فریادرس ہوگا، راستہ میں کھڑا ہونے والا حیرت زدہ تیری رہنمائی سے شاہی راستہ کو پائے گا پس تیرے لئے خدا کی جانب سے امداد اور توفیق ہوتا کہ خُدائی لوگ تیرے ارشاد کی اِمداد سے راستہ میں چلیں۔ اس سے شیعہ حضرات کا یہ اعتراض بھی جاتا رہا کہ اِمام ابوحنیفہ کی تقلید کیوں کی جاتی ہے۔

امام مالک کے اُستاذ

ایسا ہی امام مالک بن انس نے ربیعہ رائی سے علم حاصل کیا اور اُس نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے عبداللہ بن عباس سے اور اُس نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے اور نیز فقہائے صحابہ عمر بن خطاب اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فقہ علی کرم اللہ وجہہ سے لی ہے۔

حضرت عمر کا رجوع الی العلی

خلیفہ ثانی کا رجوع ہر مشکل میں علی کی طرف اور اُن کے مشہور مقولہ **لولا علی لهلك عمر** اور **لا لقيت لمعضلة ليس لها ابو الحسن** اور **لا يفتين احد فى المسجد و على حاضر** مشہور ہے یعنی اگر علی موجود نہ ہوتا اس میں شک نہیں کہ عمر بوجہ غلط فہمی کے ہلاک ہوگیا تھا۔ مسجد میں علی کی موجودگی کے وقت کسی کو فتویٰ دینے کا حق نہیں۔ ایسا ہی امامیہ واشاعرہ وماتریدیہ ومعتزلہ وغیرہم کے علوم کا منتہیٰ الیہ بھی علی بن ابی طالب ہی ہیں۔

مولیٰ علی مفتی ہیں

مسئلہ منبریہ کے مفتی صار ثمنھا تسعا بلا تامل اثناء خطبہ میں کہنے والے آپ ہی ہیں۔ ششماہی پر وضع حمل اور ایسا ہی حامل زانیہ کے مفتی آپ ہی ہیں۔ ایسا ہی بوجہ ہیبت خلیفہ ثانی حاملہ عورت کا بچہ گر جانے پر بھی آپ نے ہی خلیفہ ثانی کو فرمایا تھا **عليك غرة** یعنی تجھ پر اے عمر ایک غلام کا آزاد کرنا واجب ہے حالانکہ پہلے خلیفہ ثانی کو اکابر صحابہ سے دریافت کرنے پر یہ جواب ملا تھا۔ **لاشیء علیك انما انت مودب**۔ یعنی آپ پر کوئی چیز واجب نہیں کیونکہ آپ ادب

سکھانے والے ہیں۔

اُن اصحاب کے متعلق سیدنا علی فرماتے ہیں!

ان کانوار قبوك فقد غشوك وان كان هذا جهداً لهم فقد اخطاؤا

یعنی اصحاب نے اگر تمہاری وجاہت کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو اُنہوں نے تیرے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور اگر ان کا مبلغِ علمی اتنا ہی تھا تو اُنہوں نے حکم میں غلطی اور خطا کی ہے۔

علمِ عربیت اور نحو کے موجد بھی آپ ہی ہیں ابوالاسود دئلی پر اصول وقوانین کا اِملا آپ نے فرمایا ہے ازاں جملہ الکلام ثلاثۃ اشیاء اسم، فعل، حرف کلمہ کی تقسیم معرفہ اور نکرہ کی طرف اور اعراب رفع، نصب وجزم پر۔

(تصفیہ مابین سنی شیعہ ص ۷۳ تا ۸۸)

---------سیدنا حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ مولائے کائنات کے حوالہ سے جو گفتگو فرمائی اور جو حسین وخوبصورت نکات عطا فرمائے بلاشبہ باکمال ہیں آپ کی تحریر کا ایک ایک جملہ ایک ایک حرف مسلم الثبوت کا درجہ رکھتا ہے آپ کا ہر جملہ مکمل دستاویز کی حیثیت لئے ہوئے ہے۔ آپ نے کمال تحقیق کے ساتھ مولائے کائنات کے علم مبارکہ کے حوالہ سے سیر حاصل گفتگو فرمائی اور یہ ثبوت مہیا فرمائے کہ جب خلفائے ثلاثہ علمِ مولائے کائنات سے مستفید و مستفیض ہیں اور عبداللہ ابن عباس عبداللہ ابن مسعود جیسے جلیل القدر عالم صحابہ بھی مولا علی کے شاگرد ہیں تو پھر علمِ علی کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صرف مولا علی نے ہی یہ دعویٰ فرمایا کہ مجھ سے پوچھو میں تمہیں خبر دوں گا۔ کوئی سوال کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب مولائے کائنات علیہ السلام کے پاس نہ ہو، اس لئے کہ آپ کی پرورش ہی آغوشِ رسالت میں ہوئی ہے اور حدیث پاک انا مدینة العلم وعلی بابها ایک حقیقت ہے جسے اپنوں نے بھی تسلیم کیا اور غیروں نے بھی تسلیم کیا۔ جو لوگ مولائے کائنات کے مخالف بھی تھے مگر علمِ حیدر کرار کے وہ بھی قائل تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بڑے عالم مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں:۔

باغِ فدک پر مفصل تحقیقی بحث

سوال نمبر ۱:۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو میراثِ پدری (باغِ فدک) سے محروم کیا حالانکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ ۚ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ

خدا تمہاری اولاد کے متعلق تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

(سورۃ النساء آیت ۱۱)

جواب نمبر ۱:۔

اِس آیت شریفہ میں خطاب کُمْ اُمت کے لئے ہے چنانچہ اسی سورۃ نساء میں الفاظ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ سے ماقبل پہلے رکوع میں فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (سورۃ النساء آیت ۳)

(جو عورتیں تم کو پسند ہوں، دو، دو، یا تین تین یا چار چار اُن سے نکاح کرلو۔) کا خطاب اُمت کی طرف ہے۔

ایسا ہی وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً سورۃ النساء آیت ۴

(اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔) میں بھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا اور بغیر مہر کے نکاح کرنا جائز تھا۔

نبیوں کی وراثت

پس حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔

(ترجمہ! ہم معاشر انبیاء اپنا ورثہ نہیں چھوڑتے ہمارا ورثہ صدقہ ہوتا ہے۔)

حدیث سے واضح ہو گیا

مخالفِ قرآن نہیں ، بلکہ حدیث شریف نے واضح کر دیا کہ آیت یوصیکم اللہ میں خطاب خاص اُمت کی طرف ہے نہ یہ کہ اُمت اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو مخاطب ہو چنانچہ آیاتِ سابقہ مسطورہ بالا میں نیز یوصیکم اللہ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

یہ (تمام احکام) خدا کی حُدود میں ہیں، اور جو شخص خدا اور اُس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرے گا خُدا اُس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو خدا اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اُس کی حدود سے نکل جائے گا اُس کو خُدا دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اُس کو ذلّت کا عذاب ہوگا۔

(سورۃ النساء آیت ۱۳۔۱۴)

اِس آیت میں بھی جملے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ بتلا رہے ہیں کہ یہ حکم اُمت کے لئے ہے نہ رسول کے لئے پس معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تھی ہی نہیں تو اُس سے محروم کرنے کا سوال کیسے پیدا ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲:۔

آیاتِ مذکورہ بالا میں خطاب عام تو ہے لیکن عام مخصوص البعض ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عموم سے خاص کیے گئے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

لئے چار سے زائد اور بغیر مہر بیوی کرنا جائز تھا۔

جواب نمبر ۲:۔

اگر یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ میں خطاب عام مخصوص البعض بھی مانا جائے پھر بھی اِس آیت شریفہ اور حدیث شریف نحن معاشر الانبیاء میں تخالف نہیں بلکہ حدیث آیت کے لئے مخصص ٹھہری۔

سوال نمبر ۳:۔

حدیث شریف میں نحن معاشر الانبیاء کا راوی صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہے۔ لہٰذا بوجہ خبرِ واحد یعنی صرف ایک شخص کے روایت کرنے کے اِس میں وہ قوت نہیں کہ قرآن کریم کے عموم کو توڑ دے۔ چنانچہ مسلّمہ قضیہ ہے کہ: قُرآن کریم کی تخصیص اِس حدیث کے ساتھ جس کا راوی ایک ہو، جائز نہیں۔

جواب نمبر ۳:۔ راوی اور بھی ہیں

اِس حدیث کے راوی اکیلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ اور لوگ بھی ہیں، کتبِ صحاح ملاحظہ ہو اِسی وجہ سے یہ حدیث مجتمع علیہا ہے اُمہات المومنین رضی اللہ عنھن میں سے کسی نے اِسے سُننے کے بعد مطالبہ میراث پر اصرار نہ کیا اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا نے اور تمام خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اِسی حدیث پر عمل رہا، حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں اِس میں ذرّہ بھر تغیر نہیں کیا، تاہم بالفرض اگر اس کے راوی صرف صدیق اکبر ہی ہوں تو بھی یہ حدیث بوجہ سامعین میں سے کسی کے انکار نہ کرنے کے یعنی بباعثِ اجماع سکوتی کے حدِ تواتر اور قطعیّت تک پہنچتی ہے اور آیت کا مفہوم کہ اُس میں عام مخصوص لبعض ہے ظنّی ٹھہرا۔ کیونکہ اُس کے عمُوم سے متوفّی کے قاتل اور کافر رشتہ دار اور مملوک غلام کو بھی ایسے دلائل کی بناء پر جو حدیث نحن معاشر الانبیاء سے کم وزنی ہیں مخصوص کیا گیا ہے اور یہ مسلّمہ امر ہے کہ ظنّی دلیل قطعی دلیل سے معارضہ اور مقابلہ نہیں کر سکتی۔

سوال نمبر ۴:۔ سلیمان داؤد کے وارث ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ
یعنی سلیمان (پیغمبر) اپنے والد داؤد کا وارث ہوا۔

(سورۃ النمل آیت ۱۶)

اسی طرح زکریا علیہ السلام دُعا مانگتے ہیں کہ اِلٰہی مجھے ایک ولی عہد عطا فرما جو میرے بعد میرا وارث ہو قال اللہ تعالیٰ عن زکریا علیہ السلام!

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ

اور میں اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما جو میری اور اولادِ یعقوب (علیہ السلام) کی میراث کا مالک ہو۔

(سورۃ مریم آیت ۵۔۶)

بشہادت اِن آیات کے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بھی اُمّت کی طرح مُورث ہوتے ہیں یعنی اُن کے مرنے کے بعد اُن کی اولاد اُن کے ترکہ کی مالک ہوتی ہے اِس لئے معلوم ہوا کہ آیت یوصیکم اللہ میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُمت دونوں کی طرف ہے اور یہ آیت اپنے مفہوم عام میں نص قطعی ہے۔

جواب نمبر ۴:۔ ارث اور وارث کا مفہوم

لفظ ارث اور وراثت کا مفہوم جنس سے ہے جس کے تحت انتقال کے کئی انواع ہیں، اِس کا استعمال کبھی انتقال مالی میں ہوتا ہے کبھی انتقال فی الملک اور کبھی انتقال فی العلم جیسے کہ مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہوگا۔

(۱) وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا

اور اُن کی زمین اور اُن کے گھروں اور مال کا اور اُس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہیں رکھا تھا تم کو وارث بنایا۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۲۷)

(ب) اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ ۟ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ؕ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

زمین تو خدا کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کا وارث بناتا ہے اور بالآخر بھلا تو ڈرنے والوں کا ہے۔

(سورۃ الاعراف آیت ۱۲۸)

(ج) وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا۔

اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُن کو زمین (شام) کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی، وارث کر دیا۔

(سورۃ الاعراف آیت ۱۳۷)

(د) وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ

اور ہم نے نصیحت (والی کتاب یعنی توراۃ) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیکوکار بندے ملک کے وارث ہوں گے۔

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۵)

(ہ) ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا

پھر ہم نے اُن لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا۔

(سورۃ فاطر آیت ۳۲)

(و) اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

یہی وہ وارث لوگ ہیں جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے اور
اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(سورۃ المومنون آیت ۱۰۔۱۱۹)

(ز) وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

اور یہ جنت جس کے تم وارث کردیئے گئے ہو تمہارے اعمال کا صلہ ہے

(سورۃ الزخرف آیت ۷۲)

اور بھی بیٹے تھے

آیت شریف وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ میں وارثت فی العلم والنبوۃ مراد ہے نہ وراثتِ مالِ متروکہ کیونکہ داؤد علیہ السلام کے سلیمان علیہ السلام کے علاوہ اور بھی بیٹے تھے پھر اِس کے کیا معنی کہ اُن کے وارث صرف سُلیمان علیہ السلام ہی ہوں اور دوسرے نہ ہوں نیز باپ کے مرنے کے بعد بیٹے کا وارث ہونا اور ترکہ پدری کا مالک بننا ایک معمولی اور عام رواجی بات ہے اور یہ اِس قابل نہیں کہ خاص طور پر اِس کا ذکر قصص انبیاء علیہم السلام میں کیا جائے مزید برآں اس آیت کا ماقبل یعنی علمنا منطق الطیر بتا رہا ہے کہ داؤد کے بعد سلیمان کا وارث ہونا کسی کمال میں تھا یعنی کمال فی العلم والنبوۃ، آیت کا مطلب یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام کے بعد علمِ پدری اور نبوت کا وارث سلیمان ہوا۔ ایسا ہی آیت يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ میں بھی ارثِ مالی مراد نہیں۔ بالفرض اگر زکریا علیہ السلام کا وارثِ مالی اُن کا بیٹا ہی مانا جائے پھر بھی اُس بیٹے کا دیگر ساری آلِ یعقوب کا وارثِ مالی ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ آلِ یعقوب کے وارثِ مالی اُن کے بیٹے ہوں گے نہ زکریا علیہ السلام کا بیٹا پھر زکریا علیہ السلام کی شانِ نبوت سے یہ بالکل بعید ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے فرزند اِس لئے مانگیں کہ اُن کے بعد اُن کے مالِ دُنیوی کو کوئی اور نہ لے جائے اِس کے علاوہ زکریا علیہ السلام مالی طور پر معمولی حیثیت کے مالک تھے تاریخ اُن کو نجّار بتاتی ہے اور اُن کے پاس اتنا مال نہ تھا کہ اُس کے لئے بالخصوص اللہ تعالیٰ سے وارث کی اِلتجاء کی جاتی اور اُن کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام تو زاہد اور تارک الدنیا تھے۔

کسی نے انکار نہیں کیا

حاصل اینکہ وراثت کا مسئلہ انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں جاری نہیں اور حدیث شریف نحن معاشر الانبیاء دلیلِ قطعی ہے کسی نے اِس کا انکار نہیں کیا اِس لئے ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے بھی مطالبہء میراثِ نبوی پر اصرار نہیں کیا اور جن جن حضرات نے مطالبہ کیا بھی تھا اُنہوں نے اِس حدیث کے سُننے کے بعد مطالبہ کو ترک کر دیا تھا۔

فدک کی تاریخ

تاریخ بتاتی ہے کہ فدک خیبر کے علاقہ میں یہودیوں کا ایک گاوٗں تھا ےھ میں مسلمانوں نے اِس گاوٗں کے باشندوں کو اِسلام کی دعوت دی۔ اُنہوں نے نہ مسلمان ہونا چاہا اور نہ خود میں لڑنے کی طاقت دیکھی۔ لہٰذا فدک کی نصف زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دے کر صلح کر لی۔ ایسی چیز کو جو بغیر جنگ وقتال کے ملے اُس کو فَیٔ کہتے ہیں۔ اگر جنگ سے حاصل ہو تو اُسے غنیمت کہا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فدک کی آمدنی اہلِ بیت کے نفقہ میں صَرف فرماتے تھے۔ اگر کچھ بچ جاتا تو وہ فقراء مساکین کو دے دیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں اُسی طرح کیا جیسا اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا اور اُنہیں کرتے دیکھا تھا۔ بفرضِ محال اگر معاذ اللہ صدیق اکبر کو سیدۃ النساء سے عداوت تھی تو اپنی بیٹی عائشہ صدیقہ اور باقی ازواجِ مطہرات اور حضرت عباس کو کیوں محروم کر دیا۔

صدیق اکبر کا فرمان

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حلفی بیان ہے کہ

واللہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم احب الی من ان اھلِ قرابتی۔

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت اور خویشاوندی کی پاسداری اور صلہ زیادہ ملحوظ و محبوب ہے بہ نسبت اپنی قرابت کے صلہ کے۔

عالم لوگوں کے لئے بھی صدیق اکبر کا ارشاد تھا کہ ارقبوا محمداً فی اهل بيته یعنی اے لوگو! اہلِ بیت نبوی کے ساتھ برتاؤ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملحوظِ خاطر رکھو۔
کتاب اللہ واحادیث نبوی اور تاریخ شاہد ہے کہ صدیق اکبر خدا اور رسول کی راہ میں اپنی جان و مال قُربان کرنے والے تھے جنہوں نے کبھی کسی غیر مسلم یہودی ونصرانی کی بھی حق تلفی نہیں کی تھی پھر یہ کیونکر متصور ہوسکتا ہے کہ وہ جگر پارۂ رسول کی حق تلفی کریں۔

سبحانك هذا بهتان عظيم

اگر صدیق اکبر دے دیتے

رہا یہ امر کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدۃ النساء کے مطالبہ کرنے پر کیوں یہ حق اُنہیں نہ دیا سو اِس میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر کو حسبِ درخواست سیدۃ النساء اُنہیں اس مال کا دے دینا جائز اور مباح بھی ہوتا تو اُس کے نہ دینے پر جائے شکایت نہ تھی کیونکہ سیدۃ النساء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خادمہ کی درخواست کی مگر آپ نے یہ درخواست منظور نہ فرمائی اور بجائے اِس کے کہ خادمہ عطا فرمائیں آپ نے تسبیحیں تعلیم فرمائیں۔
کما فی صحیح البخاری و مسلم بروایت سیدنا علی ایسا ہی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بھی تعمیل درخواست نہ کرے تو محلِ شکایت نہ ہوگا چہ جائیکہ جب اس مال کا دے دینا شرعاً جائز ہو بلکہ موخر صورت میں تو بجائے محل شکایت ہونے کے یہ قابلِ ستائش ہوگا کیونکہ اُس نے اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کی پابندی کی ہے۔
اس معاملہ میں غور کرتے وقت اُمور ذیل کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

خلیفہ لحاظ رکھتا ہے

(۱) خلیفہ اپنے مستخلف کی اولاد اور قرابت کا عادتاً وعقلاً ضرور ممتازانہ لحاظ رکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ جب میں مستخلف کے منصب کا بالکلیہ مالک ہوگیا ہوں تو مجھے اُس کی اولاد کو ایک قلیل المقدار چیز کے لئے ناراض نہ کرنا چاہیے کیونکہ درصورتِ ناراضگی محلِ ملامت ٹھہروں گا۔

عمل جاری رہا

(۲) ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما فدک کی آمدنی سے کئی گنا زیادہ مال اہلِ بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فتوحات کے غنائم سے دیتے رہے۔ صرف فدک نہ دیا اور اُس کی آمدنی کے سلسلہ میں وہی عمل رکھا جو بعہدِ نبوی تھا۔ مزید برآں بعہدِ مرتضوی و حسنین بھی یہی عمل جاری رہا۔

(۳) جابر بن عبداللہ انصاری کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بحرین کے مال سے صرف اُسی ایک کے اپنے بیان پر جس قدر اُس نے چاہا بغیر مزید شہادت طلب کیے دے دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ جب بحرین سے مال آئے گا۔ حثوت لك، ثم حثوت لك، ثم حثوت لك ثلاثا (یعنی تین بار تجھے دونوں ہاتھ بھر کر دوں گا۔)

فیصلہ شرعی تھا

تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو فدک میں اُن کا وہ حصہ نہ دیتے جو قرآن و حدیث کی رُو سے اُنہیں ملنا چاہیے تھا اگر اُنہوں نے نہیں دیا تو یقیناً و ضرورۃً طبعاً معلوم ہو جاتا ہے کہ اُن کا یہ فیصلہ بالکل شرعی اور بحکمِ خدا اور سول تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین پسندیدہ کے قائم کرنے کے لئے ایسے پاکیزہ اشخاص کو معین فرماتا ہے جو علمی، عملی اور اخلاقی صفات میں اُس کے زمانے کے جملہ بنی نوع سے فوقیت اور امتیاز رکھتے ہیں اُن کی صداقت، دیانت و اخلاص فی العمل کافر پر بھی اثر کئے بغیر نہیں رہتی اور گو ظاہراً وہ اِنکار ہی کرے مگر دل میں ضرور جانتا ہے کہ جب یہ شخص معاملاتِ دنیوی میں کامل صدق و راست بازی سے کام لیتا ہے اور جھوٹ سے متنفر رہتا ہے تو یقیناً یہ اپنے خدائے عزوجل پر بھی بُہتان نہ باندھے گا وہ منجانب اللہ مامُور ہوتا ہے کہ وہ مالِ دُنیوی میں سے صرف بقدرِ ضرورت لے اور جو بچ جائے اُسے خدا کے تفویض کردہ اُمور میں صرف کرے۔ دنیاوی بادشاہوں کی طرح اپنی ذاتی جائیدادوں کا ذخیرہ جمع نہ کرے تاکہ اُس کے بعد اُس کی اولاد اور اقارب اُس ذخیرہ کے دعوے دار نہ بنیں۔ یہ سب کچھ اِس لئے ہے کہ اللہ کی حُجّت خلق پر پُوری ہو اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ شخص لالچی اور طمّاع ہے۔ جو کچھ کر رہا ہے اپنے لئے دُنیوی مال جمع کرنے

کے لئے کررہا ہے۔

تقسیم کرنے والے ہیں

اِس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اموال بنی نضیر وفدک وخُمسِ خیبر وغیرہ کے مالک تھے یا صرف قاسم چنانچہ ارشاد ہوا کہ

انی واللہ لا اعطی احداً ولا امنع احداً وانما انا قاسم اضع حدیث امرت۔

یعنی میں کسی کو دینے والا یا محروم کرنے والا نہیں ہوں (بلکہ دینے والا یا نہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز کا مالک ہے) میں صرف بحکم اُس کے تقسیم کرنے والا ہوں۔ جہاں حکم ہو رکھ دیتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس بات میں مختار کئے گئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بادشاہ رسول ہوں یا عبدرسول اور آپ نے عبدرسول ہونا پسند فرمایا چنانچہ قاسم ہونے کی صُورت میں چُونکہ آپ مالک ہی نہ ہوئے تو نہ خُود مُورث ہوں گے اور نہ کوئی آپ کا وارث مالک ہونے کی صورت میں بھی آپ کو اموال میں سے صرف بقدرِ حاجت اپنی ذات اور اپنے اہلِ بیت پر صرف کرنے کی اجازت تھی اور جو بچے وہ فقراء ومساکین کے لئے صدقہ تھا اس لئے اُس میں بھی اِرث جاری نہ ہوگا چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں اِس مضمون کی متعدد احادیث بروایتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ موجود ہیں اِسی طرح جگر گوشہء رسول بھی مالکانہ تصرف کرنے کے مجاز نہیں۔ کیونکہ بوجہ شرف جزئیت اِس کا اثر منصب نبوت پر غیر مناسب پڑنے کا اِحتمال ہے۔ اور عبدرسول لوگوں کی نگاہوں میں دُنیوی بادشاہوں کی طرح دکھائی دیں گے اور یہ بات حکمتِ بالغہ پسند نہیں فرماتی۔

سات جائیدادیں تھیں

تاریخ شہادت دیتی ہے کہ صرف فدک ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل چھ جائیدادیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصوصی قبضہ میں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ اور کسی کا اُن میں تصرف نہ تھا۔

(ا) ایک یہودی جنگِ اُحد کے دن مسلمان ہوا۔ بنی نضیر کے سات باغ بحسب اُس کی

وصیت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں آئے۔

(۲) کچھ زمین انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے رکھی تھی۔

(۳) جب بنی نضیر مدینہ منورہ سے نکالے گئے تو اُن کا مال اور جائیداد آپ کے قبضہ میں آگئے۔

(۴) وادی القریٰ کی ایک تہائی۔

(۵) خیبر کے دو قلعے وطیخ اور سلالم جو صلح سے ہاتھ آئے۔

(۶) خیبر کا پانچواں حصہ (نووی باب الجہاد)

صرف فدک ہی کیوں؟

حیرت ہے کہ فِدک کے متعلق تو ارث یا ہبہ یا وصیت کا ذکر تیرہ سو سال سے بہ اصرار جاری ہے مگر بقیہ چھ جائیدادیں کبھی محلِ بحث نہیں بنیں ۔ نہ اُن کا دعویٰ جناب سیّدہ نے کیا۔ نہ شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی نے ان کے متعلق جنابہ سیدہ رضی اللہ عنہا کو یاد دلایا اور نہ آپ رضی اللہ عنہ نے خود اپنے عہدِ خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث یا ہبہ یا وصیت پر عمل کیا۔ اگر میراث یاہِبہ یا وصیت ہوتی تو چاہیے تھا کہ وہ اپنی خلافت کے زمانہ ہی میں حسنین رضی اللہ عنہما کو یہ فرما کر فِدک دے دیتے کہ لو بیٹا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تمہاری والدہ پر ظُلم کیا تھا مگر میں تمہارا حق تمہیں دیتا ہوں ۔ طاعنین کے قول کو صحیح ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ جناب علی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے فِدک کے معاملہ میں شہادت دینے تو گئے مگر اپنی اس شہادت کے مطابق خُود اپنے دَورِ خلافت میں عمل نہ کیا۔ عہدِ خلافتِ مُرتضوی رضی اللہ عنہ میں صدیقی رضی اللہ عنہ فیصلہ کو بحال رکھنا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فیصلہ کی حقیقت کو تسلیم فرما لیا تھا۔

یہ افتراء و بہتان ہے

سیدۃُ النساء سلام اللہ علیہا سے فدک کے متعلق ہبہ یا وصیت کے دعویٰ کو منسوب کرنا اِس لئے بھی محض افتراء و بہتان ہے کہ اُس زمانہ میں محلِ بحث میں (معاذ اللہ) موجودہ زمانہ کے وُکلاء کی طرح خُود غرضی اور لالچ کے لئے بناوٹی اور جعلی مسودہ برادری نہ تھی کہ دعاوی متناقضہ سے کام لیا

جائے سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کا مطالبہ اگر بطریق ارث تھا تو ظاہر ہے کہ بطرز ہبہ نہیں ہو سکتا اور نہ بالعکس پھر ہبہ یا قبضہ دونوں کو تسلیم کرنے کی صورت میں بھی ثبوت چاہیے یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت جو یہاں پر مفقود ہے جناب اُم ایمن رضی اللہ عنہا گو مبشرہ بالجنۃ ہیں اور سیدنا علی مصاحبِ قرآن اور قرآن مصاحبِ علی رضی اللہ عنہ مگر نصابِ شہادت بحسبِ کتاب اللہ وسُنّتِ رسول اللہ دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں، لہٰذا اِس فیصلہ میں بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر الزام عائد نہیں ہوتا ایسا ہی دعوائے میراث اور دعوائے وصیت ہیں تناقض ہے قال علیه السلام الا لا وصية الوارث۔ خبردار وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔

معترضین کا سوال

یہاں معترضین کی طرف سے یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ اگر فیصلۂ صدیقی بحسبِ حدیث نحن معاشر الانبیاء لانورث ما ترکنا صدقۃ صحیح ہوتا تو بغلہ اور سیف اور عمامہ جو ترکہ نبوی سے تھیں اور جن کا دعویٰ جناب عباس رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو کیوں دے دیں اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ حضرات ابوبکر یا عمر نے یہ اشیاء بطورِ تملیک سیدنا علی کو دے دی تھیں بلکہ یہ دینا ایسا تھا جیسا کہ فدک جناب علی کی تحویل میں کر دیا تھا کہ اُس کو اُمور شرعیہ میں صرف کریں۔

ایک اور سوال جو اِس ضمن میں کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اِس حدیث میں فدک کو صدقہ کہا گیا ہے حالانکہ اس کی آمدنی میں سے اہلِ بیت نبوی پر صرف ہوتا رہا جن کے لئے صدقہ حسبِ ارشادِ نبوی حرام ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ بیت پر صدقہ کی صرف ایک قسم یعنی زکوٰۃ کا صرف ناجائز تھا مطلق صدقہ ناجائز نہیں تھا فدك فَی میں سے تھا جو بغیر جنگ وقتال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں آ گیا تھا اور فَی پر بھی لفظ صدقہ بولا جاتا ہے چنانچہ فَی اہل بیت کے لئے ناجائز نہیں۔

مالِ بحرین کے آنے پر جابر بن عبداللہ انصاری کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا صرف اُنہی کی شہادت پر مال دے دینے کا ذکر آ چکا ہے جابر بن عبداللہ انصاری نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے شہادت دی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ جب بحرین سے مال

آئے گا تو مَیں تجھے مٹھی بھر کر تین مرتبہ دُوں گا اِس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آگے بڑھ اور اُسی مقدار کا مال لے لے، اُن سے شہادت کی مزید تائید طلب نہیں فرمائی اِس بارے میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ بحرین کے مال میں بھی تو مسلمین کا حق تھا لیکن وہاں مزید شہادت کی ضرورت نہ سمجھی گئی اس کے برعکس سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا سے شہادت طلب کی گئی۔

خلیفہ کو اختیار کلّی ہے

اِس کا جواب یہ ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں سے کچھ مانگا تھا اور خلیفہ کو بیتُ المال سے دینے کا کُلی اختیار ہے پھر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تو قلیل مقدار میں مال دیا گیا تھا لیکن صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما اس سے کئی گنا زیادہ مال بیتُ المال میں سے جناب عباس و علی و حسن و حُسین علیہما السلام اور ان کے علاوہ دیگر بنی ہاشم کو بھی دیتے رہے بخلاف فدک کے کہ وہاں پر اِس امر کا دعویٰ کیا گیا تھا کہ فدک بوجہ ارث یا ہِبہ یا وصیت ہمارا حق ہے اور اثبات دعویٰ کے لئے بحسبِ کتاب اللہ وسُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حجتِ شرعیہ کا مطالبہ ضروری تھا۔

آیتِ تطہیر کا مفہوم

اِس موضوع پر ایک اور دلیل جو فریق مخالف کی طرف سے دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بموجب آیت تطہیر اہلِ بیت علیہم الرضوان کو پاک گردانا ہے لہٰذا سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا فدک کا دعویٰ کرتے ہوئے کسی ناجائز امر کی مُرتکب نہیں ہوسکتیں۔ آیت تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اور اُن سے کسی قسم کی بھی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت اُن سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وہ عفو و تطہیرِ الٰہی میں داخل ہوگی سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کی تحریک اور سلسلہ جنبانی نے ہم کو سمجھا دیا کہ آیت

یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ ۗ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ

(خدا تمہاری اولاد کے متعلق تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔)

میں خطاب اُمت کی طرف ہے اور خُلفائے ثلاثہ کے علاوہ اہلِ بیت پاک علیہم الرضوان نے بھی باغِ فدک کے غیر مورث ہونے کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا اور سارے عالم پر واضح ہو گیا کہ جنابِ سیّدۃ النساء بھی بوجہ بضعۃ الرسول ہونے کے عبدیتِ محصنہ کی وارث ہیں اور اپنے والدِ ماجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح اُن کی عالی اور پاک شان بھی ملکیت کے دھبّہ اور خُدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزہ اور پاک ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔محترم قارئین ! باغِ فدک کے حوالہ سے شیعہ وسُنی دونوں میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ تاجدارِ گولڑہ سیدنا ومرشدنا پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمالِ تحقیق سے یہ ثابت فرمایا کہ باغِ فدک اہلِ بیت کا ورثہ نہ تھا اگر ہوتا اور خلفائے ثلاثہ نے غصب کیا ہوتا تو آپ مولا علی کرم اللہ وجہہ اپنے دورِ خلافت میں شامل فرماتے جب کہ آپ کا ایسا نہ کرنا اس بات کی دلیلِ قاطعہ ہے کہ یہ باغ اہلِ بیت کی وراثت نہ تھا اور اِس روایت کے ضمن میں جو بہت سی روایات بنائی گئیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اس باغ کو حاصل کرنے کے لئے بہت محنت کی۔ بڑے جتن کئے اور آپ پر ظلم وستم کیا گیا یہ سب روایات بے سروپا اور من گھڑت ہیں جو لوگ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے عقیدت کا دم بھرتے ہیں ہمارا اُن سے صرف ایک سوال ہے کہ تم ایک روایت کے پیچھے لگ کے سیدہ کائنات شہزادی کونین سلام اللہ علیہا کو سوالی بنا دیتے ہو کیا سیدہ پاک نے کبھی مال دُنیا حاصل کرنے کی تمنا کی۔ ہر گز نہیں اور اس روایت کو تسلیم کرنے سے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ طلبِ دُنیا رکھتی تھیں جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے پاس بہت مال آیا مگر آپ نے اپنے پاس نہ رکھا بلکہ راہ خدا میں لٹا دیا آپ کی والدہ محترمہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مکہ کی سب سے امیر خاتون تھیں مگر اُنہوں نے بھی تزویج کے بعد اپنی تمام زندگی فقر میں گذاری اور یہی سبق سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو تھا۔ چنانچہ آپ نے بھی کبھی مالِ دُنیا کو پسند نہ فرمایا، لہٰذا باغِ فدک ایسی روایات نہ صرف آپ کی حیاتِ مبارکہ کو گہن زدہ کرتی ہیں آپ کے اُسوہ کاملہ پر بھی زنگ لگانے کی سعی میں ہیں لہٰذا ایسی روایات کو پسِ پشت ڈال دینا چاہیے۔

حضور اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق بھی فرمادی اور یہ بھی فرما دیا کہ سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا سے فدک کے متعلق ہبہ یا دعویٰ کو منسوب کرنا افتراء و بہتان ہے:۔

حدیثِ قرطاس

بروایت ابنِ عباس حدیثِ قرطاس کا ذکر صحیح بخاری میں دو جگہ آیا ہے اِس مقام پر ان دونو احادیثِ شریفہ کو بلفظہ نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ ناظرین کے لئے اِس واقعہ کی اصلیت کو سمجھنے میں آسانی ہو اُن پر طعن کُنند گانِ کی کم علمی اور کم فہمی بخوبی ظاہر ہو جائے اور ''مُشتے نمونہ از خروارے'' کی طرح سائرِ مطاعن کی حقیقت بھی کُھل جائے پہلی حدیث یہ ہے!

پہلی روایت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللّٰہِ وَفِی الْبَیْتِ رِجَالٌ فِیْہِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطّاب قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ہَلُمُّوا اَکْتُبْ لَکُمْ کِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَہ فَقَالَ عُمَرَ اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم قَدْ غَلَبَہ الْوَجَعُ وَعِنْدَ کُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ فَاخْتَلَفَ أَھلُ الْبَیْتِ فَاخْتَصَمُوا فَمِنْہُمْ مَنْ یَقُولُ قَرِّبُوا یَکْتُبْ لَکُمُ النَّبِیُّ کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَہ وَمِنْہُمْ مَنْ یَقُولُ مَا قَالَ عُمَرَ فَلَمَّا أَکْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم قُومُوا قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ فَکَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ الرَّزِیَّۃَ کُلَّ الرَّزِیَّۃِ مَا حَالَ بَیْنَ رَسُولِ اللّٰہِ وَبَیْنَ أَنْ یَکْتُبَ لَھُمْ ذٰلِکَ الْکِتَابَ لِاخْتِلَافِھِمْ وَلَغَطِھِمْ۔

(صحیح بخاری کتاب الطب)

آپس میں جھگڑ پڑے

ترجمہ! عبداللہ ابن عبّاس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کاوقت آیا اور دولت کدہ میں لوگ جمع تھے جن میں جناب عمر بن الخطاب بھی تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ پس حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درد غالب ہوگیا ہے اور تمہارے پاس قُرآن ہے اور کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے پس گھر والوں نے اِختلاف کیا اور آپس میں جھگڑ پڑے۔

بعض کہتے تھے کہ (سامانِ کتابت) پاس رکھ دو تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور بعض ویسا کہتے تھے جیسا کہ عُمر رضی اللہ عنہ نے کہا پس جب اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس شور و اِختلاف زیادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اُٹھ جاؤ۔

عبداللہ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مصیبت بڑی مصیبت وہ چیز ہے جو بسبب اُن کے اِختلاف اور شور کے حائل ہوگئی درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اس کے کہ آپ اُن کے لئے وہ تحریر لکھتے۔

دوسری روایت

دوسری حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں!

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ وَجَعُه فَقَالَ ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَه أَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوا مَا شَأْنُه أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوه فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْه فَقَالَ دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْه وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَة

الْعَرَبِ وَاَجِیزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا کُنْتُ اُجِیزُھُمْ وَسَکَتَ عَنِ الثَّالِثَۃِ اَوْ قَالَ فَنَسِیتُھَا۔

(صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفاتہ)

لاؤ تحریر لکھ دوں

ترجمہ! سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ کہا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے پنجشنبہ کا دن اور کیسا عجیب اور سخت تھا پنجشنبہ کا دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر، آپ کا درد شدتِ اختیار کر گیا پس آپ نے فرمایا (سامانِ کتابت) میرے پاس لاؤ میں تمہارے لئے ایک ایسی تحریر لکھ دُوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ پس حاضرین نے جھگڑا اور اِختلاف کیا اور کسی پیغمبر کے پاس جھگڑا اور اختلاف مناسب نہیں پس بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان مبارک اور حال کیا ہے؟ کیا کبھی آپ کی زبان مبارک سے پریشان کلام یا ہذیان نکلا ہے؟

تین وصیتیں

آپ سے دریافت کرلو پس وہ معاملہ کتابت کو آپ پر دوبارہ پیش کرنے لگے اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں جس حالت (مشاہدۂ حق) میں ہوں وہ اُس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بُلا رہے ہو اور آپ نے اُن کو تین باتوں کی وصیت فرمائی کہ مُشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور ایلچیوں کو اِنعام دو جیسے میں دیا کرتا تھا اور تیسری بات کے متعلق سعید بن جبیر چُپ رہے یا راوی کہتا ہے کہ میں بھول گیا۔

روایات کالُبِ لباب

اِن روایت کالُبّ لُباب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا اور دولت خانہ شریف میں لوگ جمع تھے جن میں عُمر بن الخطاب بھی تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! سامانِ کتابت میرے پاس لاؤ میں تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔

حضرت عمرؓ نے کہا

حاضرین میں اس پر اِختلاف ہو گیا بعض جن میں عمر بن الخطاب بھی تھے کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی درد غالب ہے آپ کو تکلیف نہ دو اور ہمارے پاس کتاب ہے اور کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور دوسرے کہتے تھے کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کی جائے۔ آپ کی زبانِ مبارک سے کبھی پریشان کلام نہیں نکلا۔ دوبارہ دریافت کرلو جب شوروِ اختلاف زیادہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ اور مجھے میرے حال (مشاہدہُ حق) پر چھوڑ دو۔

حدیثِ قرطاس سے اَخذ کردہ غیر صحیح نتائج

اِن احادیث کے معانی کے سمجھنے میں دانستہ یا نادانستہ غلطی کی وجہ سے جو نتائج غیر صحیحہ نکالے گئے وہ یوں ہیں۔

تحریر کو روکنا ظلم ہے

(۱) مرضِ وفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاغذ طلب فرمانا یقیناً کسی دینی امر کے لئے تھا جو اُمت کو گمراہی سے بچانے کے لئے نہایت اہم تھا۔ ایسی تحریر کو روکنا اعلیٰ درجہ کا ظُلم ہے اور مظالمِ کثیرہ کے لئے بنیاد ہے۔

حضرت عمر مانع ہوئے

(۲) کاغذ طلب کرنے کے وقت باہوش اور صحیح الحواس تھے۔ ایسے نہ تھے کہ مغلوب مرض ہو کر معاذ اللہ ہذیان کا شکار تھے عمر فاروق حسبنا کتاب اللہ کہہ کر اس تحریر کے مانع ہوئے جس سے ایسا شور وغُل بپا ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیزار ہو کر فرمایا میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔

حضرت علی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریری طور پر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اِس واقعہ سے کئی مہینے پہلے خم غدیر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ بحضور کُل صحابہ و مہاجرین وانصار علیہم الرضوان من کنت مولاہ فعلی مولاہ ... الخ فرما کر خلیفہ بنا چکے تھے اب اُسی کی تائید بذریعہ تحریر فرمانے کا اِرادہ تھا اور عمر فاروق کو چونکہ یقیناً معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی کرم اللہ وجہہ کو تحریری دستاویز عطا فرمانے لگے ہیں لہٰذا اُنہوں نے یہ دستاویز لکھنے نہ دی۔ یہی ایک موقعہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ہمیشہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف رہے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافتِ بلافصل سے محروم رکھا اور اپنی زندگی میں علی مرتضیٰ کو اپنے سے دُور رکھا اور اپنے بعد بھی اپنی لاجواب منصوبہ بندی سے اُنہیں خلیفہ نہ بننے دیا۔

اہلِ سُنّت کا نظریہ

(۴) اہلِ سُنّت کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تحریری دستاویز عطا فرما کر اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے مگر یہ اُن کا خیال ہے اُن کے پاس اِس کی صداقت کی کوئی دلیل نہیں۔

(۵) اہلِ سُنّت نے مشہور حدیث انی تارك فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی کتاب اللہ وعترتی اهل بیتی۔ پر عمل نہ کیا بلکہ فقط اِمامیہ کو اس پر عمل کرنا نصیب ہوا۔

اِن نتائج غیر صحیحہ کے جوابات

پہلے اور دوسرے نتائج (متعلقہ حدیث قرطاس) کا جواب

یہ تو ظاہر ہے کہ جس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا چاہتے تھے اگر اُس پر اُمت کی اصلی یا دائمی ہدایت کا دارومدار ہوتا تو آپ اُسے ہر گز ہر گز ترک نہ فرماتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ ہادی، مبلغ، بشیر، نذیر، حریص علیکم، وغیرہ اَوصافِ منصوصہ کے سراسر خلاف ہے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے امر کو پُورے تین دن جمعہ، شنبہ، یک شنبہ معہ بقیہ روزِ پنجشنبہ کی مہلت میں ترک فرما دیں۔

اکیلے حضرت عمر کیوں

پھر خطاب اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب حاضرین کے لئے تھا جن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے نہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ہی خطاب تھا۔ اگر مطعون ٹھہریں گے تو سب نہ صرف اکیلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلکہ سب سے زیادہ سیدنا علی مطاعن رضی اللہ عنہ اور نتائجِ فاسدہ کا اثر پڑتا ہے کیونکہ دولت خانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کتابتِ وحی کا کام کرتے تھے۔ وہ خطابات اسدُ اللہ الغالب، خیبر شکن اور لافتیٰ اِلاعلی وغیرہ سے ملقّب تھے یہ ہو نہیں سکتا کہ کسی سے ڈر کر یا کسی کے رُعب میں آکر تعمیل ارشاد نبوی سے گریز کیا ہو۔ اگر بفرض محال ایسا تھا بھی پھر بھی کامل تین دن میں حضرت عمر سے علیحدگی کے وقت اُنہیں تعمیل کا موقعہ مل سکتا تھا۔ حاضرین میں سے کسی کا بھی تعمیل نہ کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ کتابت زیر بحث ضروری نہ تھی ورنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بالاتفاق معصوم ہیں کسی کے روکنے سے کب رُک سکتے تھے۔

اس تحریر سے بہتر ہے

اُس کتابت کے غیر ضروری ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ جب معاملہ کتابت دوسری دفعہ پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے اِس تحریر سے مشاہدۂ حق بہتر ہے حالانکہ یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ انبیاء کرام کے حق میں تبلیغ اوامر ونواہیٔ الٰہیہ سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل تین دن کے عرصہ میں معاملہ کتابت کی طرف تعرّض نہ فرمانا باوجود اِس امر کے متہم بالشان ہونے کے جیسا کہ جملہ لن تضلوا بعدہٗ اس پر دال ہے اس لئے ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسبِ وعدۂ الٰہیہ مندرجہ آیت اِستخلاف پورا اطمینان تھا کہ اللہ تعالیٰ اِنہی بعض حاضرینِ حُدیبیہ کو خلیفہ بنا کر خوف سے امن عطا کرے گا اور انہی کے ہاتھوں پر اپنے پسندیدہ دین کو قائم فرما کر سب ادیان پر غالب کرے گا۔ اس وجہ سے من وجہ

سبکدوشی ہوگئی تھی۔ من وجہ اِس لئے کہ گو آیت اِستخلاف میں ناموں کی تصریح نہیں تھی مگر آیت میں مخاطبین کا خلیفہ بننا مُوجبِ عدم ضرورت تحریری ہو سکتا تھا لہٰذا وجوب تبلیغ تحریری سے سُبکدوشی ہوئی اور ارشاد پاک در بارۂ تحریر احتیاطی تھا نہ وجوبی۔ گویا تین دن کا عدم تعرّض حسبنا کتاب اللہ کے سہارے پر تھا جو محدّث اُمت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبانِ حق ترجمان سے ظاہر ہوا اور تقریباً درسلک تطابق وحی بارائے عمر منسلک ہوا۔

دو غلطیاں کیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محلِ طعن بنانے والوں نے دو غلطیاں کی ہیں۔ ایک تو اُن کے کلام کا مطلب ایسے زہریلے رنگ میں ادا کیا ہے جو کوئی منافق بھی اُس وقت کے منافقین میں سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

دوسرا **اھجر استفھموہ** یعنی کیا حضور پریشان کلام کر سکتے ہیں؟ دوبارہ دریافت کرلو۔ کا جملہ بھی مخالفین نے حضرت عُمر کی طرف منسوب کیا ہے جو خلاف واقعہ ہے۔ بالفرض اسے صحیح مان لیا جائے تو بھی کوئی الزام عائد نہیں ہوتا کیونکہ یہ جملہ استفہام اِنکاری ہے اور درصورتِ ہذیان و بے ہوشی یہ جملہ (دریافت کرلو) کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ اِس کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت ہذیان کی نہیں کیونکہ یہ شانِ نبوت سے بعید ہے دوبارہ دریافت کرلو۔

ترکِ اولیٰ تھا

اِس واقعہ کے سلسلہ میں ایک اور اعتراض کے جواب میں بھی یہاں کچھ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے حدیثِ قرطاس میں حاضرین بیتِ نبوت کا آپس میں تنازع اور اختلاف آیت کریمہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ تم اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ کے خلاف نہیں کہ بلحاظِ قرآن ان تحبط اعمالکم۔ اُن کے اعمال کو محبوط اور لاشی سمجھا جائے کیونکہ وہاں حاضرین میں سے صرف ایک گروہ دوسرے گروہ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا رہا اور قرآن کریم میں یوں نہیں آیا کہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ بَيْنَكُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے پاس تم آپس میں اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ اور حدیثِ قرطاس میں لَا یَنْبَغِی آیا ہے جس سے ایسا کرنا ترکِ اولیٰ معلوم ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ تم میرے پاس سے اُٹھ جاؤ از رُوئے نصیحت تھا یا بوجہ ناسازگی طبع تھا۔

تیسرے نتیجہ (متعلقہ حدیثِ خُمِ غدیر) کا جواب

یہاں تک کہ سب حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے۔ بعدازاں فرمایا۔ میرا مولا خدائے عزوجل ہے اور میں سب مومنوں کا مولا ہوں۔ پھر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ

اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

اے اللہ! جس کا مولا میں ہُوں علی بھی اُس کا مولا ہے۔ اے اللہ اُس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور دُشمن رکھ اُس کو جو علی سے عداوت رکھے۔

حق علی کی طرف ہے

ایک اور روایت میں علاوہ فرمانِ پاک مذکور یہ بھی آیا ہے۔

وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق حیث دار۔

مدد کر اُس کی جو علی کی مدد کرے اور رُسوا کر اُسے جو علی کو رُسوا کرے اور حق کو علی کے ساتھ رکھ یعنی جدھر علی جائے اُدھر حق کو لے جا۔

بلاشبہ اُس حدیث شریف سے بدیہی طور پر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی غایت درجہ فضیلت اور تکریم ظاہر ہوتی ہے اور ہر اہلِ ایمان کے لئے ترغیب بھی ہے کہ وہ عترتِ پاک کے ساتھ اُسی طرح محبت رکھے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ کہ اُس پر ایمان کا دارومدار ہے اس کے سُننے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے اثنائے مُلاقات کہا اے ابو طالب کے بیٹے خُوش ہو اور تجھے بشارت ہو کہ تُو ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کا مَولا ہو گیا ہے۔

مولا علی کو حق حاصل تھا

اِس حدیث شریف کی تقریب کے متعلق بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو لشکر دے کر یمن بھیجا تھا۔ اور میں بھی اُس لشکر میں تھا۔ فتح کے بعد جب خمس (مالِ غنیمت کا وہ حصہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے اہلِ بیت وغیرہ کے لئے تھا) غنائم سے علیحدہ کیا گیا تو سیدنا علی نے قیدیوں میں سے ایک نہایت خوبصورت لونڈی لے کر اپنی صحبت میں رکھ لی۔ اُن کے ایسا کرنے سے میرے دل میں اُن کی طرف سے کدورت اور انکار پیدا ہوا۔ میں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا! تم نے دیکھا یہ مرد (علی) کیا کر رہا ہے؟ اور سیدنا علی سے بھی میں نے کہا یا ابا الحسن! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ جاریہ (لونڈی) قیدیوں کے خُمس (پانچویں حصے اور مال غنیمت میں آئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حصہ میں سے علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آگئی اور میں نے اُسے اپنی صحبت میں رکھا ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خُمس ذوی القربیٰ کے تقسیم کرنے کا اِذن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔

بُریدہ کا بیان ہے کہ جب واپسی پر میں خُمِ غدیر میں حضور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوا تو میں نے وہاں بھی یہ ماجرا عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے بُریدہ! شاید تو نے علی کو دُشمن جانا۔ میں نے عرض کیا ہاں رسول اللہ! اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! اے بُریدہ علی کو دُشمن نہ سمجھ اور اگر پہلے اُس سے کچھ محبت رکھتا ہے تو اب اُس سے زیادہ محبت رکھ۔ علی کا حصہ خُمس میں سے اُس لونڈی کے علاوہ اور بھی تھا۔

اُس کا علی مولا ہے

بُریدہ سے اِسی واقعہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ میری بات سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا اے بریدہ علی کی طرف سے بدگمان نہ ہو، علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں (یعنی کمال اتحاد) اور وہ تمہارا مولا ہے کیونکہ جس کا مولا میں ہوں علی بھی اُس کا مولا ہے۔

خمِ غدیر کے واقعہ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد عالی من کنت مولاہ فعلی مولاہ بریدہ کی شکایت کی وجہ سے تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ علی سے دوستی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دوستی ہے۔

بُریدہ کا قول

اور علی سے عداوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ عداوت ہے۔ بُریدہ کہتا ہے کہ اس کے بعد مجھے سب اصحاب میں سے کسی کے ساتھ ایسا پیار نہ تھا جیسا علی سے۔

چوتھے نتیجہ متعلقہ خلافتِ سیدنا ابوبکر کا جواب

بُریدہ اسلمی کے بیان، واقعات و مبشرات اور اپنے مقام پر بیان شُدہ نصوصِ قُرآنیہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ خُمِ غدیر والی حدیث کو سیدنا علی کی خلافت بلافصل سے کوئی تعلق نہیں اگر اس حدیث کا یہ مطلب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایامِ مرض میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو نہ فرماتے کہ سامانِ کتابت لے آ کہ ابوبکر کے لئے عہد نامہ لکھ دوں تاکہ کوئی اختلاف نہ کرے۔

کون پیچھے کرے

یہ روایت جیسا کہ ابھی بتایا جائے گا کئی ذرائع سے ثابت ہے جب عبدالرحمٰن نے سامان کتابت لانے کا قصد کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اہلِ ایمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلاف کرنے سے انکاری ہیں۔ ایام مرض میں تین روز کی نمازیں اور بقولِ بعض سترہ نمازیں صدیق اکبر نے پڑھائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد مکرر اور اصرار موکد سے امام بنائے گئے۔ اس پر علی مرتضیٰ نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

قدمك رسول الله فمن ذالذی یوخرك۔

یعنی تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقدم کیا ہے پھر کون ہے جو تمہیں پیچھے کرے۔

ابوبکر کو مقدم کیا

حسن بصری، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا اور لوگوں کو نماز پڑھوائی اور میں وہاں موجود تھا غیر حاضر نہیں تھا۔ میں تندرست تھا بیمار نہیں چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منشاء یہ تھا اس لئے ہم سب اپنی دُنیا کے لئے بھی اُس شخص پر راضی ہوئے جس کو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی رضا سے ہمارے لئے دینی پیشوا بنایا۔ یعنی ہم ابوبکر کی خلافت پر راضی ہوئے۔

ابوبکر نماز پڑھائے

انہی ایام میں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوجہ عدم موجودگیٔ صدیق اکبر کے نماز پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ بلند آواز تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قراءت کی آواز سُنتے ہی دریافت فرمایا کیا یہ عمر ہے؟ عرض کیا گیا کہ جی ہاں یارسول اللہ! اِس پر ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اہلِ ایمان غیر ابوبکر کی امامت سے انکاری ہیں۔ ابوبکر نماز پڑھائے۔

اِس پر اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رِقّتِ قلبی کی وجہ سے اُن کی اِمامت سے معذرت چاہی مگر یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اِمامتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ معمولی امامت نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصرار پر خصوصاً اس دُنیا سے عین وصال کے وقت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تفویضِ خلافت تھی جس کو علی کرم اللہ وجہہ نے جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے خود بھی تسلیم فرمایا۔ مزید برآں سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے باہمی مکالمہ وگفتگوئے ذیل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حدیث خم غدیر کو اپنی خلافت کے لئے سند نہیں سمجھتے تھے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کیا تُو نہیں دیکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وفات پانے کو ہیں۔ اللہ کی قسم تُو تین دن بعد غیر کا تابع ہوگا۔ میرا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس مرض میں وفات پائیں گے۔ میں عبدالمطلب کی اولاد کے چہروں میں موت (کے

نشان) پہچانتا ہوں۔ تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چل۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرلیں گے کہ خلافت کن میں ہوگی؟

خلافت طلب نہیں کریں گے

اگر ہم میں ہوئی تو یہ ہمیں معلوم ہوجائے گا اور اگر ہمارے سوا کسی اور میں ہوئی تو ہم حضور میں عرض کریں گے کہ خلافت ہمارے لئے وصیت فرمائیں۔ پس آپ ہمارے لئے وصیت فرمائیں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواباً کہا اللہ کی قسم! اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلافت طلب کریں اور آپ انکار فرمائیں تو پھر لوگ ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے۔ اس لئے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی خلافت طلب نہیں کروں گا۔ انتہیٰ

(صحیح بخاری جز رابع باب المعانقۃ)

ایسا ہی طبقات ابن سعد مطبوعہ جرمنی صفحہ ۳۹ پر زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کروں کہ ہم ہاشمیوں میں سے کسی کو خلیفہ بنائیں، اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا ایسا نہ کر۔ حضرت عباس نے پوچھا کیوں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا! مجھے خوف ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمادیا تو پھر جب ہم لوگوں سے خلافت کا مطالبہ کریں گے تو لوگ کہیں گے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں انکار نہیں فرمایا تھا۔

اِن روایاتِ مصدقہ اور اُمور مذکورہ بالا سے اس بات کا قوی امکان ظاہر ہوتا ہے کہ مطالبہ قرطاس وسامانِ کتابت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے سند لکھنے کو تھا چنانچہ مشکوٰۃ باب فی مناقب ابی بکر صدیق میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مرض الموت میں فرمایا کہ اپنے باپ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو میرے پاس بُلا تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہنے والا کہے کہ میں خلافت کا مستحق ہوں اور میرے سوا کوئی مستحق نہیں اور اللہ تعالیٰ اور مومنین کو ابوبکر کے سوا کوئی منظور نہیں۔

میرے بعد خلیفہ ہوں گے

نیز مشکوٰۃ مناقب عمر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے کہ جس اثنا میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے تئیں ایک کوئیں پر دیکھا جس پر ایک ڈول تھا پس میں نے اُس کوئیں میں سے پانی نکالا جس قدر اللہ نے چاہا۔ پھر اُس ڈول کو ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر) نے لے لیا اور اُس کوئیں میں سے ایک یا دو ڈول نکالے اور ابوبکر کے نکالنے میں سستی تھی اللہ اُس کی سُستی کو معاف فرمائے پھر وہ ڈول چرسا بن گیا پس اُسے عمر بن خطاب نے لیا۔ میں نے لوگوں میں سے کسی ایسے قوی شخص کو نہیں دیکھا جو پانی اس طرح نکالے جس طرح عمر نے نکالا یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹ سیراب کر کے انہیں ان کی نشست گاہوں میں بٹھا دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میری زندگی تمہارے درمیان کس قدر ہے پس پیروی کرنا اُن دو شخصوں کی جو میرے بعد (خلیفہ) ہوں گے۔

(رواہ الترمذی فی مشکوٰۃ)

ابوبکر کے پاس جانا

حضرت جُبیر بن مُطعم فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئی اور اُس نے کسی امر کے متعلق آپ سے گفتگو کی پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! میرے پاس پھر آنا۔

اُس نے کہا! یارسول اللہ مجھے بتائیے کہ اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (تو کیا

کروں) آپ نے فرمایا! اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس جانا۔

(بخاری و مسلم)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی

ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیمار ہوئے پس آپ کی بیماری سخت ہوگئی۔ آپ نے فرمایا ابو بکر کو کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وہ رقیق القلب ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبارہ فرمایا! ابو بکر کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی عذر کیا پس آپ نے پھر فرمایا کہ ابو بکر سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، البتہ تم صواحبِ یوسف (یعنی زلیخا اور اُس کی خدمت گار عورتوں) کی مانند ہو پس قاصد حضرت ابو بکر کے پاس آیا اور اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات شریف میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

(صحیح بخاری)

حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات پائی تو ہم نے اپنے معاملہ میں نظر کی پس ہم نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابو بکر کو ہمارا امام بنایا تھا اس لئے ہم نے اپنی دُنیا کے لئے اُسی کو پسند کیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا پس ہم نے ابو بکر کو خلیفہ بنالیا ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کے متعلق سند لکھنے کے بارے میں اہلِ سُنّت کا خیال بلا دلیل نہیں۔

الحاصل اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں مجمل طریقہ پر حاضرین حدیبیہ علیہم الرضوان میں سے بعض کو خلیفہ بنانے اور اُنہی کے ہاتھ پر اپنے پسندیدہ اور مرتضیٰ دین کی تمکین کا وعدہ فرمایا پھر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خلافت شیخین کی تصریح فرمادی اور آخری وقت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز میں اِمام بنا کر اس تصریح قولی کو عملی رنگ میں پیش فرمادیا پھر

صدیقی خلافت کو تحریری سند سے پختہ کرنا چاہا یعنی اُمّت پر کمال شفقت و رحمت کی وجہ سے اِحتیاطاً لکھ دینا چاہا مگر بعد میں اِس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ خود بحسبِ وعدۂ حقہ اس امر کی تکمیل فرما دے گا اور بہیئتِ مجموعی کُل مہاجرین و انصار کے قلوب میں حقّانیتِ خلافتِ صدیقیہ ڈال دے گا اور سب کا اس پر اجماع ہو جائے گا اِرادۂ تحریر کو غیر ضروری سمجھ کر ملتوی فرمایا گیا گو جملہ لن تضلوا بعدہ تحریری سند کے ضروری ہونے پر دال ہے مگر انکشافِ امر بحسبِ وعدہ مندرجہ آیت استخلاف جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے مُوجب سُبکدوشی و التواء ہوا لہٰذا تین دن سے کچھ اوپر کی مہلت میں سامانِ کتابت منگانے کا نہ خود آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اور نہ کسی ہاشمی و غیر ہاشمی علیہم الرضوان نے اہتمام فرمایا۔

پانچویں نتیجہ (متعلقہ حدیث ثقلین) کا جواب

اب رہا طاعنین کا یہ دعویٰ کہ اہلِ سُنّت و جماعت نے کبھی حدیث ثقلین پر عمل نہیں کیا اور حضرات امامیہ ہی نے اُس پر عمل کیا ہے یہ بھی صحیح نہیں بلکہ معاملہ برعکس ہے کیونکہ اہلِ سنّت نے تو اُسی قرآن کو شرقاً غرباً دستور العمل بنایا ہوا ہے جو اُن کے پاس ہے اور غیر محرّف و کامل کلام الٰہی ہے اور جس کے حق میں خود سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے بھی واعلموا انہ لیس علی احد بعد القرآن حجۃ (نہج البلاغۃ)

قرآن کے بعد کوئی دلیل نہیں

جان لو کہ قرآن کے بعد کسی پر کوئی حجت نہیں

فرمایا ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان فیصلہ کر دیتا ہے کہ حدیث ثقلین میں تمسك بالعترۃ سے مُراد ثقل اکبر (قرآن کریم) پر عترت پاک علیہم السلام کے موہوبی اور خداداد فہم کے مطابق عمل کرنا اور یہ عمل خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدّت میں باتفاقِ رائے سیدنا علی ہوتا رہا جس سے خدا کے پسندیدہ دین کے غلبہ کا خداوندی وعدہ بھی پورا ہوا۔ اتمام وعدۂ الٰہیہ دربارۂ تمکین دینِ مرتضیٰ بھی ہوا اور حدیث ثقلین کی تعمیل دربارۂ تمسّك بالعترۃ بھی ہوتی رہی اس کے برخلاف طاعنین کا عقیدہ ہے کہ ثقل اکبر یعنی قرآن کریم کو حضرت امیر علیہ السلام نے غائب کر دیا

تھا اور تیسری صدی ہجری سے امام غائب علیہ السلام کے پاس غار سر من رائے میں بتایا جاتا ہے پس ان حضرات کو تو آج تک تمسک بالقرآن نصیب ہی نہ ہوا۔ رہا تمسک ثقلِ اصغر تو قرآن کریم کے فقدان اور گم ہو جانے کی صورت میں (جیسے اُن کا خیال ہے) وہ موہوبی فہم بھی متحقق نہ ہو سکا جس کے بارہ میں سیدنا علی علیہ السلام نے فرمایا ہم اہل بیت کے پاس خداداد فہم ہے لہٰذا ان حضرات کا دعوائے تمسک بالثقلین سراسر غلط اور بے معنی ہے۔

حدیث خمِ غدیر، حدیثِ قرطاس اور قولِ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حسبنا کتاب اللہ، حدیث ثقلین ان سب کی تشریح و تفصیل میں غور کرنے سے جو اُوپر لکھی گئی ہیں انصاف پسند ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ طاعنین براہم اللہ تعالیٰ نے جس قدر نتائجِ فاسدہ و تفریعاتِ کاسدہ بوجہ دانستہ یا دانستہ غلط فہمی کے مرتب کئے ہیں وہ سب از قبیلِ بنا الفاسد علی الفاسد ہیں۔

حضراتِ شیخین کی عظمت کے کردار کے چند تاریخی شواہد

وفات شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد جو اِختلافِ عظیم دربارۂ خلافت مہاجرین اور انصار میں واقع ہوا اُس کی وجہ ہوائے نفسانی یا غرض ذاتی نہ تھی مکرر طور پر وضاحت کے ساتھ پہلے بھی لکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سورۂ نور کی آیت استخلاف میں جن لوگوں کو اقامتِ دینِ پسندیدہ کا وعدہ دیا ہے اُن لوگوں کی نسبت اسی آیت میں یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِكُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا بھی فرمادیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اہلِ دُنیا کی طرح ہوا پرست اور لالچی نہیں ہوں گے اس اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ ہر فریق یہ چاہتا تھا کہ میں ہی خادم اسلام بنوں۔ ریاست، شیخیت یا طمع نفسانی کا خیال اُن مقدس لوگوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں آیا تھا اس بات کو واضح کرنے کے لئے یہاں اُن حضرات علیہم الرضوان کے چند کلمات وملفوظات کتب تاریخ سے نقل کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابوسفیان کی آمد

ایک روایت یہ ہے کہ بیعتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد ابوسفیان جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے، مدینہ کے اس شور وغُل کو اب تلوار ہی مٹا سکتی ہے بغیر اس کے کوئی علاج نہیں۔ اے بنی عبد مناف بڑے حیف کی بات ہے کہ تمہارے سامنے ابوبکر خلیفہ ہو جائے۔

کدھر ہیں وہ دونوں جنہیں لوگ علی اور عباس کہتے ہیں وہ کمزور اور بزدل، شرم کا مقام ہے کہ اُن کے سامنے قُریش کی سرداری ایک حقیر اور چھوٹے سے قبیلہ میں چلی جائے۔ اس کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے!

اُبسط یدك ابایعك فو اللہ لئن شئت لاملا نھا علیہ خیلا رجالا۔

یعنی اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کروں خُدا کی قسم اگر تم اجازت دو تو میں ابوبکر پر اِس میدان کو تنگ کر دوں اور چشم زدن میں اسے سوار اور پیادوں سے بھر دوں۔ یہ سُن کر حضرت اسد اللہ الغالب نے چیں بجیں ہو جواب دیا۔ اے ابُوسفیان! تمہارے مزاج سے فتنہ وفساد کی بُو ابھی تک نہیں گئی۔ تم نے (قبل از اسلام) اپنے ایام جہالت میں بھی جنگ وجدل میں کبھی دریغ نہ کیا۔ اب حالتِ اسلام میں بھی (مسلمانوں کے) گلے کٹوانا چاہتے ہو، خبردار مجھ سے ایسی باتیں نہ کرنا میں ہرگز نہیں مانوں گا۔ یہ جواب سُن کر ابوسفیان اُٹھ گئے اور شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے جناب فاروقِ اعظم بھی اُس وقت وہاں موجود تھے۔ شیر خدا نے فرمایا کہ ابوبکر! مجھے تنہائی میں تم سے کچھ کہنا ہے ذرا سُن لو۔ حضرت صدیق اکبر نے جناب عمر کو وہاں سے الگ کر دیا اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے دونوں حضرات کے درمیان یہ مکالمہ ہوا اُس کا لُبِ لباب یہ تھا۔

مولا علی علیہ السلام کا استفسار

جناب علی مرتضیٰ! اے ابوبکر مجھے تم سے بڑی شکایت ہے تم نے سقیفہ بنی ساعدہ میں چُپ چاپ لوگوں سے بیعت لے لی اور ہمیں خبر تک نہ کی اور نہ ہم سے مشورہ لیا۔ اگر مجھے بُلا لیتے تو کیا حرج تھا یہ تو بڑی قابلِ افسوس بات ہے۔

حضرت صدیق! میں خُدا کو واحد وشاہد جان کر عرض کرتا ہوں کہ میں اپنے ہاتھ پر بیعت کرانے سقیفہ کے لئے میں ہرگز نہیں گیا تھا بلکہ میرا دلی منشاء یہ تھا کہ مہاجرین اور انصار میں جو تنازعہ وہاں ہو رہا تھا اُسے رفع کروں۔ فریقین میں اُس وقت زبردست لے دے ہو رہی تھی۔

ایک فریق کہتا تھا کہ امیر ہم میں سے ہو اور دوسرا گروہ اس پر اڑا ہوا تھا کہ نہیں امیر ہماری

جماعت میں سے کسی کو ہونا چاہیے۔نوبت یہاں تک جا پہنچی تھی کہ قریب تھا فریقین دست وشمشیر ہو جائیں اور سرتن سے جُدا ہو کر گرنے لگیں آپ یقین فرمالیں اور بے شک تحقیق بھی کرلیں کہ میں نے اپنی زبان سے بالکل یہ درخواست نہیں کی کہ لوگ مجھ سے بیعت کرلیں۔نہ مجھے خلیفہ بننے کا اشتیاق تھا اور نہ ہے۔حاضرین نے اتفاق کر کے بغیر میرے مطالبے کے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے آپ کو بُلوایا نہیں اور آپ سے مشورہ نہیں لیا۔اس کے متعلق آپ ہی انصاف فرمائیں کہ آپ کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔آپ اُس کی تجہیز وتکفین میں مصروف تھے اور دُنیا آپ کی آنکھوں میں اندھیر ہو رہی تھی۔ایسی مصیبت کے وقت میں اگر میں آپ کو اس اختلاف کی خبر دیتا تو آپ کے لئے اور بھی قیامت بالائے قیامت ہوتی میں نے تو سارے نشیب وفراز پر غور کرنے کے بعد اور مصلحتِ وقت سمجھ کر لوگوں کے کہنے پر فوراً اپنے ہاتھ پر بیعت لے لی اگر ذرا بھی تامل کرتا تو معلوم نہیں اس طوفان کے جھونکے میں لوگوں کی رائے کدھر سے کدھر پلٹا کھا جاتی اور پھر آپ مدینہ کی گلیوں میں لاشوں کے ڈھیر اور خُون کی ندیاں بہتے دیکھتے اور ایسا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوتا جس کا فرو کرنا حدِ امکان سے باہر تھا۔

مولا علی علیہ السلام نے بیعت فرمائی

جنابِ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ یہ معقول اور مدلّل تقریر سُننے کے بعد تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے پھر ہاتھ بڑھا کر خود بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی مگر صحیح روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آپ نے مجمعِ عام کے سامنے حضرت ابوبکر سے بیعت فرمائی خلوت میں خفیہ بیعت کرنا مُناسب نہ سمجھا۔بیعتِ سقیفہ کے دُوسرے دن جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ پڑھا۔اُس میں یہ دو جملے بھی مُندرج تھے۔

اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم۔

یعنی جس کام میں خُدا اور رسول کی اطاعت مجھ سے ظاہر ہو تم بھی اُس میں میری اطاعت کرنا اور اگر میں اُن کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔

خلافت قبول کرنے کا مقصد

ان سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ خلافت قبول کرنے سے اُن کا مقصد صرف اور صرف خدا اور اُس کے رسول کی اطاعت تھی۔

یہاں سیدنا عُمر فاروق کے عہدِ خلافت کا ایک واقعہ جس کا ذکر تاریخ میں آیا ہے بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں اس سے یہ صاف ظاہر اور ثابت ہو جائے گا کہ ان حضرات علیھم الرضوان نے خلافت کو اپنے ذاتی مفاد یا جاہ وجلال کے لئے قطعاً قبول نہیں فرمایا تھا بلکہ اُن کا مطمعِ نظر محض خدمتِ دینِ اسلام تھا۔

تاریخ میں مذکور ہے کہ قریباً پچاس صحابہ کسی مسجد میں جمع تھے اِدھر اُدھر کی باتوں میں اُن میں سے کسی نے کہہ دیا کہ اس شخص (عمر) کے زُہد واِتقا نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ خدا نے اپنے فضل کو کرم سے بلاد مشرق ومغرب وعرب وعجم اُس کے ہاتھ سے فتح کروا دیئے دُور دُور سے بادشاہوں کے سفیر اُس کے پاس آتے ہیں مگر اُس کا لباس دیکھو وہی موٹا کپڑا جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوتے ہیں اِسی طرح سلطنتِ اسلام کی عظمت پر حرف آتا ہے ان صحابہ کے اصرار پر جنابہ عائشہ صدیقہ اور جنابہ حفصہ رضی اللہ عنہما نے جنابِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرنے کی اجازت چاہی تا کہ اُن سے اِس موضوع پر گفتگو کر سکیں اُن کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ مختصراً یوں تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی گفتگو

فاروق اعظم ! اُم المومنین فرمایئے کیا ارشاد ہے؟

جنابہ صدیقہ ! آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صدیق اکبر دُنیا کو چھوڑ گئے اور جنت میں اپنے رب کے پاس پہنچے اُن دونو صاحبوں نے نہ تو دُنیا کی کبھی پرواہ کی اور نہ دُنیا کبھی اُن کے پاس پھٹکی اب اُن کی جگہ آپ ہمارے نگران ومُحافظ ہیں۔ خُدا نے آپ کے ہاتھوں سے قیصر وکسریٰ کے ملک فتح کرائے۔ اُن کے سارے خزانے اور سلطنتیں آپ کے ماتحت ہیں اُمید ہے اللہ تعالیٰ اِس میں دن دُگنی رات چوگنی ترقی دے گا اِس وقت رُوم کے سفیر دربارِ معلّٰی

میں حاضر ہوتے ہیں عجم کے قاصد دست بستہ کھڑے رہتے ہیں عرب کے وفود آ کر زیارتِ مبارک سے مشرّف ہوتے ہیں مگر افسوس کہ آپ رضی اللہ عنہ کے لباس کی بڑی خستہ حالت ہے اس میں چمڑے کے پیوند لگے ہیں آپ اگر عمدہ لباس زیبِ تن فرماتے تو آپ کی بڑی ہیبت اور عظمت ہوتی گھر میں بھی اور آپ اپنے سامنے صبح وشام نیا اور لمبا چوڑا دستر خوان بچھایا کریں جس پر انواع و اقسام کے اطعمہ لذیذہ اور میوہ ہائے خوشگوار چُنے ہوں جو آپ بھی کھائیں اور آپ کے مصاحب بھی اس طرح سے شانِ خلافت بڑھے گی اور باہر سے آنے والوں پر ہمارا رُعب و وقار قائم رہے گا۔

فاروقِ اعظم کا جواب

فاروق اعظمؓ ! اے صدیقہ تمہیں قسم ہے خدائے عز وجل کی مجھے بتادو کہ حبیب رب العالمین جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی دس دن لگا تار گندم تو کُجا جو کی رُوکھی سوکھی روٹی بھی پیٹ بھر کر کھائی تھی۔ دس دن تو زیادہ ہیں مجھے صرف تین دن متواتر ہی کا پتہ بتادو۔ اسے بھی جانے دو کیا تم مجھے اُن کے ایک صبح وشام بھی سیر ہو کر کھانے کی اطلاع دے سکتی ہو جب اُس باعثِ تخلیق ارض وسمانے دُنیا میں اس طرح زندگی بسر فرمائی تو میں کس قطار وشمار میں ہوں جو ناز ونعم سے زندگی بسر کروں۔

اے عائشہ! عمر سے یہ اُمید کبھی نہ رکھنا کہ غریب مسلمانوں کے مال سے تن پروری کرے۔ اے صدیقہ! کبھی تم نے یہ بھی دیکھا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زمین سے ایک بالشت بھی اُونچا رکھ کے تناول فرمایا ہو۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میں بندہ ہوں اور غُلاموں کی طرح زمین پر بیٹھ کر کھایا کرتا ہوں۔ کیا تمہیں یاد نہیں تمہارے باپ صدیق (اکبر) نے تمہاری ماں کو بیت المال سے صرف چار پیسوں کی فرمائشی مٹھائی منگوا کر نہیں دی تھی اور جب تمہاری ماں نے اپنے روزینہ سے منگوالی تو اُتنا ہی اُن کا روزینہ کم کر دیا یہ سب باتیں تمہیں خوب معلوم ہیں پھر تم مجھے ایسا نامناسب مشورہ دینے کیسے آئی ہو۔

جنابہ صدیقہ یہ دردناک تقریر سُن کر رو پڑیں اور فرمایا امیر المومنین! آپ سچ فرماتے ہیں آپ سے پہلے دونوں سرداروں کی عادت مبارک ایسی ہی تھیں۔

مزید گفتگو

فاروقِ اعظم نے جواب جاری رکھتے ہوئے فرمایا اے عائشہ و حفصہ ! تم دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیبیاں اور اُم المومنین ہو کُل مسلمانوں پر تمہارا حق ہے خصوصاً مجھ پر تو سب سے زیادہ ہونا چاہیے۔

کیا تم دونوں اس لئے میرے پاس آئی ہو کہ مجھے دُنیا کی طرف راغب کرو۔ تم جانتی ہو کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موٹے اور صُوف کا جُبہ پہنا کرتے تھے جس سے اکثر حضور کا تنِ مبارک چھل جاتا تھا آپ مدّتوں اپنی اکہری عبا پر آرام فرماتے رہے۔

نرم بچھونا نہیں بچھایا

اے عائشہ! میں نے تمہارے گھر میں ٹاٹ اور بوریے کے سوا کبھی کوئی فرش یا پلنگ اور مسہری نہیں دیکھی۔ حضور اسی کھردرے بچھونے پر استراحت فرماتے تھے اور جسم مبارک پر ہمیشہ موٹے موٹے اور نمایاں نشان اُبھر آتے تھے ہاں اے بیٹی حفصہ ! کیا تُو نے ایک دفعہ مجھ سے بیان نہیں کیا تھا کہ میں نے ایک رات ٹاٹ کی دو تہیں کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نیچے بچھا دیں۔ اِس طرح کچھ نرم اور گدگدا فرش ملنے پر آپ کو آرام کے باعث گہری نیند آگئی اور آپ کی آنکھ اُس وقت کھلی جس وقت بلال نے صبح کی نماز کی اذان دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے برہم ہو کر فرمایا! اے حفصہ تُو نے بڑا غضب کیا جو ایسا نرم بچھونا میرے نیچے بچھا دیا کہ صبح ہونے کو آئی اور میری آنکھ نہ کھلی آئندہ ایسے کم بخت بچھونے پر مجھے کبھی نہ سُلانا۔ دُنیا سے مجھے کیا تعلق۔ وہ میرے حصہ میں نہیں آئی نہ میں دُنیا کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ میری پیاری حفصہ ! کیا تجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مغفور تھے اس پر بھی سدا آپ نے اپنے آپ کو بھوکا ہی رکھا۔ رکوع پر رکوع اور سجدے پر سجدے کیا کرتے تھے۔ ساری عمر روتے روتے اور گڑگڑاتے گڑگڑاتے گزار دی۔ مغفور ہونے پر بھی آپ نے کبھی نہ اچھا کھایا اور نہ اچھا پہنا اور نہ کبھی نرم بستر پر سوئے پھر میں اپنے ہادی کے طریقہ سے کیسے قدم باہر رکھوں۔

سب رونے لگے

جنابہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ کلام سُن کر ہاتھوں سے کلیجہ تھامے باہر آئیں اور جو کچھ عمر سے سُنا تھا رو رو کر سب حاضرین کو سُنا دیا جس کے کان میں بھی اِس بیان کے الفاظ پڑتے تھے تیر کی طرح دل کے پار ہو جاتے تھے تمام سامعین میں ایک حشر سا برپا ہو گیا۔
(شمس التواریخ بتغیر ما)

اِن اخلاق و عادات کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے خلفاء اربعہ کی خلافت کے متعلق یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ہوا ہے حق ہے اور تدبیر الٰہی کے موافق ہوا ہے اس امر (یعنی خلافت) کے لئے اُس وقت ایسے ہی مقدس لوگ ہونے ضروری تھے اور ترتیبِ خلافت کی حقانیت پر بھی ابتداء و انتہاء اور فیما بین کے واقعات شاہد و عادل ہیں کہ کسی نے کسی کا حق غصب نہیں کیا، قبل از وقوع گو مُراد و مرضیٔ الٰہی کو نہ سمجھنے کی وجہ تھوڑی دیر کے لئے معمولی اِختلاف ہو گیا مگر پھر فوراً بعد سب لوگ متفق الرّائے ہو گئے اِس لئے یہ اختلاف کالعدم اور لا یعبا بہ ہے جو نظر انداز کیے جانے کے لائق ہے۔

وہی حق ہے

اگر بہ نظر انصاف علاوہ نصوصِ قرآنیہ کے بھی اِن حضرات کے سوانح حیات، طرزِ معاش اور اپنی بالیاقت اولاد سے آئینِ سلوک در بارۂ اِستخلاف (یعنی صدیق اکبر کا اپنے فرزند عبد الرحمٰن اور جناب فاروق اعظم کا اپنے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہم کو اپنا خلیفہ و جانشین نہ بنانا) ملاحظہ کیا جائے تو یقیناً کہنا پڑتا ہے کہ خلافتِ راشدہ میں ترتیب جس طرح بحسبِ ایفاء وعدۂ الٰہیہ مندرجہ آیت استخلاف وقوع میں آئی، وہی حق ہے اور جو کچھ استخلاف وما یتعلق بہ کے متعلق بہ عہدِ خلافت خلفاء اربعہ علیہم الرضوان ظہور میں آیا وہی عند اللہ دینِ مُرتضیٰ و پسندیدہ تھا اِس دین پسندیدہ عند اللہ کے قائم کرنے والے ہوا پرست نہ تھے اور تکمیلِ ارادۂ و وعدۂ ربّانیہ اُنہی حضرات کے ہاتھوں پر ہوئی، اقامت دین کے بارہ میں اُن کا طریقہ جائے گُل گُل باش جائے خار خار کے مصداق تھا۔

نرمی نہیں ہو سکتی تھی

یہاں تک کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے بحسبِ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور بعد ازاں جنابِ صدیق اور فاروقِ اعظم سے بھی اقامتِ دین کے متعلق ایسے کام کروائے جو شدّت کے بغیر نرمی کے ساتھ نہیں ہو سکتے تھے اللہ تعالیٰ نے اِن حضرات کے قلوبِ صافیہ میں اقامت دین کے متعلق اطمینان ودیعت فرما دیا اسی بناء پر جنگِ فارس کے وقت سیدنا علی نے جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اطمینان دلایا تھا اور فرمایا تھا کہ اے عمر لشکر اسلام کی فتح مندی لشکر کی قلّت و کثرت سے وابستہ نہیں چنانچہ تم بعہد نبوی دیکھتے رہے ہو کہ نحن موعودون بالنصر ہم لوگوں کو من جانب اللہ فتح مندی کا وعدہ ہو چکا ہے کما قال سبحانہ و تعالیٰ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ۔

(تصفیہ مابین سُنی شیعہ ص ۳۹۔۴۰)

عقیدہ استمداد و تصرف

سوال: قبور پر جانا جو مسنون ہے وہ جانا وہی ہے جس سے غرض موتی کے لئے دُعائے مغفرت ہو اور اہلِ قبور سے اِستمداد اور مدد مانگنے کے لئے جانا ہرگز مسنون نہیں۔

استعانت جائز ہے

جواب: ہاں مسنون وہی ہے جو تم نے کہا ہے لیکن کاملین سے استعانت کرنا بھی شرعاً ثابت ہے اور اس کے ناجائز ہونے پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں ہوئی اور آیتِ مبارکہ **وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى** (سورۃ المائدہ آیت ۲) زندگان و مُردگان ہر دو سے استعانت کی اجازت بخشتی ہے، زندوں سے استعانت کی اجازت تو بالکل ظاہر ہے کہ مخالفین بھی اس کے منکر نہیں۔ باقی رہے اموات تو یہ بھی ثابت ہے اس لئے کہ ارواح زندہ ہیں اور موت اور زندگی کا زوال محض بدن پر طاری ہوا ہے ہاں موت کا اثر ارواح پر یہ ہوتا ہے کہ وہ اَرواح بدن سے جُدا ہو جاتی ہیں اور مادی موانع اُن سے جُدا ہو جاتے ہیں اور یہ چیز تو ارواح کی قوت کے زیادہ ہونے اور مبداء فیاض سے استفادہ کے کامل ہونے کا مُوجب ہے۔

روحِ الٰہی کا فیضان

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا!

جب انسان پر موت طاری ہوتی ہے تو اُس کی نسمۃ (رُوح) کی دوبارہ نشوونما اور پرورش ہوتی ہے اور رُوحِ الٰہی کا فیضان اُس کی باقی ماندہ حس مشترک میں ایسی قوت پیدا کر دیتا ہے جو عالمِ مثال کی مدد سے سمع بصر اور کلام کے لئے کافی ہوتی ہے، اور بسا اوقات یہ صالحین علاء کلمۃ اللہ میں مشغول ہوتے ہیں اور حزب اللہ کی نصرت کرتے ہیں اور کبھی ابنِ آدم کے دل میں خیر کا القاء کرتے ہیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۲۲ تا ۲۲۵)

ابدال حفاظت فرماتے ہیں

فتوحاتِ مکیہ میں شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے!

پھر یہاں سات مرد ہیں جن کو ابدال کہا جاتا ہے ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اقالیم سبعہ کی حفاظت فرماتے ہیں۔ پس ان ابدالِ سبعہ کے قلوب پر ان انبیاء علیہم السلام کے حقائق نازل ہوتے ہیں پھر اس کے بعد فرماتے ہیں اور قطب جو ایک ہے سب عالم کے لئے وہ روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور آپ ہی تمام انبیاء اور رُسل کی امداد فرماتے ہیں اور نوعِ انسانی سے قیامت تک جو قطب ہوں گے ان کی امداد بھی وہی فرماتے ہیں اور اکمل مظہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک قطب زمان ہے اور دوسرے افراد ہیں اور تیسرا ولایتِ محمدی کا خاتم ہے اور چوتھا مطلق ولایت کا خاتم ہے جو عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مسکن بھی کہتے ہیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۲۶۔۲۲۸)

بتوں والی آیات اور قبروں پر جانا

پس بتوں کی آیات کو انبیاء واولیاء پر حمل کرنا یہ قرآنِ مجید کی تحریف ہے اور دین کی بہت بڑی تخریب ہے جیسا کہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں میں ظاہر ہے۔

اب ہم اس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ قبروں پر جانا میّت کے لئے دُعا وسلام کی غرض سے مسنون ہے بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قبور پر تشریف لے جانا اسی غرض کے لئے تھا۔ اس لئے کہ آپ کے منصبِ عالی کا مقتضی یہی ہے اس واسطے کہ اس محل وموقع پر استمداد اور دُعا طلبی مُردگان سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے متصور نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا توسّل متصوّر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے افضل ہیں بخلافِ اُمّتِ مرحومہ کے کہ اس اُمّت کے طالح اور گنہگار صالحین اور نیکوکاروں سے استمداد وتوسّل

کر سکتے ہیں۔

بعد از وفات مدد

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

جس شخص سے زندگی میں مدد طلب کی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مانگی جاسکتی ہے۔

امام موسیٰ کاظم کا فیض عام

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ!

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک دُعا کے قبول کے لئے تریاق مجرب ہے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۲۸ تا ۲۲۹ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

اسماعیل دہلوی اور تحریفِ قرآن

اصنام اور کاملین کی ارواح میں فرق واضح ہے اور امتیاز غالب ہے پس جو آیات اصنام بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو انبیاء و اولیاء وصلوٰۃ اللہ سلام علیہم پر حمل کرنا یہ قرآن عظیم کی تحریف ہے جو قبیح تحریف ہے جیسا کہ صاحب تقویۃ الایمان (شاہ اسماعیل دہلوی) اس کا مرتکب ہوا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور تحریف قرآن کرنا کفر ہے جیسا کہ حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ شاہ اسماعیل دہلوی کے بارے میں نقل فرماتے ہیں:۔

پس بتوں کی آیات کو انبیاء و اولیاء پر حمل کرنا یہ قرآن مجید کی تحریف ہے جیسا کہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں سے ظاہر ہے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۲۸)

ارواح کو عروج حاصل ہوتا ہے

مرقات میں ہے کہ قاضی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ اس امر اس لئے ہوتا

ہے کہ پاک اور مقدس روحیں جب بدنی تعلقات سے الگ ہو جاتی ہے تو ان کو عروج حاصل ہوتا ہے اور ملاء اعلیٰ سے مل جاتی ہے اور کوئی حجاب اور پردہ نہیں رہتا۔ پس سب اشیاء کو دیکھتے ہیں یا تو مشاہدہ بنفسہا ہوتا ہے یا فرشتہ اطلاع دیتا ہے اور اس میں ایک راز ہے جس کو وہ میسّر ہوگا وہی اس پر مطلع ہوگا پس معلوم ہوا کہ جو لوگ آیات و احادیثِ ذیل کو بطور شاہد و دلیل پیش کرتے ہیں اور کاملین کے ارواح سے استعانت کی ممانعت اِن آیات و احادیث سے ثابت کرتے ہیں نیز یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان ارواح کاملین کو ایسے فریاد کرنے والوں کے حالات پر کوئی اطلاع نہیں ہوتی۔ نیز ان آیات و احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے تابعین سے نفی علمِ غیب اضافی کی ثابت کرتے ہیں جاہل اور بے علم ہیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۴۲ تا ۲۴۳ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

آگے چل کر حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں!

مانحن فیہ یعنی ارواحِ کاملین انبیاء اولیاء سے مدد مانگنے کی بناء اس پر ہے کہ ان کا الحاق ملاء اعلیٰ اور جماعت ملائکہ کے ساتھ ہو جاتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں فیضانِ خاص کے ذریعہ علم و اطلاع ہوتی ہے اور اس کی بناء سماع موتی پر مطلقاً نہیں جو تمام مقبوریں خاص و عام کے بارہ میں ہے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۴۷ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

ثبوت سماع موتیٰ

سوال:

مُردوں کا کچھ نہ سننا نصِ قرآن پاک سے ثابت ہے (بے شک تم موتیٰ کو نہیں سنا سکتے اور نہ اُن کو جو قبروں میں ہیں)

جواب:

آیت مذکورہ میں جو اسمع منفی ہے اسی کو ان تسمع کی آیت۔ (قرآن شریف میں یہ آیت اس طرح مذکور ہے اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی وما انت بسمع من فی القبور ان تسمع الا من یومن بایاتنا) میں ثابت کیا گیا ہے اور اثبات بطریق حصر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ جس سماع کا اثبات مومنین کے لئے کیا گیا ہے وہ اسماع اجابت ہے نہ مطلق اور اگر مطلق اسماع کی نفی کی جائے تو سُنانے کو من یومن بایاتنا میں حصر کرنا صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سُنتے مگر وہ جواب نہیں دے سکتے۔

(بدروسافرہ للامام السیوطی)

نافع فی القلب

نیز وضاحت فرمایا اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی یعنی وہی لوگ آپ کے کلام کو مانتے ہیں جو سمیع وبصیر اور ان کی سمع اور بصر نافع فی القلب ہو۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۱۴ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

ابن عباس کی روایت

دُرِ منثور میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اس آیت کی تفسیر

میں اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى ۔۔ الاٰیۃ فرمایا ابنِ عباس نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بدر کے دن کافر مقتولین کے اوپر جاکر کھڑے ہوئے اور فرماتے رہے۔ آیا تم نے وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا تھا سچا پالیا۔ اے فلاں ابنِ فلاں کیا تم نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر نہیں کیا اور کیا تو نے اپنے پیغمبر کی تکذیب نہیں کی اور کیا تُو نے اپنے رشتہ کو نہیں کاٹا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ سنتے ہیں جو آپ اُن کو فرما رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم ان سے زیادہ نہیں سُنتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا! اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى الاٰیۃ ان تفاسیر کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ آیت شریف میں نفی اسماع کی ہے یعنی تُو نہیں سُنوا سکتا سماع کی نفی نہیں کہ وہ خُدا کے سنوانے سے بھی نہیں سُنتے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۱۶ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

ثبوت اختیار و تصرف

ربیعہ کیا مانگتے ہو؟

ربیعہ بن کعب سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ پس ایک دن میں آپ کے لئے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات لے آیا۔ پس آپ نے فرمایا: جو چیز چاہے مجھ سے مانگ، مانگ لے جو چاہتا ہے، پھر میں نے عرض کی کہ بہشت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی اور چیز مانگ میں نے عرض کی میرا مطلوب تو یہی ہے فرمایا کہ کثرتِ سجود کو میری اعانت کے ساتھ شامل کر۔

(رواہ مسلم) (اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۰۶ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سل فرمایا

اس حدیث میں کلمہ سل وقال وغیر ذالك کو ملاحظہ کرنا چاہیے اس لئے کہ سل کا مفعول ذکر نہیں فرمایا نیز او غیر ذالك بھی فرمایا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے مسئول اور مطلوب میں بہت ہی وسعت ہے اور بہت ہی اطلاق ہے حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ سل کو مطلق فرمایا ہے اور مسئول کو معیّن نہیں فرمایا اور مطلوب کو خاص نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام کام آپ کے دستِ ہمت وکرامت میں ہیں جو کچھ چاہیں اور جس کو چاہیں اللہ تعالیٰ کے اِذن اور حکم سے دے دیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۰۷ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

دُنیا و آخرت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جُود وسخا کے دو جزیئے ہیں اور لوح وقلم کا علم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے دو حصے ہیں۔ اگر دُنیا و آخرت کی بھلائی کی تمنا رکھتے ہو تو آپ کی درگاہ میں آؤ اور جو چیز چاہو اُس کی تمنا کرو۔ الیٰ آخرہٖ

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۰۷ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

مُلّا علی قاری نے لکھا ہے سَل یعنی مجھ سے حاجت طلب کر ابنِ حجر فرماتے ہیں تُو نے جو میری خدمت کی ہے میں اس کے مقابلہ میں تیری حاجت کو بطور تحفہ کے پُورا کروں گا۔ اس لئے کہ اربابِ کرم کا یہی طریقہ ہے اور آپ سے زیادہ کریم کوئی نہیں، اور آپ کے امر سوال کو مطلق چھوڑ دینے سے سمجھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس قدر چاہیں عطا فرمائی ہے اور ابن سبع نے خصائص میں لکھا ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور جاگیر عطا فرمادی ہے جس کو جتنی چاہیں عطا فرمادیں (آپ کے اختیار میں ہے۔)

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۰۸ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

ثبوت نداء، استغاثہ، توسّل

حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ نے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ بحثِ اشغال میں فرمایا ہے کہ

یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھا جائے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۴۹ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

نداء یا عبد القادر

اور فتاویٰ خیریہ میں ہے یا شیخ عبد القادر یہ ایک نداء ہے اور جب اس کے ساتھ شیئاً لِلّٰہ کو ملایا جائے تو ہو کسی شے کا طلب کرنا ہے اکراماً للہ۔ پس کوئی امر ایسا نہیں پایا گیا جو حُرمت کا سبب ہو اور اسی طرح ہے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ جو مولانا شاہ ولی اللہ کی تصنیف ہے اور اسی طرح ہے وسیلہ جلیلہ میں اور انہار المفاخر میں نداء زندہ کی زندہ کو یا ندا زندہ کی مکانِ بعید سے کسی ایسے شخص کو جو عالم آخرت میں چلا گیا ہو اس کے بہت سے دلائل ہیں،

نماز میں نداء

مگر ان سب دلائل سے اقویٰ دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مبارک ہے کہ جب تم سے کوئی نماز پڑھے تو کہے!

التحیات للہ والصلوۃ والطیبات السلام علیك ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس حدیث کو صحاح ستہ میں روایت کیا گیا ہے صحابہ کرام کا آپ کی زندگی میں اور بعد وفات یہی معمول رہا ہے حالانکہ یہ ندا ہے۔

نابینا کی روایت

نیز ایک نابینا صحابی کی حدیث جس کو ترمذی، نسائی، بیہقی اور طبرانی نے باسنادِ صحیح عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے نداء اور توسّل پر دلالت کرتی ہے اس حدیث میں لفظ یا محمد استشہاد کا محل ہیں اور اس دُعا کو صحابہ اور تابعین نے بعد از وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی استعمال کیا ہے جیسا کہ طبرانی اور بیہقی سے پایا جاتا ہے اور اگر تفصیل مطلوب ہو تو وسیلہ جلیلہ کو ملاحظہ فرمایا جائے۔

خدا کے بندو مدد کرو

اور حدیث اعینونی یا عباد اللہ (اے خدا کے بندو میری مدد کرو) بھی ندا اور مدد طلب کرنے پر دلالت کر رہی ہے۔

مرقات میں ہے مشائخ سے مروی ہے کہ یہ حدیث مجرّب ہے اس حدیث کو حافظ شمس الدین نے حصنِ حصین میں ذکر کیا ہے اور اس کا ذکر حصن حصین میں اس حدیث کو صحت کی دلیل ہے اس لئے کہ حافظ مذکور نے التزام کیا ہے کہ وہ اس کتاب میں صحیح حدیث ہی ذکر کرے گا۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۵۰۔۲۵۱ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

مدد مانگنا جائز ہے

شیخ عبدالوہاب کشف الحجاب میں لکھتے ہیں جب تجھے یقین ہو گیا کہ کاملین زندہ ہیں تو اُن کی قبر پر ندا کرنے میں کیا ڈر ہے اس کی ندا ایسی ہے جس طرح زندہ کو ندا کی جاتی ہے اور ان کاملین سے مدد مانگنا جائز ہے جیسا زندہ سے زندہ مدد مانگا کرتا ہے اور زندہ سے مدد مانگنے کا نہ کوئی جاہل منکر

ہے نہ کوئی عالم اور کاملین انبیاء صحابہ اور جوان کے مشابہ ہیں وہ بھی تو زندہ ہیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۵۲ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

وسیلہ بنانا جائز ہے

ہاں غیر اللہ کو چاہے انبیاء ہوں یا اولیاء خالق، موجد اور نافع وضار بالاستقلال نہ بنایا جائے اگر توجہ الی الغیر پہلے طریق پر ہو چاہے زندہ کو وسیلہ بنائے چاہے مُردہ کو جائز ہے اور اگر بر طریقہ ثانی ہو یعنی غیر اللہ کو خالق وموجد اور نافع وضار مستقل جان کر ندا کرے یا مطلب اور حاجات طلب کرے تو شرک ہے اور حرام قطعی۔

۔۔۔۔واضح ہوا حضور اعلیٰ پیر سیدنا مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا کہ توسل اور ندا کا عقیدہ رکھنا کاملین سے جائز ہے آگے چل کر آپ لکھتے ہیں!

فوت شُدہ سے توسّل

کاملین چاہے زندہ ہوں یا مُردہ اُن سب سے توسل جائز ہے۔ الحاصل جو لوگ توسّل اور استغاثہ کو جائز جانتے ہیں ان کی طرف نسبت کفر اور شرک نہ کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ وہ صحابہ تابعین ائمہ محدثین، مفسرین اور فقہاء وغیرہ کا جمِ غفیر ہے اور کیا ہی اچھا کیا ہے صاحبِ وسیلہ جلیلہ نے کہ اُن کے نام ذکر کر دیئے ہیں اور ہم بھی اُن کے ناموں کو اس جگہ نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ہر کوئی مانعینِ توسل وندا کی تقلید کرتے ہوئے اُمت مرحومہ کی تکفیر نہ کرے۔

اھلِ بیت صحابہ وتابعین، ائمہ، محدثین، مفسرین اور فقہاء کے اسماء گرامی جو استغاثہ اور توسّل کو جائز جانتے تھے۔

(۱) حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

(۴) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(۹) حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ

(۱۰) حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ

(۱۱) حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ

(۱۲) نابغہ جعدی

(۱۳) عقبہ بن غزوان و دیگر صحابہ بسبب اجماع سکوتی

(۱۴) حسن بصری

(۱۵) محمد بن المکندر

(۱۶) امام علی بن موسیٰ رضا

(۱۷) ابن ابی فدیک اُستاد امام شافعی

(۱۸) محمد بن ادریس یعنی امام شافعی

(۱۹) امام ابوبکر بن المقری

(۲۰) ابوالقاسم سلیمان بن طبرانی صاحب معاجم ثلاثہ

(۲۱) ابن الجلاء

(۲۲) ابواللیث نصر ثمرقندی

(۲۳) حاتم اصم

(۲۴) علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی صاحب شفا السقام

(۲۵) محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی

(۲۶) محمد بن حرب ہلالی

(۲۷) ابوبکر بن ابی شیبہ

(۲۸) عبداللہ بن محمد اُستاد بخاری و مسلم

(۲۹) ابوبکر احمد بن الحسینی البیہقی صاحب سنن

(۳۰) بزار

(۳۱) ابن سنی صاحب کتاب عمل الیوم واللیلۃ

(۳۲) قاضی عیاض مالکی صاحب کتاب الشفاء

(۳۳) شہاب الدین احمد بن محمد البرنی المعروف بزروق شارح کتاب الحکیم

(۳۴) شیخ ابوالعباس حضرمی

(۳۵) عبدالرحمٰن بن علی البغدادی المکنی بابی الفرج ابن الجوزی

(۳۶) سراج الدین عمر بن حفص بلقینی

(۳۷) عبدالرؤف مناوی شارح جامع صغیر فی حدیث البشیر النذیر

(۳۸) ابوالشیخ عبداللہ بن حسان مؤلف کتاب العظمۃ وغیرہا

(۳۹) ابوبکر اقطع

(۴۰) حافظ شمس الدین محمد ابن الجزری صاحب حصن حصین

(۴۱) ابراہیم طرابلسی صاحب مواہب الرحمٰن وشرح آں برہان

(۴۲) شیخ حسن شرنبلانی صاحب مراقی الفلاح شرح نورالایضاح

(۴۳) شیخ احمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ

(۴۴) ابوعبداللہ ابن الحاج محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی صاحب مدخل

(۴۵) شہاب الدین احمد بن حجر مکی ہیتمی صاحب جواہرالمنظم

(۴۶) شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی تلمیذ حافظ ابن حجر عسقلانی مولف مقاصد حسنہ وقول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع

(۴۷) واقدی صاحب فتوح الشام

(۴۸) ابونصر صباغ ابن النجار البغدادی

(۴۹) ابن عساکر دمشقی

(۵۰) ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ بن النعمان مالکی صاحب مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام

(۵۱) ابوحامد محمد بن غزالی صاحب احیاء العلوم

(۵۲) کمال الدین محمد بن عبد الواحد سکندری معروف بہ ابن حمام صاحب فتح القدیر

(۵۳) حسن بن منصور بن محمود فخر الدین قاضی خان

(۵۴) ابوداؤد مالکی صاحب البیان والانتصار

(۵۵) ابن شاہین

(۵۶) شیخ الاسلام خیر الدین رملی صاحب فتاویٰ خیریہ

(۵۷) شوبری محشی شرح منہج

(۵۸) یحییٰ صرصری صاحب شعرِ مشہور

(۵۹) موفق الدین ابن قدامہ حنبلی صاحب مغنی

(۶۰) ذوی الافہام نجم الدین احمد بن ہمدانی حرانی حنبلی صاحب الرعایۃ الکبریٰ

(۶۱) ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن مفلح حنبلی صاحب فروع برمادی صاحبِ دلائل واضحات فی اثبات الکرامات فی الحیوٰۃ وبعد المماۃ

(۶۲) شیخ الاسلام بن شحنہ حنفی

(۶۳) شیخ عبدالباقی مقدسی حنفی

(۶۴) شیخ احمد غنجی حنفی

(۶۵) نورالدین علی سمہودی صاحبِ خلاصۃ الوفا

(۶۶) شیخ الاسلام برہان الدین ابراہیم بن جعبان جعبری صاحبِ عمدۃ المتحسنین بعدۃ الحصن الحصین

(۶۷) حافظ عبداللہ بن سعد مشہور با بن ابی جمرہ اندلسی مالکی صاحبِ شرح مختصر بخاری

(۶۸) شیخ ابوطاہر

(۶۹) شیخ حسن حسلبسی ہمزادی صاحبِ نفحات النبویہ فی الفضائل العاشریہ

(۷۰) ابنِ اثیر صاحبِ نہایہ

(۷۱) سید احمد حموی صاحب نفحات القرب والاتصال

(۷۲) شیخ عبدالوہاب شعرانی صاحبِ لواقح الانوار

(۷۳) علامہ سعدالدین تفتازانی

(۷۴) جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی صاحب درِ منثور

(۷۵) شیخ شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید بوصیری صاحب قصیدہ بردہ

(۷۶) ابن المفید صاحب مناسک المشاہد

(۷۷) کمال الدین زملکانی صاحب عمل المقبول فی زیارۃ الرسول

(۷۸) امام فخر الدین محمد بن عمر رازی صاحب تفسیر کبیر

(۷۹) عبداللہ بن قاضی بیضا صاحب تفسیر مشہور

(۸۰) حافظ الدین صاحب عبداللہ نسفی صاحب کنز و مدارک

(۸۱) محمد فاضل دہلوی صاحب مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات

(۸۲) عبدالرحمٰن جامی

(۸۳) علی بن سلطان محمد المشہور بہ ملا علی قاری صاحب مرقاۃ

(۸۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات

(۸۵) شیخ الاسلام صاحب کشف الغطا

(۸۶) شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

(۸۷) شاہ عبدالعزیز دہلوی صاحب فتح العزیز

(۸۸) مولوی رفیع الدین دہلوی بن شاہ ولی اللہ

(۸۹) مولوی محمد مخصوص اللہ دہلوی صاحب سعید الایمان جواب تقویۃ الایمان

(۹۰) ملا عابد سندھی مدنی اُستاد شاہ عبدالغنی دہلوی مجددی صاحب حصر شارد ملا کا ایک خاص رسالہ وجیزہ جوازِ توسل میں ہے

(۹۱) مولوی محمد عبدالحلیم لکھنوی صاحب نور الایمان بزیارۃ حبیب الرحمٰن

(۹۲) مولوی تراب علی لکھنویصاحب سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح

(۹۳) مولوی فضل الرسول بدایونی صاحب تصحیح المسائل

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۵۷ ـ ۲۵۶ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

ثبوت رفاقت وتوسل

چار گروہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں!

مقولہ ششم :۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۔ اُن لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تو نے انعام کیا ہے ایک اور جگہ قرآن مجید کی تفسیر میں اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی تفسیر چار فرقوں کے ساتھ کی گئی ہے انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین لہٰذا دُعا کے وقت اللہ تعالیٰ سے ان چار فرقوں کی راہ طلب کرنا چاہیے اور ان چاروں فرقوں کو اس وقت نظر اجمالی کے ساتھ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۶۵)

صالحین کی رفاقت

آگے چل کر لکھتے ہیں! واضح ہو کہ عام مومنین کو چاہیے کہ صالحین کی رفاقت طلب کریں اور صالحین شہداء کی رفاقت، شہداء صدیقین کی اور صدیقین انبیاء کی رفاقت، عام آدمی کو ان چاروں کی رفاقت درجہ بدرجہ کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر کسی شخص کو بادشاہ کی مصاحبت مطلوب ہو تو پہلے اُسے جماعت دار کی رفاقت ضروری ہے جو ایسے رسالہ دار کی رفاقت میں ہو جسے بڑے اُمراء سے کسی امیر کی رفاقت حاصل ہو۔

اب اگر کوئی شخص ان سب وسائط اور وسائل کو ترک کر دے تو بادشاہ کی مصاحبت ممکن نہ ہو گی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اہلِ معرفت کے طریقوں میں داخل ہونے اہل اللہ کے ساتھ توسّل کرنے کو تمام اہلِ اسلام نے اچھا اور مبارک سمجھا ہے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۶۶)

برکات اور فیوض کا ظہور

بزرگوں کے حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی کلام انفاس، افعال

اور مکانات میں برکت عطا کرتا ہے۔ اور اُن کے ہم مجلس لوگوں، اولاد، نسل اور زیارت کرنے والوں میں متواتر طور پر برکات و فیوض کا ظہور فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ میں انہیں وہ مرتبہ اور شان عطا کرتا ہے کہ اُن کی دُعائیں مستجاب ہوتی ہیں ان کے متوسلین کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور عالمِ برزخ، میدانِ قیامت اور عالمِ ملکوت میں جو خصوصیات انہیں عطا کی جاتی ہیں وہ اس قسم سے نہیں جنہیں عوام اہلِ ایمان ان جہانوں کے مشاہدہ کے بغیر عقلی دلائل سے معلوم کر سکیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۶۷)

عقیدہ شفاعتِ مصطفےٰ و اولیاء عظام

اور نیز انبیاء کرام و اولیاء عظام صلوات اللہ علیہم اجمعین کو منصبِ شفاعت باذن الٰہی ثابت ہے اور اصنام کو ہرگز ہرگز یہ بات حاصل نہیں۔

حضور شفاعت فرمائیں گے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کون ہے جو اس کی اجازت اور حکم کے سوا شفاعت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں مجھے شفاعت کا رُتبہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۱۲)

تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے!

قیامت کے دن تین قسم کے اشخاص شفاعت کریں گے، پہلے انبیاء، پھر علماء اور پھر شہداء (رواہ ابن ماجہ)

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۱۳)

بُت اور صالحین کے درمیان فرق

سوال:

مشرکین بھی اپنے بتوں کو زمین آسمان کا خالق نہیں جانتے تھے بلکہ وہ بتوں کو اپنا شفیع اور وسیلہ بناتے تھے جیسا کہ اس آیت شریف سے سمجھا جاتا ہے پس مومنین جو انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور توسّل کا عقیدہ رکھتے ہیں اور مشرکین جو بتوں کی شفاعت و توسّل کا عقیدہ رکھتے ہیں اُن کے درمیان کیا فرق رہا۔ اس لئے کہ انبیاء اولیاء اور اصنام سب غیر اللہ ہیں اگر کوئی فرق ہے تو بیان کرو۔

جواب:

فرق واضح ہے مشرکین اپنے اصنام (بتوں) کو معبود اور مستحق عبادت جانتے تھے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۰۹)

مشرکین کا مذہب

نیز مشرکین کا مذہب تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی صورت میں مقبول ہوتی ہے جبکہ اس کی عبادت کے ساتھ ان صالحین کی عبادت بھی مل جائے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت تنہا ہو تو مقبول نہیں ہوتی بلکہ حق تعالیٰ نہایت عظمت اور بلندی والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے تقرّب کے لئے بالکل مفید نہیں، بلکہ انہیں صالحین کی عبادت ہی ضروری ہے اور یہ صالحین اب بھی سُنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور اپنی عبادت کرنے والوں کی شفاعت کرتے ہیں اور ان کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں۔ پھر ان صالحین کے ناموں کے مطابق پتھروں کو کھڑا کر دیا اور ان صالحین کی طرف توجہ کرتے وقت ان پتھروں کو قبلہ بنایا، اس کے بعد ان کی اولاد ہوئی جنہوں نے ان بتوں اور صالحین کے درمیان کوئی فرق نہ کیا اور انہیں بتوں کو سچا معبود یقین کر لیا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان

مشرکین پر مختلف طور پر ردّ فرمایا۔ کبھی فرمایا کہ: حکم اور ملک خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کبھی فرمایا کہ: یہ بے دست و پا ہیں نہ اُن کے پاؤں ہیں کہ چل سکیں نہ ہاتھ ہیں کہ پکڑ سکیں نہ آنکھیں ہیں کہ دیکھ سکیں نہ کان ہیں کہ سُن سکیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۱۱۔ ۲۱۲)

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام اہلسنّت مامور من الرسول حضور پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے مراد یہ ہے کہ مشرکین صالحین کو معبود بناتے تھے اور ان کی حاکمیت اور بادشاہت ثابت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تردید میں فرمایا: لا اِلٰہ الا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نیز فرمایا کہ حاکمیت اللہ کے لئے مخصوص ہے پس بادشاہ بھی وہی ہے اہلِ ایمان اور توحید انبیاء اولیاء صالحین کو معبود نہیں مانتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو ہی حاکم اور بادشاہ مانتے ہیں ہاں وہ صالحین کو وسیلہ مانتے ہیں نہ وہ صالحین کو مستحق عبادت جانتے ہیں اور نہ ہی ان کی عبادت کرتے ہیں ہاں ان سے دُعا کرواتے ہیں یا خود دُعا میں اُن کے ساتھ توسّل کرتے ہیں:۔

بزرگوں کے نام کا ذبیحہ

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید نے ارادہ کیا ہے کہ اگر فلاں کام میری خواہش کے موافق انجام پذیر ہو جائے تو میں سیدی عبدالقادر یا سیدی خواجہ اجمیری کا بکرا یا حضرت قبلہء عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی گائے یا حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا دُنبہ یا حضرت خواجہ احمد عبدالحق رودلوی رحمۃ اللہ علیہ کا توشہ وغیرہ دُوں گا اور حاجت پوری ہو جانے کے بعد حیوانات مذکورہ کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا اور توشہ درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اس طعام کھلانے اور فاتحہ کا ثواب حضرت خواجہ کی روح پر فتوح کو بخش دیا۔ کیا مندرجہ بالا جانوروں اور توشہ کا کھانا جائز ہے یا نہ۔ اور غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے اور بزرگان اسمائے گرامی کے ساتھ مشہور کرنے سے یہ چیزیں حرام ہو جائیں گی یا نہ؟

الجواب وھوالموفق للصواب

محض بزرگوں کے ناموں سے مشہور کر دینے سے یہ چیزیں حرام نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

قرآن فرماتا ہے

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ

جن چیزوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اُن میں سے کھاؤ اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ ایمان رکھتے ہو۔

(سورۃ الانعام آیت ۱۱۸)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے!

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اُن چیزوں میں سے نہیں کھاتے جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ ہم وہ چیزیں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں جو تم پر حرام ہیں۔

(سورۃ الانعام آیت ۱۱۹)

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۱)

حرام کھانا کون سا ہے؟

اور وہ یہ ہیں!

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۖ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ

کہ تم پر مُردار، خون، سوّر کا گوشت اور وہ چیز جس پر غیر خدا کا نام یاد کیا گیا ہے جو گلا گھونٹ کر ماردی گئی یا پتھر اور عصا کے ساتھ قتل کی گئی یا بلند جگہ سے گر کر مر گئی یا سینگ لگنے سے مر گئی یا اُسے درندہ نے کھالیا مگر وہ جسے تم نے ذبح کر لیا ہو حلال ہے اور جو (معبودانِ باطل کے) نشانوں پر ذبح کی گئی وہ حرام ہے اور قرعہ کے تیروں کے ذریعے تقسیم کرنا بھی یہ سب باتیں فسق ہیں الآیۃ۔

(سورۃ المائدہ آیت ۳)

معترضین کو جواب

اور جو لوگ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں بزرگوں کے ناموں سے مشہور ہوئی چیزوں کو حرام کہتے ہیں ان کے جواب میں فرماتے ہیں!

قرآن کریم میں بحیرہ اور سائبہ وصلیہ اور حوامی کا ذکر ہے۔ یہ سب جانور بتوں کے نام پر

شہرت دیئے جاتے تھے اور ان کی طرف قطعاً منسوب ہوتے تھے مع ہذا اس شہرت اور نسبت نے ان میں بالکل خبث پیدا نہیں کیا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے بھی حلال نہ ہو سکیں۔

بتوں کے نام پر جانور آزاد کر دیئے

تشریح مقام کے طور پر ہم مفصلاً سمجھائے دیتے ہیں کہ اہلِ جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کے لوگوں نے چند احکام خود اختراع کر لئے تھے اور اُن میں اپنے اسلاف کے طریقہ کو سند سمجھتے تھے مثلاً بحیرہ وہ اونٹنی ہوتی جو بتوں کے نام پر آزاد کر دی جاتی اور اس کا دودھ کوئی شخص استعمال نہ کر سکتا تھا سائبہ وہ جانور ہوتا جس پر بتوں کا نام لے کر بار برادری ترک کر دی جاتی۔ وصیلہ اُس اونٹنی کو کہتے تھے جو پہلے بار مادہ شُتر جنے اور پھر متصلاً دوسری دفعہ بھی مادہ شُتر پھر بتوں کے نام پر آزاد کر دی جائے اور حامی اُس اونٹ کو کہتے تھے جس سے چند بچے حاصل کر لینے کے بعد سواری وغیرہ معاف کر دی جاتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مندرجہ بالا بناوٹی احکام کی تردید نازل فرمائی۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

(سورۃ المائدہ آیت ۱۰۳)

ان کو حرام نہیں فرمایا

یعنی اشیاء مذکورہ کو حرام سمجھنا یہ کفار کا افترا اور بہتان ہے اللہ تعالیٰ نے تو ان کو حرام نہیں فرمایا بلکہ حکم دیا کہ کھاؤ جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے (میوے ہوں یا کھیتی باڑی یا چہار پائے، یہ سب چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں) اور شیطان کے راستوں کی تابعداری مت کرو جس طرح کفار اور اہلِ جاہلیت نے اختراع کیا ہے یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں فرمایا اسے حرام سمجھ لیا اور جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کا حکم نہیں دیا اُسے حلال سمجھ لیا۔ (فتح البیان)

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۴ تا ۱۵ ابار ہشتم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

شرائط ذبح واقسام

ذبح کے لئے چھ چیزیں ضروری ہوں گی۔

(۱) ذابح کا خود بسم اللہ پڑھنا۔
(۲) صرف اللہ تعالیٰ کا نام لینا۔
(۳) غیر کا نام نہ لینا۔
(۴) اسی مذبوح جانور پر بسم اللہ کہنا نہ دوسرے جانور پر۔
(۵) اور ذبح اور بسم اللہ کے درمیان عملِ کثیر کا فاصلہ نہ کرنا۔
(۶) خالصاً اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے ذبح کرنا نہ غیر کے لئے۔

اقسام ذبح

(۱) اول ذبح صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے خون گرانا اور اخراجِ روح مقصود ہو اور محض اُسی کے تقرب کا ارادہ ہو۔ جیسا کہ کعبہ شریف کے ہدایا اور عید اضحیٰ کی قربانیاں اور صحیح نذروں کی قربانیاں وغیرہ۔ یہ قسم عبادت ہے لیکن اس کے لئے بھی چند شرائط ہیں جو فقہ میں مذکور مثلاً مکان اور زمان کا تعین وغیرہ۔

دوم ذبح سے تقرب ہرگز مراد نہ ہو۔ نہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ غیر کے لئے بلکہ محض چھری کا امتحان کرنے کے لئے جانور ذبح کر ڈالا یہ قسم نہ عبادت ہے نہ گناہ۔ مگر حلال ہونے کے لئے مذکورہ بالا چھ شرطیں پائی جانی چاہئیں۔

سوم ذبح سے مقصود غیر خدا کا تقرب ہو اور اخراج روح بھی اُسی غیر کے لئے خواہ اُس پر ذبح کے وقت خُدا کا نام بھی لیا گیا ہو، اسی قسم کو فقہاء نے ذبح بغیر اللہ سے تعبیر کیا ہے، یہ قطعاً حرام ہے۔

چہارم ذبح سے مقصود صرف جان کشی اور خون گرانا نہیں بلکہ گوشت مطلوب ہے اپنے کھانے کے لئے یا بیچنے کے لئے یا ضیافت کے لئے یا خوشی اور غمی کی تقریب یا بزرگوں کی فاتحہ اور نیاز کے لئے یا اللہ تعالیٰ کی نذر ادا کرنے کے لئے مذکورہ بالا امور میں ذبح کہیں امرِ مباح کے لئے وسیلہ ہے جیسا کہ کھانا یا بیچنا یا امرِ مستحب کے لئے جیسا کہ ضیافت یا فاتحہ اور نیاز، بزرگوں کے عرس وغیرہ یا امر واجب کے لئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی نذر یا امر حرام کے لئے جیسا کہ کوئی جانور اس لئے ذبح کیا تا کہ اُس کا گوشت کسی ظالم کو رشوت کے طور پر دے کر کسی مسلمان کی حق تلفی کرا لے۔ لہٰذا

چوتھی قسم کے تمام جانوروں کا گوشت کھانا بلا شک جائز ہے۔ فقہاء کے اصطلاحی تقرب اِلی غیر اللہ والی قسم سے ہرگز نہیں بشرطیکہ خُدا کا نام لے کر ذبح کرے گو لغوی طور پر اس قسم کی تعریف اُس پر صادق آجائے۔

ما اھل بہ لغیر اللہ سے خارج ہیں

لٰہذا جس جانور پر آواز بلند کی جائے کہ یہ فلاں بزرگ کی فاتحہ یا نیاز کے لئے ہے مگر اس سے مقصود گوشت کھانا اور ثواب پہنچانا ہوتا ہے فقط ہندوؤں کی طرح بھوگ کے طور پر جان کشی مقصود نہیں ہوتی۔ یہ قسم وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ سے خارج ہے اور اس میں حقیقۃً تقرب الی الغیر نہیں پایا جاتا اور یہی حکم ان کھانے پینے کی چیزوں کا ہے جو بزرگوں کے فاتحہ اور نیاز کے لئے جمع کی جاتی ہیں یعنی یہ سب نذر بغیر اللہ میں داخل نہیں ہیں۔

نیت کا اثر

مندرجہ بالا تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بعض اعمال میں نیت کو خاص اثر حاصل ہے یعنی نیت کی وجہ سے اس عمل کو عبادت کہہ سکتے ہیں ورنہ نہیں مثلاً صرف خون بہانا اور رُوح نکالنے کی نیت سے اگر کوئی جانور ذبح کیا جائے تو وہ عبادت ہو گا لٰہذا اگر اس سے تقرب الی اللہ مطلوب ہے تو جانور حلال ہو گا اور ذابح اس عبادت کے ثواب کا مستحق ہو گا اور اگر تقرب الی الغیر مقصود ہے تو یہ غیر خدا کی عبادت ہو گی اور غیر خدا کی عبادت کُفر ہے لٰہذا وہ جانور حرام ہو گا کیونکہ ذابح کی طرف سے نیت کا خُبث اس میں سرایت کر گیا ہے اور اگر بغیر ارادہ ذبح کیا جیسا کہ چھری کی آزمائش وغیرہ کے لئے تو یہ امر مباح عبادت نہیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۵۱ تا ۵۴ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

بحث نذر اولیاء اللہ

جاننا چاہیے کہ لفظ نذر کے دو معنی ہیں۔

نذر شرعی

(ا) شرعی (۲) وعرفی۔ نذر شرعی جو واجب الادا ہے اُس کا معنی شرع شریف میں یہ ہے کہ مومن کا طاعت مقصود بالذات کو اپنے آپ پر واجب کرنا وہ طاعت خود پہلے قبل از نذر واجب نہ ہو۔

(جو) عبادت ہے اور خاص ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے (اور غیر کی نذر اسی معنی کی رو سے شرک ہے اور حرام)

نذر عرفی

(۲) نذرِ عُرفی۔ اس کو فارسی میں نیاز کہتے ہیں اور یہ عبارت ہے اس سے کوئی ادنیٰ شخص کسی اعلیٰ شخص کی خدمت میں کوئی شے پہنچائے اور عوام مسلمین جب یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر میرا کام ہوگیا تو اس قدر نذر حضرت غوثِ اعظم قدس سرہ کی دوں گا۔ تو ان کی مراد معنیٰ عرفی ہوا کرتے ہیں اور معنی شرعی ان کی مراد نہیں ہوا کرتے اس واسطے کہ معنی شرعی ہرگز ان کے ذہن میں حاصل نہیں ہوتے اور جو چیز ان کے ذہن میں نہیں کس طرح اس کو مُراد لے سکتے ہیں۔

نذر عرفی کے معنے

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں اس نذر عُرفی کے یہی معنے ہیں اور یہی اس کی حقیقت ہے کہ میت کی روح کو طعام کا ثواب ہدیہ کیا جائے یا مال کے خرچ کرنے کا ثواب اس میت روح کو پہنچایا جائے اور یہ امر مسنون اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

اُم سعد کا کنواں

جیسا کہ بخاری اور مسلم میں جو اُم سعد کا حال مروی ہے وہ اس نذر کو مستلزم ہے پس حاصل اس نذر کا یہ ہے کہ فلاں بزرگ کی روح کو اس قدر ثواب ہدیہ کرتا ہوں اور ولی بزرگ کا نام اس واسطے لیا جاتا ہے کہ عمل منذُور کی تعین ہو جائے نہ اس واسطے کہ وہ ولی مصرف ہے طعام یا مال کا بلکہ مصرف اس طعام یا مال کا اس ولی کے اقرباء اور خادم وہم طریقت ہوتے ہیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۷۰۔ ۱۷۲ مطبوعہ کتب خانہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

فقرا کا حق ہے

اور اس کی مثال یہ ہے۔

مسئلہ نذر کا دولت منداور غنی کو دینا جائز ہے اس لئے کہ نذر کا مال فقراء کا حق ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جامع البرکات میں تحریر فرماتے ہیں۔ نیت پر مدار ہے پس جو کچھ میت کے اہل وعیال کے لئے پکایا جائے وہ ان کے لئے خاص رکھا جائے اِن کے اغیار کے لئے جائز نہیں۔ اور جو چیز اس نیت سے پکائی جائے کہ میت کی طرف سے خیرات ہوگی مساکین کے لئے وہ مساکین کو دی جائے اور جو چیز خیرات اور تصدق فقراء کی نیت سے نہ ہو وہ اغنیاء کو بطورِ ہدیہ مل سکتی ہے۔ اور جو چیز ضیافت کی نیت سے پکائی جائے اُس کا کھانا فقیر اور غنی ہر ایک کو جائز ہے۔ جیسے بزرگانِ ہند کے عُرسوں میں ہوتا ہے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۷۵۔۱۷۶ مطبوعہ کتب خانہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

ایصالِ ثواب کے متعلق اِستفتاء اور جواب طلب

پہلی صورت

ما قولکم دام فضلکم صور مسطورہ۔ میں کہ ایک شخص نذر معیّن کرے اس طور پر کہ اگر میرا مریض اچھا ہو جائے یا مسافر میرا گھر میں خیریت سے آجاوے تو میں اللہ کے نام کا بکرا دوں گا اور ثواب اس ولی اللہ کو پہنچاؤں گا۔

دوسری صورت۔

اے ولی اللہ! اگر میرا مریض اچھا ہو جاوے تو میں تیرے نام کا بکرا دوں گا۔

تیسری صورت

اے ولی اللہ! اگر میرا مریض تم نے اچھا کیا یا میرا مطلب تم نے پورا کیا تو میں تمہارے نام کا بکرا دوں گا۔

پھر بعد حصولِ حاجت کے بکرا لے کر ولی اللہ کی قبر کے نزدیک ذبح کرے کہ میرا اس ولی اللہ نے نگاہ میں رکھا ہے یا اپنے گھر میں ذبح کرے کیا ان صُورتوں میں وفاء نذر واجب ہے یا نہ؟ اور ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ اور حرمت کی وجہ ارتداد ہے یا غیر۔ اور وجہ ارتداد کی ولی اللہ کو متصرفِ حقیقی جاننا ہے یا وسیلہ کی صورت میں بھی و بر وجہ اوّل اگر وہ مرتد نہ ذبح کرے تو پھر بھی ذبیحہ حلال ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

جواب نذر واجب ہے

پہلی صورت میں ایفاءِ نذر واجب ہے اور ذبیحہ حلال۔ ایسا ہی دوسری صورت میں بھی اگر مقصود ذبح اور جانکشی لِلّٰہ ہے اور ایصال ثواب ولی کے لئے۔ اور اگر نفسِ ذبح ولی کے لئے ہے تو ذبیحہ حرام اور ایفاء عہد بالنذر واجب نہیں۔

تیسری صورت میں اگر ولی کو وسیلہ سمجھ کر ایصالِ ثواب مقصود ہو تو جائز اور ایفاء واجب ہے ورنہ ذبیحہ حرام اور ایفاء غیر واجب۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۷۹ مطبوعہ کتب خانہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

تو پھر جائز ہے

بحر الرائق اور بعض دوسری معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھانا وغیرہ کسی بزرگ کی قبر پر اُس کے تقرب کی خاطر لائے تو یہ درست نہیں اور حرام ہے اور اگر نیت یہ ہو کہ اس کھانے وغیرہ کو زندہ مسلمانوں کو دے گا اور طعام دینے کا ثواب صاحب قبر کے رُوح کو پہنچائے گا تو یہ جائز ہے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۸۱، ۱۸۲ مطبوعہ کتب خانہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

پاکیزہ لڑکا دوں گا

رہا یہ قول ناذر کا (اگر میرا مریض تم نے اچھا کیا) سو اگر مقصود اُس کا اس نسبت سے شفیعانہ طور پر ہے تو مضائقہ نہیں نسبت وسائل کی طرف قرآن کریم سے ثابت ہے۔

لاھب لك غلاما زکیا۔

فرشتے نے مریم سے کہا! میں تجھے پاکیزہ لڑکا عطا کروں گا۔

ہاں اگر ہر دو فقرہ مذکورہ بالا میں یعنی میں تیرے نام کا بکرا دوں گا اور اگر میرا مریض تم نے اچھا کیا) استقلالی طور پر نسبت ہے یا شفیع غالب سمجھ کر۔

(یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح ولی بھی ذاتی طور پر مریض کو ٹھیک کر سکتا ہے اس وجہ سے اس کے تقرب کے لئے ذبح کرنے کا عقیدہ رکھ کر ذبح کیا) تو بے شک ناذر مُرتد ہے اور اسکی ذبیحہ مرتد ہے اور اگر ناذر مرتد خود نہ ذبح کرے بلکہ دوسرے مسلمان سے خدا کے نام پر ذبح واقع ہو تو ذبیحہ حلال ہے۔

تین طریقوں سے جائز ہے

نذرِ اولیاء تین وجوہ سے مباح اور جائز ہے پہلا یہ کہ نذر گزار اللہ تعالیٰ کی جناب میں

عرض کرے کہ اگر میری مُراد حاصل ہوگئی تو اے اللہ! تیری نذر فلاں بزرگ کے مزار کے خُدّام کو دُوں گا۔

دوئم یہ کہے کہ بزرگ کو مخاطب بنا کر یا حضرت! آپ جنابِ الٰہی میں میری اس مشکل کے لئے دُعا کریں کہ میری یہ مُراد حاصل ہو جائے تو آپ کی طرف سے اِس قدر طعام یا نقد جنابِ الٰہی میں بطور تصدق پیش کروں گا تا کہ آپ کو ثواب ملے۔

بزرگوں کو وسیلہ بنا کر

سوئم یہ کہ اس بزرگ کو جنابِ باری تعالیٰ میں وسیلہ اور شفیع بنا کر عرض کرے الٰہی فلاں بزرگ کے رُوح کی برکت سے اور بحق اپنی مہربانی اور عنایت ہر دو امر کے اگر میری مشکل حل فرمائے گا تو اس قدر مال آپ کے لئے خیرات کروں گا اور ثواب اس کا اس بزرگ کے روح کو بخشوں۔

فوائد بُرہانیہ استفتاء مولوی رفیع الدین

سوال: بزرگوں کے فاتحہ دلوانے میں طعام کی تخصیص مثلاً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ دلواتے وقت کھچڑہ (ہرلیسہ) کو خاص کیا جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق کی فاتحہ دلوانے میں توشہ خاص اور اسی طرح کھانے والوں کی بھی تخصیص کی جاتی ہے ان ہردو تخصیصات کا کیا حکم ہے؟

مستحسن امر ہے

جواب: فاتحہ دلوانا اور طعام کھلانا بلاشُبہ امرِ مستحسن ہے اور مستحب تخصیص اُس شخص کا فعل ہے جو طعام اور اس کے کھانے والوں کا مخصص ہے اور اُس کے اختیار میں ہے پس یہ تخصیص امرِ مستحب کے ممنوع ہونے کا باعث نہیں ہوسکتی اور یہ تخصیصات رسم و رواج اور عادات کی اقسام ہیں ابتداءاُن کی کسی خاص مصلحت اور مخفی منشاء کی وجہ سے ہوئی اور رفتہ رفتہ شائع اور رائج ہوگئیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۷۹۔۱۸۷ مطبوعہ کتب خانہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

▪ باوجود ارتکاب بدعات قبور پر جانا کیسا ہے؟

چلو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قبروں کی زیارت فاتحہ اور ایصال ثواب اور دُعائے مغفرت کے لئے مسنون اور جائز ہے اسی طرح انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی ارواح طیبہ کے ساتھ استعانت اور استمداد بھی جائز ہے۔

کافر ومشرک کہنا ناجائز ہے

کم از کم استمداد کے مرتکب کو کافر اور مشرک کہنا تو قطعاً ناجائز ہے بشرطیکہ ان کے مستقل مختار اور معبود ہونے کا عقیدہ نہ ہو لیکن آج کل اکثر مقاماتِ متبرکہ اور مزاراتِ شریفہ پر فسق وفجور اور بدعات کا ارتکاب عام ہے لہٰذا اندریں حالات ایک متقی اور متبع سنت انسان کے لئے وہاں جانا کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔

جواب صفا مروہ شعائر اللہ ہیں

صفا اور مروہ کا شعائر اللہ میں سے ہونا تمام مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ امر ہے اولاً حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے ان پہاڑیوں کے درمیان حق سبحانہ وتعالیٰ کی معیتِ خاصہ کی تجلی ظاہر ہوئی اور ان کی مشکل حل فرمائی اور بعد ازاں شعائر اللہ کا معنی ان دو پہاڑیوں کا جوہر ذاتی ہو گیا جیسا کہ تفسیر فتح العزیز میں ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والتسلیم کا مطالعہ کرنے والے پر واضح ہے کہ مدتِ مدید اور عرصہ بعید تک کفار ومشرکین نے ان پہاڑیوں پر اپنے بُت کھڑے کر کے بُت پرستی جاری رکھی۔ لیکن اس شرک وبدعت کی خباثت نے صفا ومروہ کا سعی چھوڑ دینے میں کوئی اثر نہ کیا۔ اسی طرح غلط کار لوگوں کے فسق وگناہ اور اہلِ بدعت کی بدعتوں کی وجہ سے جائز طریقہ پر قبروں کی زیارت سُنّت کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح کعبۃ اللہ میں ۳۶۰ بتوں کو دیکھنے کے باوجود اس کی رفعت وعظمت سلامت اور باقی رہی اور طواف کرنے میں کوئی اثر نہ کیا) لہٰذا اسی طرح مقامات مقدسہ متبرکہ پر اہل معاصی کا ارتکابِ جرائم بھی زیارت وفاتحہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنّت ہے ہرگز نہیں روک سکتا۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۵۸ تا ۲۵۹ مطبوعہ کتب خانہ گولڑہ شریف ۲۰۱۱)

ارواح کے متعلق سوالات اور اُن کے جوابات

سوال:۔ مُردہ کی روح وفات کے بعد کہاں جاتی ہے آیا جواب دہی میں ماخوذ ہو جاتی ہے یا دُنیا میں اپنے جسمِ عنصری کے اوپر پرواز کرتی رہتی ہے جیسا کہ بعض اہلِ ہنود کا خیال ہے؟

جواب:۔ افلاکِ سبعہ کے اوپر

مومنین کی روح افلاک سبعہ کے اوپر مقامِ علیین میں اور کفار کی اسفل السافلین میں قیام پذیر ہوتی ہے صرف جواب دہی کے لئے بدن عنصری کے ساتھ تعلق دیا جاتا ہے جس کا اثر دگر گونہ حیات ہے نہ یہ حیاتِ دنیوی جو منشاء تغذی اور چلنے پھرنے کا ہے، جواب دینے کے بعد یہ تعلق بھی نہیں رہتا۔

سوال:۔

(ب) بارہ سال سے کمسن بچے کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا ہے جو بڑوں سے ہوتا ہے یا کچھ رعایت ملتی ہے؟

جواب:۔

مومنوں کے نابالغ بچے جنت میں اور ایسا ہی کفار کے بھی بقولِ بعض جنت میں قیام پذیر ہوتے ہیں۔

سوال:۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ جہاں آدمی مرتا ہے وہاں چالیس دن تک روح آتی ہے

جواب :۔ تعلق رہتا ہے

روح کا آنا تو نہیں البتہ ایک گونہ تعلق اور لگاؤ خاص طور پر رہتا ہے الحمدللہ کہ جانبین میں خیریت ہے والسلام۔

(فتاویٰ مہریہ شریف ص ۷۳۔۷۴ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰)

ثبوت ایصال ثواب، ارواح کا گھروں میں آنا

سوال نمبر ۱:۔ کسی کے والدین یا مولود راہیٔ بقا، فریق باقی ماندہ اس کے واسطے کوئی تحفہ تحائف کلام اللہ یا اشیائے خورد و نوش یا کہ چیز پوشیدنی کس وجہ سے دے سکتا ہے جو کہ اس کو پہنچے؟

ثواب پہنچتا ہے

جواب :۔ محتاج کو طعام اور پوشاک دینے کا ثواب اور کلام اللہ پڑھنے والے کا کلام اللہ پڑھنے کا ثواب میّت کو پہنچ سکتا ہے ایسا ہی درود وغیرہ کلام الٰہی و فعل خیرات کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔

سوال نمبر ۲:۔

نقد روپیہ یا زیور یا کہ کوئی خاص پارچہ اس اہلِ عدم نے حیات طلب کیا ہو اور میّسر نہ ہوا ہو اب وہ نقد دیا جاوے تو کس طرح سے اگر پارچہ ہے تو اس کی قیمت دی جاوے گی یا کہ خود کسی کو دیا جائے اور کس طریقہ سے جو اس کو پہنچے؟

سوال کا جواب :۔

وہ اشیاء جن کو متوفی نے بعینہٖ طلب کیا ہو گو ان کی قیمت کا دینا محتاج کو متوفی کے لئے مفید ہو جائز ہے مگر ان اشیاء مطلوبہ بعینہٖ کا دینا مناسب تر ہے۔

سوال نمبر ۳:۔ اگر پسماندہ کا خیال ہو کہ قبر پر جا کر اس کو بخشے تو کس طرف بیٹھے گا اور کس کلام مبارک کا ختم شریف کر کے اس کی رُوح کو ایصالِ ثواب کرے گا کس تعداد تک آیا اس کے

واسطے کوئی خاص مقدار ہے یا جس دن چاہے؟

ثواب پہنچانے کا طریقہ

جواب :۔ میّت کے منہ اور سینہ کے مقابل پشت بقبلہ ہو کر الحمد شریف مع الٓمّٓ ﴿١﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ۔ مُفْلِحُوْنَ تک ایک مرتبہ قل ھو اللہ احد اخیر تک گیارہ مرتبہ پڑھے اور ثواب میّت کو بخشے یا جو کچھ کلام اللہ یا کلمہ شریف یا درود شریف پڑھا ہو سب کا ثواب بخش دے۔

سوال نمبر ۴ :۔ اگر پس ماندہ چاہیں کہ اُس دوست گم شدہ کا دیدار کریں یا کہ وہ انہیں دیکھے۔ تو کس کلام شریف کے ذریعہ سے؟ ظاہری دیکھنا تو غیر ممکن ہے مگر خواب میں دیکھا جاوے تو وہ کون سی کلام مبارک ہوگی اور کس تعداد تک پڑھی جاوے گی اور کس وقت پر؟

کونسی سورتیں پڑھے

جواب :۔ رات کو سورۂ والشّمس، والیل، والضحیٰ، الم نشرح ہر ایک سورت سات سات مرتبہ پڑھ کر ان کا ثواب میت کو بخشے اور پھر کسی سے کلام نہ کرے اور سو جائے۔

سوال نمبر ۵ :۔ ارواح کا اپنے گھروں میں آنا ہو سکتا ہے؟ کس عرصہ تک ہر روز یا کہ خاص دن میں اگر خاص دن ہے تو کونسا ہے؟

جمعرات اور جمعہ

جواب :۔ ارواح کا تعلق کس قدر بدن سے چالیس روز تک، ایسا ہی ہر شب جمعہ و روزِ جمعہ ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے۔ اس تعلق خاص کو آنا سمجھئے نہ یہ کہ عالمِ ارواح سے نکل کر جسم کی طرح انتقالِ مکانی کرتے ہیں۔ البتہ در ایامِ مذکورہ خاص تعلق ایسا ہی اثر رکھتا ہے جیسا کہ وہ خود آ گئے ہیں۔ یعنی بحیثیت مشیّت ایزدی باخبر ہوتے ہیں۔

جن دنوں میں ارواح آتی ہیں

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بروز عید اور عاشورہ، ماہ رجب کا پہلا

جمعہ اور ماہ شعبان کی پندرہویں رات اور شب قدر اور ہر جمعہ کی رات میں ارواح قبروں سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر اپنے پسماندگان سے سوال کرتے ہیں کہ اس مبارک رات میں ہمارے ساتھ کسی صدقہ یا طعام سے امداد کرو کہ ہم محتاج ہیں۔ کتاب درالسجان للسیوطی، وکتاب دقائق الاخبار امام عبدالرحی اِبن احمد ص ۲۰) اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواح موتی ایامِ مذکورہ میں اپنے گھروں کے دروازہ پر آتے ہیں۔

صبر حاصل کرنے کا طریقہ

سوال نمبر ۶:۔ اگر پسماندہ مہجور شدہ چاہے کہ مجھے صبر حاصل ہو تو کس کلام شریف کے ذریعہ سے، کس وقت اور کس تعداد تک ورد کرے گا، اگر از حد بے ہمت ہو تو کس قدر پڑھے گا؟

جواب:۔ اسم یا حیُّ یا قیوم ایک ہزار مرتبہ بوقتِ اذانِ فجر پڑھے اگر اس قدر نہ ہو سکے تو ۳۰۰ (تین سو) مرتبہ پڑھے، بعد ازاں دل پر دم کرے۔

قبر منور کرنے کا طریقہ

سوال نمبر ۷:۔ دوست مہجور شدہ کا مطلب ہو کہ دوست گم شدہ کا خانہ سکونتی کہ جس میں وہ مدفون ہے وہ منور ہو اور اعلیٰ قسم کی رحمتیں خداوند کریم جل شانہ سے اس پر نازل ہوں تو کس کلام شریف کا کس قدر اور کس وقت اور کس دن میں اس کا ذکر کرے؟

جواب: اس جگہ کلام اللہ شریف پڑھے یا پڑھوائے، ایسا ہی درود شریف جس قدر ہو سکے۔

طعام وکلام کا ثواب

سوال نمبر ۸:۔ اگر دوست گم شدہ عہد حیاتِ خود میں کسی چیز خورد و نوش کی زیادہ خواہش رکھتا تھا۔ اب اس کو دوست مہجور شدہ کس طرح سے پہنچاوے۔ ہر دن یا کسی خاص دن میں اور اس کی تجویز کیا ہوگی؟

جواب:۔ ہر دن یا شبِ جمعہ یا جس وقت اور جس دن چاہے پہنچا سکتا ہے، البتہ ہر شبِ جمعہ و ایامِ عید و عاشور وغیرہ (مندرجہ نمبر ۵) ضروری طعام یا کلام یا کسی خیرات کپڑا وغیرہ کا ثواب

پہنچانا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۹:۔ کلمہ شریف یا کہ درود شریف کا ثواب بخشنا کسی کے واسطے جائز ہے یا کہ نہیں، سنا گیا ہے کہ ناجائز ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

جواب:۔ جائز ہے۔

جانور کا ایصالِ ثواب

سوال نمبر ۱۰:۔ اگر دوست گم شدہ کسی قسمِ مویشی کی خواہش رکھتا ہو از قسمِ عام مویشی یا کہ از قسمِ پرندگان اب ان کا پہچانا کس طرح سے ہوگا آیا وہ چیز زندہ دی جاوے یا کہ قیمت اگر زندہ دینے کی خواہش ہو تو کس کو دیا جائے اور کس طریق سے دیا جائے۔

جواب: زندہ دینا محتاج کو بہ نسبت قیمت کے زیادہ مناسب ہے۔

بلا اُجرت کلام پڑھے

سوال نمبر ۱۱:۔ مُلّا جو قبر پر پڑھنے کے لئے بٹھائے جاتے ہیں وہ کس عرصہ تک پڑھتے رہیں؟ قرآن شریف ہی پڑھا کریں یا کوئی اور کلام؟

جواب: چالیس دن تک قرآن شریف پڑھایا جاوے مگر بلا شرطِ اُجرت کیونکہ قرآن شریف پڑھنے کی اُجرت لینی دینی حرام ہے۔ ہاں اگر پڑھنے والے کو لالچ نہ ہو اور دینے والا اُجرت سمجھ کر نہ دیوے تو جائز ہے مگر یہ مشکل ہے لہٰذا اچھا ہے کہ دوست یا خویش اقارب جو بلا اُجرت پڑھنے والے ہوں، پڑھیں۔

(فتاویٰ مہریہ شریف بار پنجم ص ۷۰۔ ۷۳ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰)

مخاطب لفظِ کُن ولی اللہ اور فرقہ صوفیہ کی ضرورت کے متعلق سوالات

سوال نمبرا:۔ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ (سورۃ یٰسین آیت ۸۲)۔ میں لہٗ کی ضمیر کا مرجع کون ہے۔ اگر شیئاً مانا جاوے تو اس کو خدا تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ قبل از تخلیق وہ مرجع نہیں ہو سکتی۔ اس کے تو پیدا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

جواب:۔ اشیاء موجودہ کے لئے قبل از تخلیق علمِ باری عز اسمہ میں ثبوت ہے اس مرتبہ میں اعیانِ ثابتہ کہلاتے ہیں ارجاعِ ضمیر یا یوں کہیے خطاب کُن کے لئے ثبوت علمی کافی ہے۔

ولی اللہ کے اصطلاحی معنے

سوال نمبر ۲:۔ ولی اللہ کے معنی اصطلاحِ صوفیاء میں کیا ہیں یا یوں کہ افراد انسانی میں کون سے فرد پر صحیح معنی میں لفظ ولی اللہ کا اطلاق ہو سکتا ہے یا یوں کہیے کہ طریقہ سلوک میں کون سا مرتبہ ہے جسے طے کرنے کے بعد سالک ولی اللہ کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے، تعریف ایسی ہو جو صوفیائے متقدمین مثل حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے متعلق ہو؟

جواب: سالک سائر الی اللہ بعد مشاہدات و تجلیات (ھو الظاھر) اور نیز تجلیات (ھو الباطن) اولاً بحسبِ خصوصیات و تمیزات اپنے کے اور ثانیاً بافناء بعض تمیزات ان کے مرتبہ جمع میں اور بالکلیہ فنا کے مرتبہ جمع الجمع میں ولی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔

صوفیاء کی ضرورت

سوال نمبر ۳:۔ فرقہ صوفیاء کی اسلام میں کیا ضرورت ہے کیونکہ احکامِ شرعیہ اور ارکانِ

اسلام کی تبلیغ تو بذریعہ قرآن شریف پیغمبر خدا نے فرما دی اور اس کی اشاعت علمائے اسلام برابر بذریعہ درس وتدریس وتحریر وتقریر کر رہے ہیں جو نجات کے واسطے کافی ہیں۔ صوفی ان احکامِ شرعیہ کے سوا کیا بتا سکتے ہیں اور نجات کے سوا کیا ہے جو اُن کی تعلیم کے سلسلہ میں مِل سکتا ہے؟

جواب نمبر ۳:۔ اور ظاہر ہے کہ تجلیاتِ افعالیہ اور صفاتیہ اور ذاتیہ کا مشاہدہ بحسبِ مراتب **بعضها فوق بعض** درس اور تدریس علمِ ظاہری سے نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ مہریہ ص ۶۸ تا ۶۹)

بیعتِ مروجہ مشائخ عظام اور سماع وغیرہ کے متعلق اعتراضات کے جوابات

(سوال نمبر ۱) بیعتِ مروجہ فی زمانہ سنت ہے یا واجب یا فرض اور اس کا ثبوت شرعی کیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بیعتِ خلافت تھی یا بیعتِ اسلام، بیعتِ طریقت کا سلسلہ کب سے شروع ہوا ہے؟

بیعتِ طریقت

جواب نمبر ۱:۔ بیعتِ طریقت مروجہ فی زمانہ سنت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تقویٰ اور اقامتِ اسلام پر بھی بیعت فرمائی ہے۔ چنانچہ انصار کی مستورات سے نوحہ نہ کرنے پر اور فقراء مہاجرین سے اس پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں۔

بخاری شریف کی روایت

صحیح بخاری وابن ماجہ ملاحظہ ہو۔ بیعتِ مروجہ کثرتِ ذکر الٰہی و زُہد و تقویٰ پر بھی اس قبیلہ سے ہے قال اللہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ (سورۃ ممتحنہ آیت ۱۲) اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وفی البخاری انہ اشترط علی جریر عند مبایعتہ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۳۔ ۱۴ کتاب الایمان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بیعت کی شرائط

بے شک آپ نے حضرت جریرؓ پر ان کی بیعت کرتے وقت شرط لگائی۔

رواہ ابن ماجہ انہ بایع ناسا من فقراء المھاجرین۔

(ابن ماجہ ص ۲۰۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

بے شک آپ نے فقراء و مہاجرین میں سے کچھ لوگوں کو بیعت فرمایا۔

سوال نمبر ۲:۔ بیعت مروجہ سے کیا غرض ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے؟

جواب نمبر ۲:۔ بیعتِ طریقت سے غرض حصولِ سکینہ باطمینان قلب و اخلاص و شوق و ترک ماسوی اللہ ہے سنت اللہ اس پر جاری ہے کہ علماء کی صحبت کے بغیر علم، خیاط کی مجلس کے بغیر خیاطت اور آہن گر کی صحبت کے سواء آہن گری حاصل نہیں ہوتی۔

ایک سے زیادہ بیعت کرنا؟

(سوال نمبر ۳) ایک شخص مدت العمر میں کتنے شخصوں سے بیعت کر سکتا ہے مشہور تو یہ ہے کہ ایک کے سوائے دوسرے بیعت کرنے میں رجعت ہو جاتی ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟

جواب نمبر ۳ ایک شخص کئی اشخاص سے بیعت تبرک و فیض حاصل کر سکتا ہے اور جائز ہے۔ بشرطیکہ شیخ اول کی تحقیر اور توہین نہ کرے ورنہ رجعت ہوگی۔ البتہ وہ شخص مستثنیٰ ہے جس کو جذبہ عشقیہ اور رابطہ کمال عشق شیخ کا دوسری طرف نہ جانے دے۔

ارشاد و تلقین

(سوال نمبر ۴) ارشاد اور تلقین کے قابل کون شخص ہوتا ہے؟ کچھ اس کے معیار یا شرائط ہیں یا نہیں۔ یا جس پر اعتقاد ہو جاوے بقول پیر من خس است و اعتقاد من بس است" مرید ہو سکتا ہے۔

جواب نمبر ۴۔ بیعت کرنے کے قابل وہ شخص ہوتا ہے کہ ضروری علم دینی کے علاوہ اوصاف ذیل بھی رکھتا ہو۔ متقی کبائر مجتنب صغائر پر غیر مصر، زاہد، عابد اشغال و اذکار پر مداومت کرنے والا، امر معروف نہی عن المنکر، ذو فہم،، مستقل رائے، شیخ کی صحبت سے فیض یافتہ۔

طریقت اور شریعت

(سوال نمبر ۵) طریقت شریعت کے کچھ خلاف ہے یا کمال شریعت کو طریقت کہتے ہیں یا کوئی اور شے ہے؟

جواب نمبر ۵:۔ طریقت، شریعت کے برخلاف نہیں۔ شریعت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایت وارشاد ہے اور طریقت اس پر چلنے کو کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۶:۔ رقص وسرود مروّجہ صوفیائے چودھویں صدی وعشق باطفلاں وزناں شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے اور متقدمین صوفیاء میں بھی قیاس پر عشقِ الٰہی کا دارومدار تھا جبکہ فی زمانہ صرف رقص وسرود عشق بازی مروان مایۂ طریقت وکمال سمجھتے ہیں؟

سوال نمبر ۷:۔ فسق وفجور ومحبت دُنیا کیا اہلِ طریقت کے نزدیک ممنوع نہیں ہے؟

عوام کے لئے حرام ہے

جواب نمبر ۶۔۷ رقص وسرود کے بارے میں حضرت شیخ سعدیؒ کا فیصلہ۔

بگویم سماع اے برادر کہ چیست
مگر مستمع راہدانم کہ کیست

کافی ہے۔ حصولِ عشقِ الٰہی کا مدار توجہ شیخ وکثرتِ ذکرِ الٰہی پر بشرطِ استعداد نہ عشق بازی بازناں وطفلاں۔ جب عوام کے لئے یہ حرام ہیں تو خواص کے لئے جن کی شان یہ ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ کیسے جائز ہو سکتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ بعض اہل اللہ کو حسینوں سے کسی وقت بوجہ مشاہدہ وانوار تجلیات میلان ہوا ہو۔ حضرت شمس تبریز وحضرت محبوبِ الٰہی و حضرت مجدد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات مندرجہ کتب مناقب اس پر شاہد ہیں۔ یہ میلان از قبیل حدیث صحیح ان اللہ جمیل ویحب الجمال۔ سمجھنا چاہیے۔ بے شک اللہ عزوجل صاحب جمال ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔

(مسلم جلد اول ص ۳۵ ۷ مکتبہ نزار مصطفےٰ الباز الریاض ۱۹۹۶)

کیا بیعت کا فائدہ ہے؟

سوال نمبر ۸:۔ بیعت سے سوائے تعلیم وتلقین، ذکر واشغال کے کچھ اور فائدہ ہے؟ اگر

بیعت سے مقصود تعلیم اذکار واشغال صوفیائے کرام ہیں تو کیا کتابوں میں جملہ اذکار واشغال صوفیاء درج نہیں اور اگر مقصود بیعت سے توجہ قلبی پیر ومرشد سے مرید طالبِ حق کو ایک دم میں یا چند مدت میں مقام قربِ الٰہی تک پہنچانا ہے تو یہ واقعہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہر فرد مسلمان ہندوستان کا کسی نہ کسی سے مرید ضرور ہے بلکہ بعض مشائخ موجودہ کے تقریباً ایک لاکھ یا پچاس ہزار تک بھی مرید پائے جاتے ہیں اور ان کے کسی مرید میں خلوص اب تک نہیں پایا جاتا۔

یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ پیر کو خدا بنا لیتے ہیں یا خود خدا بن جاتے ہیں۔ اب حضور عالمِ باعمل واکمل بھی ہیں اور حضور کے متوسلین بھی بہت ہیں ان میں سے واصلِ حق کتنے ہوئے اور کتنے طالبانِ حق ہیں ان سب کا جواب حضور اپنی قلم سے تحریر فرمادیں تاکہ احقر کی تسلی ہووے ورنہ صوفیائے زمانہ کو دیکھ کر عقل بھی حیران ہوتی ہے کہ خلافِ حکمِ شرع کو فقیری سمجھتے ہیں یا رقص وسرود وعشق بازی کو عشق بازی ناقصوں کو داعی شہوات ہے اور خوف ہے کہ مرتکبِ معاصی ہوجاویں۔

پابندی احکامِ شریعت ضروری ہے

جواب نمبر ۸:۔ بیعت کا فائدہ کتاب دیکھنے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس کی وجہ نمبر ۲ میں موجود ہے نیز حصولِ مطلب کے لئے کوئی مدت معین نہیں علی حسب اختلاف فی الاستعداد زمانہ کی کمی بیشی متصور ہوسکتی ہے۔

زمانہ موجودہ میں کن صاحبان کے لاکھ یا زیادہ مرید ہیں؟ اگر باوصاف مندرجہ نمبر ۴ واقعی شیخ ہے تو ضرور مرید کے لئے کم از کم پابندی احکام شرعیہ ہونی چاہیے۔ دوسری صورت میں دونوں میں سے ایک یا ہر دو کا قصور متصور ہوسکتا ہے۔ درویش واقعی سے کسی وقت انا الحق کا سرزد ہونا اور ہے اور غیر درویش متصنع کا کہنا اور۔ اس میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مولانا روم کا بیت ہے۔

آں انا را رحمت اللہ در فقا
ویں انا را لعنت اللہ از خدا

یا جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا ہے، نسخہ مثنوی اس وقت زیر نظر نہیں۔ طالبِ خدا بہت ہیں اور واصل بمعنی صاحب اطمینان ذوق وشوق بالغنی باللہ از ماسوی اللہ کم

(فتاوئ مہریہ شریف بار پنجم ص ۶۴۔ ۶۷ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰)

مسئلہ سماع (قوالی)

حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ مسئلہ سماع کا ذکر شروع تھا فرمایا: سماع صوفیاء کرام کے لئے لوازمِ ضروریہ سے نہیں ہمارے خواجہ شمس الدین سیالوی رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ سماع اہل اللہ کے لئے مقصود بالذات نہیں لیکن سماع سے انکار بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بہت سے اکابر اہل اللہ اہل سماع گذرے ہیں اور ان کا مقتدر ہونا بدرجہ تواتر پہنچا ہوا ہے۔ سماع کے متعلق شاہِ نقشبند فرماتے ہیں:

"نہ ایں کارمے کینم نہ انکارمے کینم۔"

(نہ ہم یہ کام کرتے ہیں اور نہ ایسا کرنے والے پر انکار کرتے ہیں) پھر اور کسی کے کہنے کی کیا حاجت ہے اصل طریقہ بین بین ہے اور ادھر ادھر ہو جانے سے تفریط ہو جاتی ہے ہمیں انصاف کا راستہ چلنا چاہیے اور زبان طعن بند رکھنی چاہیے۔ مستان ذوق وشوق خلق نامحرم کی گفتگو کی پرواہ نہیں کرتے لیکن سماع کے لئے اہلیت کا ہونا ضروری ہے۔

در گلستان ہر ورقے دفتر حال دگرست
حیف باشد کہ زحال ہمہ غافل باشی
چنگ در پردہ دھدت وعظ ولے
وعظ آنکہ دھدت کہ قابل باشی

باغ میں ہر پتہ ایک حال کا دفتر ہے افسوس ہوگا کہ تو اس سے غافل ہو۔ چنگ ورباب تیرے لئے مفید وعظ ثابت ہوگا بشرطیکہ تجھ میں اس امر کی اہلیت ہو۔

(ملفوظات مہریہ ص نمبر ۷۸) (صحیح مسلک ص ۴۰)

-------- قارئین محترم! مجدد اعظم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مفلوظ سے

واضح ہوا کہ حضرت قبلہ عالم سماع کو نہ تو سالک کے لئے مقصود بالذات سمجھتے تھے اور نہ ہر شخص کے لئے موزوں سمجھتے تھے اور نہ ارباب سوز و گداز کے سماع پر معترض تھے اور حق بھی یہی ہے واللہ اعلم۔

حضرت مجدد اعظم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مقدسہ میں بھی گولڑہ شریف محفلِ سماع کا اہتمام ہوتا تھا اور آپ کے وصال کے بعد حضرت بابو جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بھی محفلِ سماع کا اہتمام بڑے ذوق وشوق سے فرماتے تھے اور آج بھی دربارِ عالیہ گولڑہ شریف میں ہر روز قوالی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

سماع کسے کہتے ہیں

قارئین! سماع کا ثبوت قرآنِ مجید، احادیث مبارکہ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، پاکانِ اُمت اولیائے عظام اور علمائے حق سے ملاحظہ کیجئے۔

شاہ محمد حسین چشتی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف التماس میں لکھتے ہیں:

سب سے پہلے آپ حضرات کو سماع کی حقیقت سے روشناس کرانا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ آپ پر آنے والی سماع کے متعلق بحث کا سمجھنا آسان ہو جائے، اور سماع پر پیش کیے گئے دلائل کی روشنی میں سماع کی حُرمت، کراہت، استحباب و وجوب اور اباحت کے تمام گوشے اچھی طرح واضح ہو جائیں۔

علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۱۴۳ھ) فقہ حنفی کے مسلم الثبوت فقیہ و فاضل ہیں اور بے مثال عارف باللہ بھی۔ وہ سماع کی حقیقت کو اجاگر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ: سماع محققین کے نزدیک عام لفظ ہے جو شامل ہے سماع غنا کو خواہ زہد کے مضامین یا غزلیں، معین یا غیر معین، ترنم کے ساتھ یا بغیر ترنم کے، ساز کے ساتھ یا بغیر ساز کے یا تنہا ساز ہو اور آلاتِ موسیقی میں کوئی تفریق نہیں خواہ دف ہوں یا مزامیر یا چنگ و رباب، چاہے جھانجھ کے ساتھ دف

ہوں یا بغیر جھانجھ کے، پھر ان کے ساتھ نغمات ہوں یا نہ ہوں، رقص و وجد ہوں یا نہ ہوں شادی میں ہو یا ولیمہ میں عید کے دن ہو یا کسی غائب کی آمد پر یا ذکر و تہلیل اور درود کے ساتھ ہو یا ایسا نہ ہو، پھر چاہے آدمی اکیلا گھر میں سنے یا مسجد میں یا اہلِ علم اور نیک لوگوں کی جماعت میں یا دوسروں کے ساتھ۔ چاہے اچانک بلا قصد کے یا بالقصد لوگوں کو جمع کر کے کسی مخصوص وقت میں یا عام اوقات میں خواہ مرد ہوں یا عورتیں لفظ سماع ان سب صورتوں کو عام ہے، جب لفظ سماع بولا جاتا ہے تو یہی مراد ہوتا ہے اور سب کا حکم ایک ہے یہ سماع اور وہ سماع کہہ کر فرق کرنے کا کوئی معنیٰ نہیں۔

(ایضاح الدلالات فی سماع الآلات ص ۲۴ بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۱۳۔۱۴)

اور یہی بات حاجی شاہ محمد خان وارثی نے بھی اپنی کتاب ''تحفۃ الفقیر فی اباحۃ السماع والمزامیر'' میں علامہ نابلسی علیہ الرحمہ کے حوالے سے نقل فرمائی ہے۔ لیکن آج ہمارے عرف میں مذکورہ اطلاقات کے درمیان بڑا نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

چنانچہ ہمارے عرف میں جب لفظ سماع بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ قوالی ہوتی ہے جو آج بہت سے بزرگانِ دین کے اعراس کے موقعوں پر ان کی خانقاہوں میں ہوتی ہے۔ (جیسا کہ تقریباً سترہ سال سے مُرشدِ کریم میرے دادا حضور حضرت پیر سید دیوان علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر خانقاہی سماع ہوتی ہے اور میرے پیر خانہ خانقاہ عالیہ مجدد اعظم پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی خانقاہی محفلِ سماع ہوتی ہے۔ گولڑہ شریف میں ہر روز خانقاہی محفلِ سماع کا اہتمام کیا جاتا ہے۔) جس میں حمد، نعت و منقبت کے اشعار قوال ساز و مزامیر کے ساتھ گاتے ہیں اور مشائخ کرام اور صالحین اُمت کے ساتھ مریدین و متوسلین اور معتقدین سنتے ہیں۔ اور لفظ قوالی کا مفہوم عام ہے جو بازاری قوالی کو بھی شامل ہے جس میں غیر محرم مرد و عورت کا باہم شعری مقابلہ ہوتا ہے فحش و بیہودہ اشعار گائے جاتے ہیں۔ کہیں کہیں شراب نوشی اور

بدمستی کے مظاہرے بھی ہوتے ہیں ایسی قوالی کے حرام ہونے میں کوئی شک شبہ نہیں۔ لیکن اول الذکر قوالی کو جو سماع کی مترادف ہوتی ہے۔ بازاری قوالی سے الگ کرنے کے لیے خانقاہی قوالی کہا جاتا ہے۔

(قوالی کا شرعی حکم ص ۱۴۔۱۵)

قارئین حضرات! اس مقدمہ میں موضوع بحث اول الذکر قوالی ہے یعنی خانقاہی قوالی نیز جب آپ نے سماع کی تعریف اور اُس کی حقیقت کو جان لیا اور سمجھ لیا تو آیئے اب ہم اختصار کے ساتھ قرآن کریم کی آیات اور اُن کی تفاسیر سے سماع یعنی قوالی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

سماع کا ثبوت قرآن کریم کی آیات اور اُن کی تفاسیر سے

(1) وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ

ترجمہ: جو چیز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اُترتی ہے جب وہ (اللہ والے) سنتے ہیں جو سمجھنے والے ہیں ان کی آنکھیں آنسوؤں سے اُبل پڑتی ہیں۔

(پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۸۳)

(2) اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ

ترجمہ: تم اور تمہاری بیویاں جنت میں جاؤ تمہیں نغمے سُنائیں جائیں گے۔

(پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۷۰)

(3) فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ

ترجمہ: تو جو لوگ ایمان لائے اور نیکیاں کیں انہیں جنت میں نغمے سُنائیں جائیں گے۔

(پارہ ۲۱ سورۃ الروم آیت ۱۵)

(1) امام شریف مرتضیٰ حسینی زبیدی (المتوفی ۱۲۰۵ھ) فرماتے ہیں۔

اَلْحَبْرَةُ بِالْفَتْحِ اَلسَّمَاعُ فِي الْجَنَّةِ وَبِهٖ فَسَّرَ الزَّجَاجُ الْاٰيَةَ وَقَالَ اَلْحَبْرَةُ فِي اللُّغَةِ كُلُّ نَعْمَةٍ حَسَنَةٍ مُحَسَّنَةٍ

ترجمہ: حَبرہ حا کے فتح (زبر) کے ساتھ مراد بہشتی نغمہ ہے اور زجاج نے آیت مذکورہ کی یہی تفسیر کی ہے اور کہا ہے کہ حَبرہ لغت میں ہر اچھے نغمے کو کہتے ہیں۔

(تاج العروس/ بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۳۷)

(2) امام ابو عباس احمد صوفی (المتوفی ۱۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

قِيْلَ: هُوَ السَّمَاعُ فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ: (اوپر گذری آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ) اس سے مراد جنت میں نغمہ سنانا ہے۔

(البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید ج ۴ ص ۳۲۹)

(3) امام عبدالرحمٰن بن ابوبکر جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ: لَذَّةُ السَّمَاعِ فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ: (مذکورہ آیت سے مراد) جنت میں نغمہ کی لذت کا پانا ہے۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۶ ص ۴۸۶)

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ: يُحْبَرُونَ هُوَ السَّمَاعُ فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ: امام اوزاعی نے یحییٰ بن کثیر سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ یحبرون سے مراد جنتیوں کو جنت میں نغمہ سنایا جائے گا۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۵۷۶)

غرض کہ مندرجہ ذیل کتب تفاسیر میں بھی یحبرون کی تفسیر ھو السماع فی الجنہ ہی کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(السراج المنیر ج ۳ ص ۱۶۰) (تفسیر ثعلبی ج ۷ ص ۲۹۶) (تفسیر السمعانی ج ۴ ص ۲۰۱)

(تفسیر طبری ج ۲۰ ص ۸۳) (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۱۲) (معانی القرآن ج ۴ ص ۱۸۰)

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۸۸) (تفسیر بسیط ج ۱۸ ص ۲۸)

اوپر بیان کی گئی آیات اور تفاسیر سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ سماع یعنی نغمہ (قوالی) جس میں حمد، نعت اور منقبت پڑھی جائے اللہ کی جانب سے جنتی نعمت ہے اور جنتی نعمت کو ہر کوئی پانے کی تمنا رکھتا ہے۔

سماع کا ثبوت حدیث شریف سے

سماع کے جواز کے ثبوت پر جو احادیث شاہدِ عدل ہیں اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(1) امام بخاری (المتوفی ۲۵۶ھ) روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بستر پر لیٹ گئے اور اپنا منہ پھیر لیا اور حضرت ابو بکر آئے اور مجھے ڈانٹنے لگے اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس شیطانی گیت! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے ابو بکر! ان کو رہنے دو یعنی چھوڑ دو، پھر جب ان کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا، وہ چلی گئیں۔

(بخاری شریف باب الحراب والدرق یوم العید رقم ۹۴۹)

(2) امام طبرانی (المتوفی ۳۶۰ھ) روایت کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ سے پوچھا کہ اس یتیم لڑکی (جو حضرت عائشہ کے پاس تھی) کو تم نے کیا کیا؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ ہم نے اس کو اس کے شوہر کے پاس رخصت کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کوئی عورت اس کے ساتھ نہ کر دی جو ذرا گاتی اور دف بجاتی ہوئی اس کے ساتھ جاتی۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ ایسے گیت کے بول کیا ہونے چاہئیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ گاتی:

"ہم تمہارے گھر آئے ہم تمہارے دوار آئے — تم ہم پر سلامتی بھیجو اور ہم تم پر"

"اگر زر سرخ نہ ہوتا — تمہارے یہاں کوئی نہ آتا"

"اور اگر گندمی گیہوں نہ ہوتے — تمہاری لڑکیاں گداز بدن نہ ہوتیں"

(المعجم الاوسط ج ۴ ص ۳۱۵)

(۳) ترمذی و مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جنگ سے واپس تشریف لائے تو ایک عورت آپ کی بارگاہ میں پہنچی اور کہنے لگی، اے اللہ کے نبی: میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی کے ساتھ واپس لائے تو آپ کے سامنے میں دف بجا بجا کر گیت گاؤں گی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو اپنی نذر پوری کر لے۔

(ترمذی شریف ج۶ ص ۶۲) (مسند احمد بن حنبل ج ۸ ص ۱۱۷)

اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس عورت نے دف بجا بجا کر یہ اشعار پڑھے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ۔ ما دعا للہ داع

وادی کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے اس وقت تک جب تک کہ اللہ کو پکارنے والا باقی رہے۔

(۴) ابن ماجہ نے اپنی سنن میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ:

حلال یعنی نکاح اور حرام یعنی زنا کے درمیان فرق کرنے والی چیز دف اور گیت ہے۔

(ابن ماجہ شریف ج ۳ ص ۹۱)

یعنی نکاح میں دف بجا کر اور گیت گا کر اعلان کرنا چاہیے۔ نکاح کو زنا کی طرح چھپ چھپا کر نہیں کرنا چاہیے۔

ان احادیث سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ حضور امام المتقین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دف کے ساتھ جائز و مباح اشعار گانے کی اجازت دی گئی اور آپ نے خود بھی سنا ہے۔

چند معروف و مشہور اولیاء و علماء اُمت سے سماع کا ثبوت

صحابہ سے سماع کا ثبوت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ عِنْدَهٗ وَيَذْكُرُوْنَ اَشْيَاءَ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَيَضْحَكُوْنَ فَتَبَسَّمَ مَعَهُمْ اِذَا ضَحِكُوْا

(السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱۰ ص ۲۴۰)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ آپ کے سامنے اشعار پڑھتے اور زمانہ ء جاہلیت کی بعض چیزوں کا ذکر کر کے آپس میں ہنستے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ مسکراتے تھے۔

علامہ عبدالغنی نابلسی (المتوفی ۱۱۴۳ھ) فرماتے ہیں:

صحابہ کرام میں عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابو طالب، ابو عبیدہ بن جراح، سعد بن ابووقاص، ابوسعید عقبہ بن عمرو انصاری، بلال، عبداللہ بن ارقم، اسامہ بن زید، عبدالرحمٰن بن عوف، حمزہ بن عبدالمطلب، عبداللہ بن عمر، براء بن مالک، قرظہ بن کعب، معاویہ بن ابوسفیان، خوات بن جبیر، رباح بن مغترف، نعمان بن بشیر، حسان بن ثابت، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے سماع کا سننا مروی ہے۔

(ایضاح الدلالات ص ۹ بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۵۱)

ابن عبدالبر (المتوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

" وَلَيْسَ اَحَدٌ مِنْ كِبَارِ الصَّحَابَةِ وَاَهْلِ الْعِلْمِ وَمَوْضِعِ

الْقُدْوَةِ الاَّ وَقَدْ قَالَ الشِّعْرَ اَوْ تَمَثَّلَ بِهٖ اَوْ سَمِعَهٗ فَرَضِيَهٗ۔"

ترجمہ: اکابر صحابہ اہلِ علم اور قائدین میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے شعر نہ کہا ہو اور اس کو مثال میں پیش نہ کیا ہو یا سن کر اس کو پسند نہ کیا ہو۔

(التمہید لمافی الموطا من المعانی والمسانید ج ۲۲ ص ۱۹۴)

تابعین سے سماع کا ثبوت

علامہ عبدالغنی نابلسی (المتوفی ۱۱۴۳ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

تابعین میں سے سعید بن مسیب، عبدالرحمٰن بن حسان، قاضی شریح، عامر شعبی، عبداللہ بن محمد بن ابو عتیق، عطا بن ابو رباح اور عمر بن عبدالعزیز رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سماع کا سننا ثابت ہے۔

(ایضاح الدلالات ص ۹ بحوالہ قوالی کا شرعی حکم)

محبوبِ یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سماع سننے والے تابعین میں اُن حضرات کے نام ذکر کیے ہیں۔

اویس قرنی، سعید بن مسیب، سالم بن عبداللہ بن عمر، خارجہ بن زید، عبدالرحمٰن بن حسان، قاضی شریح، سعید بن جبیر، عامر شعبہ، زہری، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم

(بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۵۲)

ائمہ محدثین سے سماع کا ثبوت

(۱) ابن جریج سے سماع کا ثبوت

علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۴۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

ابن قتیبہ نے کہا کہ ابن جریج نے بیان کیا کہ وہ جمعہ کے دن سویرے مسجد جاتے تو ایک نغمہ سنج (گانے والا) کے یہاں سے گزرتے تو اس کا دروازہ کھٹکھٹاتے، وہ نکل کر آتا اور ان کے ساتھ راستے میں بیٹھ جاتا۔ ابن جریج اس سے کہتے کہ کچھ سناؤ۔ وہ مختلف قسم کے راگ سُناتا تو ابن جریج کی داڑھی آنسو سے بھیگ جاتی اور کہتے کہ یقیناً گانے میں کچھ ایسی بات ہے جس سے جنت یاد آجاتی ہے۔

(ایضاح الدلالات ص ۱۴)

(۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری (امام شافعی کے استاد) سے سماع کا ثبوت

علامہ عبدالغنی نابلسی (المتوفی ۱۱۴۳ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

ہارون رشید کے زمانے میں ۱۸۴ھ یا ۱۸۷ھ میں ابراہیم بن سعد عراق آئے تو ہارون رشید نے ان کی بڑی عزت کی اور انعام واکرام سے نوازا۔ اور ان سے غنا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا۔ اس کے بعد کوئی محدث ان کے پاس امام زہری کی حدیثیں سننے کے لیے آیا تو ان (ابراہیم بن سعد) کو گاتے ہوئے پایا تو ان سے کہا کہ میں تو بڑی خواہش لے کر آپ کے پاس حدیث سننے آیا تھا لیکن اب میں تو کبھی بھی آپ سے کوئی حدیث نہیں لوں گا۔ تو ابراہیم بن سعد نے کہا کہ پھر تو میں نہ تمہاری آواز سنوں گا اور نہ بغداد میں جب تک قیام کروں گا کسی کو حدیث سناؤں گا جب تک کہ پہلے گا نہ لوں۔ ان کی یہ بات

جب ہارون رشید کو معلوم ہوا تو اس نے ان کو بلوایا اور مخزومی عورت کی حدیث کے بارے میں پوچھا جس کے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوری کے جرم میں کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ تو انہوں نے عود (ستار) منگوایا تو ہارون رشید نے پوچھا کیا جلانے والی لکڑی؟ کہا نہیں بجانے والی عود یعنی ستار تو ہارون رشید مسکرایا اور معاملہ سمجھ لیا۔

پھر ابراہیم بن سعد نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ کو ایک جاہل شخص کی کل والی بات معلوم ہوئی ہوگی اس سے مجھے بڑی تکلیف پہنچی اور میں مجبوراً یہ ٹھان لیا (کہ جب تک عود نہ بجالوں گا کوئی حدیث نہیں سناؤں گا)۔

تو ہارون رشید نے کہا: ہاں پتہ ہے۔ پھر ہارون رشید نے عود منگوایا اور ابراہیم بن سعد نے کچھ اشعار پڑھے۔ پھر ہارون رشید نے پوچھا کہ آپ کے فقہاء میں کون سماع کو ناپسند کرتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس کے دل میں اللہ نے مہر لگا دی ہے۔

(مذکورہ حوالہ بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۵۶)

ائمہ مجتہدین سے سماع کا ثبوت

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ سے سماع کا ثبوت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنفیہ (المتوفی ۱۵۰ھ) رضی اللہ عنہ کے سماع سے متعلق ایک حکایت نقل فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ "منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہمسایہ تھا جو رات کو اٹھ کر گاتا اور بجاتا تھا اور امام اس گانے پر کان دھرتے تھے۔ ایک رات اس کی آواز نہ سنی تو اس کے گھر والوں سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ آج رات اس کی آواز نہیں آرہی تو بتایا کہ آج رات وہ گھر سے باہر نکلا تو سپاہیوں نے پکڑ کر جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد امام صاحب نے اپنا عمامہ شریف باندھا اور امیر کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے چھڑانے کی سفارش کی۔ امیر نے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ فرمایا عمرو ہے اس پر امیر نے عمرو نام کے تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ امام صاحب نے اس شخص سے کہا کہ رات جو گاتا تھا پھر گانا۔"

(مدارج النبوت بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۵۷ وسماع کی حقیقت ص ۳۵)

(۲) امام ابویوسف ومحمد سے سماع کا ثبوت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "امام ابویوسف (المتوفی ۱۸۲) رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے غنا کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے امام صاحب (امام اعظم) کے پڑوسی کے غنا کا قصہ بیان فرمایا اور امام ابویوسف سے ہی منقول ہے کہ اکثر وہ ہارون رشید کی محفل میں ہوتے تھے اور وہاں غنا ہوتا تھا تو سنتے تھے اور اثر پذیر ہوتے تھے۔

(مدارج النبوہ بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۵۹)

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی (المتوفی ۸۰۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عتابیہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ امام ابو یوسف سے مسئلہ غنا پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جائز ہے اور امام محمد (المتوفی ۱۸۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے

(لطائف اشرفی و مدارج النبوہ بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۵۹)

(۳) امام مالک سے سماع کا ثبوت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمۃ نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ حضرت امام مالک (المتوفی ۱۷۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اہل علم کو اپنے شہروں میں اس کا (سماع کا) منکر نہیں پایا۔ وہی اس کا انکار کرے گا جو جاہل ہوگا۔

اس طرح ان کے نزدیک سماع کا جائز ہونا۔ امام قشیری اور ابو منصور وغیرہ نے بیان کیا ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے گانے کے متعلق کہا ہے کہ "اس کو فاسقوں کے سوا اور کوئی نہیں سنتا" تو اس سے وہی گانا مراد ہے جو بدکاری کے لیے ہو۔

(بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۶۰)

ابراہیم سعد بیان کرتے ہیں کہ کسی کے یہاں دعوت تھی، وہاں اس تقریب میں بہت سے باجے تھے، گانا بھی ہو رہا تھا تو وہاں خود حضرت امام مالک دف بجا رہے تھے۔

(مدارج النبوۃ، عقائد العزیز ص ۱۲۴)

(۴) امام شافعی سے سماع کا ثبوت

میر نذر علی درد کاکوروی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب سماع کی حقیقت میں مدارج النبوت کے حوالے سے لکھا ہے کہ استاذ ابو المنصور کا بیان ہے کہ حضرت امام شافعی (المتوفی ۲۰۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ راگ سننے کو جائز جانتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ مرد مرد سے سُنے یا مرد اپنی عورت سے

،چاہے اپنے گھر میں سُنے یا دوسرے کے یہاں مگر سرِ راہ نہ ہو اور بدکاری کے لیے نہ ہو اور نہ نماز کا وقت ہو۔

ابو منصور بغدادی کا بیان ہے کہ یونس بن عبد العلی شافعی کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت امام شافعی مجھے گانے کی محفل میں ساتھ لے گئے جب گانا ہو گیا تو قوال سے کہا کہ تم نے خوش کر دیا اس نے کہا نہیں۔ آپ نے کہا تھا اگر تم سچ سچ کہہ ہو تو تم کو گانے کا حِس ہی نہیں، اچھا گانا سن کر جسم کو صحت اور روح کو مسرت ہوتی ہے اور برا گانا سننے سے طبیعت کو وحشت ہوتی ہے اور اس سے روح مسرور نہیں ہوتی۔

آگے لکھتے ہیں کہ یہ سب لکھ کر حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی کے قول اور اس کے فعل سے سماع کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس کے حرام ہونے کے متعلق کوئی آیت نہیں ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ سماع روح کو خوش کرنے والا اس وجہ سے ہے کہ سماع سے روح بیدار ہو جاتی ہے۔

(سماع کی حقیقت ص ۳۷۔۳۸)

(۵) امام احمد حنبل سے سماع کا ثبوت

شیخ عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ روایت صیحہ سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے (امام احمد حنبل المتوفی ۲۴۱ھ) علیہ الرحمۃ نے اپنے بیٹے صالح کے پاس سماع سنا اور کوئی انکار ظاہر نہیں کیا۔ اور ان کے بیٹے نے ان سے کہا کہ آپ تو اس کو برا سمجھتے تھے آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ لوگ اس کے ساتھ منکرات کا استعمال کرتے ہیں۔

(مدارج النبوۃ بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۵۹)

اور علامہ عبد الغنی نابلسی (المتوفی ۱۱۴۳ھ) علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا کہ ''صیحح روایت سے ثابت ہے کہ امام احمد نے اپنے بیٹے صالح کی موجودگی میں غنا سنا اور شارح مقنع نے کہا کہ امام احمد نے قوالی کو سنا تو کچھ انکار نہ کیا تو ان کے بیٹے نے کہا ابا جان! آپ تو اس چیز کو پسند نہیں کرتے تھے؟

تو فرمایا کہ مجھے بتایا گیا کہ لوگ اس کے ساتھ ناجائز چیزوں کا استعمال کرتے ہیں۔

(ایضاح الدلالات ص ۱۶)

قارئین حضرات! ہم نے اب تک صحابہ کرام، تابعین عظام، فقہاء ومحدثین اور ائمہ حضرات کے قول وفعل اور واقعات کو سماع کے جواز کے متعلق اختصار کے ساتھ اس لیے لکھا کہ بعض سُنی کہلوانے والے متشدد اور گستاخِ اولیاء لوگ بے دھڑک سماع کو ناجائز اور حرام کہنے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہیں کرتے اور اہلِ سماع حضرات کو حرام کار کہتے ہیں۔ بایں سبب ہم نے خاص طور پر علماء، فقہاء اور محدثین کی آراء کو سماع کے جواز پر پیش کیا تا کہ ایسے لوگ سماع کو ناجائز و حرام کہنے اور لکھنے میں آئندہ فقہاء و آئمہ حضرات کا حوالہ پیش نہ کرے۔ لہٰذا اب نیچے اجمالاً ان اہلِ تصوف و اہلِ سماع حضرات کے اسمائے مبارکہ اختصاراً لکھے جا رہے ہیں جو سماع کے جواز کے قائل تھے اور خود سماع سنتے بھی تھے اور لوگوں کو سننے کی تلقین بھی کرتے تھے۔

صوفیائے کرام سے سماع کا ثبوت

تارک السلطنت محبوب یزدانی غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی (المتوفی ۸۰۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ فقیر (حضرت مخدوم سمنانی) تیس سال تک اس نیلگوں قبہ آسمان کے نیچے دیوانہ وار پھرا اور اکابر زمانہ کی بارگاہوں میں پہنچا اور ان حضرات کی بزمِ نعمت سے خوب جام نوشی کی اور ان سے بے شمار نعمتیں اور خلعتیں حاصل کیں مگر گروہ صوفیہ میں کسی کو بے سماع نہیں پایا۔ سب اس میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اگرچہ کچھ اکابر سماع نہیں سنتے تھے مگر اس کا انکار نہیں کرتے تھے مشائخ متقدمین میں سید الطائفہ، بایزید بسطانی، ابوسعید، ابوبکر شبلی، معروف کرخی، سری سقطی، ابوالخیر، عبداللہ ضعیف، حاجی شریف وغیرھم جن دوستوں کا تذکرہ "تذکرۃ الاولیاء" میں اور جن بزرگوں کا ذکر طبقات الاصفیاء میں ہے ان میں اکثر سماع سننے والے تھے۔ اور مشائخ متاخرین میں حضرت شیخ فرید الدین قاضی حمید الدین، خواجہ قطب الدین، شیخ نظامی الدین ان سے جو صحیح روایتیں ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب نے رقص اور وجد کیا ہے۔ تو جو شخص

سماع کا منکر ہو اور اس کو حرام کہے تو وہ ان اولیاء کرام کو حرام کا مرتکب کہنے والا ہوگا۔ اور یہ بات عداوت ہی سے ہو سکتی ہے اور ’’جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے جنگ کی۔‘‘ (حدیث قدسی ہے) لہٰذا ایسا کہنے والا حق تعالیٰ سے جنگ کرنے والا ہوگا۔

(لطائف اشرفی بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۶۴)

اوپر ذکر کیے گئے اصفیائے کرام کے علاوہ کچھ اور مشہور و معروف اصفیاء حضرات جو سماع سنتے تھے ان کے مبارک نام یہ ہیں:

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللطیف بن طاہر بن ھبۃ اللہ بغدادی علیہ الرحمۃ

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ذوالنورین مصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ (قوالی کا شرعی حکم)

حضرت ابوالحسن دراج، حضرت عبداللہ باکو، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہم۔

سماع کی حقیقت

حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی (اخبار الاخیار)

حضرت ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابو احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ حاجی شریف زندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ

معین الدین چشتی غریب نواز علیہ الرحمۃ، حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ علاؤالدین صابر چشتی علیہ الرحمۃ۔

(سیر الاقطاب)

حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء علیہ الرحمۃ، حضرت مخدوم احمد عبدالحق صاحب توشہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ،

(سیر الاقطاب، انوار العیون، سوانح حضور شیخ العالم وتذکرہ سجادگان)

غرض کہ بالعموم جملہ مشائخ چشت اہلِ بہشت علیہم الرحمۃ والرضوان نے سماع سنا ہے۔

اوپر ذکر کردہ تمام قرآنی آیات اور ان کی تفاسیر و احادیث سے اور صحابہ، تابعین، محدثین، مفسرین، ائمہ مجتہدین و اولیاء کاملین کے اقوال و افعال اور واقعات سے سماع کا جواز اچھی طرح واضح اور ثابت ہو چکا۔ لہٰذا اس کے باوجود اگر کوئی سماع کے عدم جواز کا قول کرتا ہے تو پھر بقول حضور مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کہ وہ تین حال سے خالی نہیں یا تو اخبار و احادیث سے جاہل اور بے خبر ہوگا یا متکبر و گھمنڈی ہوگا جو صلحاء کے حال کا منکر ہوگا، یا بے حس و بدذوق ہوگا۔

(بحوالہ قوالی کا شرعی حکم)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "فقراء پر تین موقعوں پر خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے ان میں ایک موقعہ سماع کا ہے۔" (رسالہ قشیریہ)

لیکن اب بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ آیات، احادیث و اقوال صلحاء، صوفیاء سے تو نفس سماع کا جواز ثابت ہوتا ہے جو بے مزامیر یعنی بغیر باجوں کے ہو حالانکہ آج خانقاہوں میں جو قوالی ہوتی ہے وہ باجوں کے ساتھ ہوتی ہے اور باجے حرام ہیں لہٰذا اگرچہ سماع فی نفسہ جائز ہے لیکن اس کے ساتھ باجے ہوں گے تو وہ حرام ہو جائے گا خواہ اس میں غزلیہ اشعار پڑھے جائیں یا حمد، نعت اور منقبت کے اشعار پڑھے جائیں کیونکہ باجے (مزامیر) باتفاق علماء و فقہاء اور مشائخ کے ناجائز و حرام ہیں۔

اس شبہ کے جواب کے لیے آپ کو مزامیر کی حقیقت کو سمجھنا ہوگا، پھر خود بخود مذکورہ شبہ دور

ہو جائے گا۔ بایں سبب سب سے پہلے مزامیر کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں پھر سماع مع مزامیر کا مسئلہ خود بخود روشن ہو جائے گا۔

مزامیر و معازف کی حقیقت

مزامیر: مِزمار کی جمع ہے اور یہ زمر سے بنا ہے جس کا معنیٰ بانسری بجانا ہے لہذا مِزمار اور مزامیر کا معنی ہوا بانسری۔ لیکن اس کا استعمال عام آلات موسیقی بلکہ دف کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح مزمار و مزامیر کا لفظ خوش الحانی کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوش الحانی کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"لَقَدْ اُوْتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ اٰلِ دَاؤُدَ"

اے ابو موسیٰ! تمہیں داؤد کی خوش الحانی کی طرح خوش الحانی ملی ہے۔

(بخاری شریف باب حسن الصوت بالقراۃ للقرآن)

اور دوسری حدیث میں مزمور کا لفظ بھی آیا ہے یہ بھی مزمار اور مزامیر کا ہم معنی ہے یعنی دونوں آلہء موسیقی کے لیے بولے جاتے ہیں۔

معازف: مِعزَف کی جمع ہے جو عَزف سے بنا ہے عَزف کا معنیٰ صوت الدف یعنی دف کی آواز ہے تو مِعزف و معاز کا معنی ہوا "دف" لیکن معازف کا استعمال عام لاتِ موسیقی جیسے طنبورہ ستار اور قشیارہ کے لیے بھی ہوتا ہے۔

(قوالی کا شرعی حکم ص ۷۷)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مزامیر، معازف الات غنا (الاتِ سماع) اور اسی طرح الات ملاھی (الات لہو ولعب) سب کے سب ہم معنیٰ ہیں اور یہ بھی کہ "دف" بھی مزامیر، معازف الات غنا اور الات ملاھی میں داخل ہے۔

مزامیر و معازف کا حکم

اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ الات موسیقی جملہ الات میں سے ہے تو اس صورت میں الات موسیقی کو نہ حرام کہا جاسکتا ہے نہ مکروہ، نہ فرض، نہ واجب، نہ مستحب اور نہ ہی مباح۔ کیونکہ حرام، مکروہ، فرض اور واجب وغیرہ احکام شرعیہ ہیں۔ اور احکام شرعیہ بندوں کے افعال سے متعلق ہوتے ہیں درآں حالانکہ بندے کا فعل نہیں ہے لہٰذا کبھی بھی کسی آلہ کو حرام یا مکروہ وغیرہ کہنا لغو و بے معنیٰ ہوگا۔ ہاں ان آلات کے استعمال کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان آلات کا استعمال حرام ہے، مکروہ ہے، فرض ہے، واجب ہے، کیونکہ ان آلات کا استعمال بندے کا فعل ہے اور بندے کے فعل کو حرام، فرض وواجب وغیرہ کہا جاسکتا ہے جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں حکم کی تعریف سے واضح وظاہر ہے۔

لہٰذا اوپر کی گذری ہوئی عبارتوں سے یہ بات اچھی طرح روشن ہوگئی کہ آلات موسیقی کے حرام وحلال ہونے کا سوال ان کے استعمال کے لحاظ سے ہوگا نہ کہ نفس کے لحاظ سے۔ کیونکہ بہت سارے ایسے آلات ہیں کہ جو عام طور پر جائز کاموں کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن جب حرام کام کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو ان کا استعمال حرام ہو جاتا ہے۔

مثال کے طور پر گلاس ایک ایسا آلہ ہے جس کا استعمال عام طور پر جائز کاموں کے لیے ہوتا ہے یعنی پانی وشربت وغیرہ پینے کے لیے اور کبھی اس کا استعمال حرام چیز یعنی شراب پینے کے لیے بھی ہوتا ہے تو جب گلاس کا استعمال جائز کام یعنی شربت و پانی پینے کے لیے ہوتا ہے تو اس صورت میں گلاس کے استعمال کو جائز و مباح اور درست کہا جاتا ہے لیکن جب گلاس کا استعمال شراب پینے کے لیے کیا جاتا ہے تو اس کے استعمال کو ناجائز وحرام کہا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی بھی آلہ پر حلال وحرام کا حکم نفس آلہ کے اعتبار سے نہیں لگایا جاتا بلکہ اس آلہ کو استعمال کے اعتبار سے اس پر حلال وحرام کا حکم لگایا جاتا ہے۔

مزامیر کا استعمال اور حلت وحرمت کا حکم:

اوپر کی اس مختصر سی توضیح کے بعد اگر غور کیا جائے کہ مزامیر کا استعمال مطلقاً حرام ہے یا کبھی جائز بھی ہے۔ تو اس سلسلے میں احادیث کریمہ، اقوال فقہاء اور ارشادات صوفیہ وعلماء میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مزامیر کا استعمال ہمیشہ حرام نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ اگر ان کا استعمال جائز مقصد کے لیے کیا جائے تو جائز ہے جیسے جائز اشعار حمد، نعت ومنقبت وغیرہ گانے کے لیے ان کا استعمال ہو تو جائز ہے حرام نہیں اور اگر فحش اشعار گانے کے لیے یا مجلس شراب نوشی اور حرام چیزوں کے لیے ان کا استعمال ہو تو حرام ہے۔

نیز دف بھی آلاتِ موسیقی میں سے ہے۔ جیسا کہا بھی مزامیر ومعازف کی حقیقت کی بحث میں گذرا۔ تو دف اگرچہ آلہ ءلہو ولعب ملاہی ہے مگر جائز مقصد کے لیے اس کو بجانا اور سننا جائز ہے جیسا کہ خوشی اور شادی کے موقعوں پر اس کا سننا خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے اور آپ نے نکاح کے لیے دف بجانے کا حکم بھی دیا ہے۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۲۴۱ھ) نے روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"فَصلُ بَیْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ اَلدَّفُ وَالصَّوْتُ فِی النِّکَاحِ"

کہ حلال (نکاح) اور حرام (زنا) کے درمیان فرق کرنے والی چیز دف اور گیت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۲۴ ص ۱۸۹)

اور بعض روایتوں میں "فَصلُ بَیْنَ النِّکَاحِ وَالسِّفَاحِ" کے الفاظ آئے ہیں، یعنی نکاح میں دف بجا کر اور گیت گا کر اعلان کرنا چاہیے۔ نکاح کو زنا کی طرح چھپ چھپا کر نہیں

کرنا چاہیے۔

لہٰذا ان احادیث صحیحہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ شادی، بیاہ، ولیمہ اور عرس وغیرہ کے موقعوں پر اور جائز مقاصد کے لیے دف بجانا جائز ہے اور چونکہ دف بھی مزامیر میں داخل ہے اس سے پتہ چلا کہ جائز امور کے لیے مزامیر سننے کا جواز احادیث سے ثابت ہے۔ اب چاہے وہ جائز امور حمد کی شکل میں ہوں یا نعت ومنقبت کی شکل میں ہوں، اور یہ حمد، نعت ومنقبت چاہے کسی محفل میلاد میں مزامیر کے ساتھ پڑھے جائیں یا پھر محفلِ سماع میں پڑھے جائیں ہر حال میں جائز ودرست ہے۔

سماع میں مزامیر کے استعمال کی حلت پر ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر کوئی یہ کہے:

کہ آپ کا دف کے جواز پر قیاس کرتے ہوئے دوسرے مزامیر جیسے ستار، طنبور، طبلہ، ہارمونیم وغیرہ کے جواز کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ دف بجانے اور سننے کا جواز احادیث میں مصرح ہے لیکن دوسرے مزامیر کے جائز ہونے کی صراحت تو کسی حدیث میں نہیں آئی ہے؟ بلکہ مزامیر ومعازف کے بارے میں حدیث میں وعیدیں آئی ہیں؟

جواب اول

تو ہم یہ عرض کریں گے کہ اگر "مزامیر ومعازف" کے بارے میں حدیث میں نہی وارد ہے تو "دف" کے بارے میں بھی حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے حلانکہ آپ دف بجانے کو مباح کہتے ہیں نیز جس طرح حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دف کا سننا ثابت ہے اسی طرح بعض حدیثوں سے دف بجانے کی حرمت بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ صفوان بن امیہ کی روایت سے شرح سفر السعادت میں یہ حدیث ابن ماجہ اور طبرانی کے حوالے سے ہے۔

در مدینہ عمرو بن قرہ مردے بود کہ کسب او دف زنی بود۔ چوں آیت کریمہ "وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ" نازل شد، نزد آں حضرت آمد وعرض کرد کہ او رابد بختی پیش آمد کارے وے دف زنی بود و آں حرام شد اکنوں رزق وے از کجا رسید وجز ایں کارے از دست وے نمی برآید، اذن می کنی کہ دف زنم بے فاحشہ یارسول اللہ! فرمودند اذنست نہ

کرامت دروغ گفتی اے دشمن خدا۔ خدائے تعالیٰ ترا قدرت برزق حلال طیب داد تو حرام را بجائے آں اختیار کردی ترا چنیں و چناں کنم برخیز از پیش من و توبہ کن۔

ترجمہ: مدینہ میں عمرو بن قرہ نامی ایک شخص تھا جو دف زنی کا پیشہ کرتا تھا۔ آیت کریمہ "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ" نازل ہوئی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میری بدبختی آگئی کہ میرا پیشہ دف زنی تھی اور وہ حرام ہوگئی اب مجھے رزق کہاں سے ملے گا اس کے علاوہ میرے ہاتھ میں اور کوئی کام بھی نہیں لہٰذا اجازت دیجئے کہ فواحش سے بچتے ہوئے میں دف زنی کروں۔ آپ نے فرمایا کہ نہ اجازت نہ کرامت تم نے جھوٹ کہا۔ اے خدا کے دشمن خدائے تعالیٰ نے تم کو رزق حلال کمانے کی قدرت عطا فرمائی ہے لیکن تم نے حلال کے بجائے حرام کو اختیار کیا تم کو ایسا ویسا کروں گا۔ اٹھو اور میرے سامنے توبہ کرو۔

(سفر السعادت بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۸۱)

مذکورہ حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مطلقاً دف بجانا بھی جائز نہیں ہے اور جب مطلقاً دف بجانا جائز نہیں ہے تو پھر اس حدیث کے پیش نظر اب سے آپ مطلقاً دف بجانے کی حرمت کا بھی قول کریں۔ جس طرح مطلقاً مزامیر کی حرمت کا قول کرتے ہیں حالانکہ آپ ایسا نہیں کرتے۔

جواب دوم:

آپ کا کہنا کہ "دف کے سوا دوسرے مزامیر کے جائز ہونے کی صراحت کسی حدیث میں نہیں آئی ہے" درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ بعض حدیثوں سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا مزامیر کو سننا بھی ثابت ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث سے واضح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ (گھر میں) آئے اور اس وقت میرے پاس انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں یوم بعاث کے متعلق انصار کا بیان کردہ قصہ گا رہی تھیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ وہ پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں۔ پس حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ کیا شیطان کے مزامیر وہ بھی (آلاتِ غنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں، اور وہ عید کا دن تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کے لیے عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

(بخاری شریف باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام الرقم: ۹۵۲)

(مسلم شریف باب الرخصۃ فی اللعب الذی لامعصیۃ فیہ الرقم: ۸۹۲)

نیز بخاری شریف و مسلم شریف کی ایک دوسری حدیث میں ''مزمارۃ'' کا لفظ بھی آیا ہے لٰہذا یہ بات اچھی طرح واضح اور ثابت ہوگئی کہ احادیث میں مطلقاً دف کے علاوہ تمام مزامیر کے حرام ہونے کی صراحت نہیں آئی ہے بلکہ بعض دفعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دف کے علاوہ دوسرے مزامیر کو بھی سنا ہے جیسا کہ اوپر کی احادیث سے ظاہر ہے کہ دونوں لڑکیاں مزامیر کے ساتھ غناء کر رہی تھیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماعت فرما رہے تھے۔ لٰہذا یہ بات واضح ہوگئی کہ نہ تو دف بجانا مطلقاً جائز ہے اور نہ ہی دوسرے مزامیر مطلقاً حرام ہیں۔

اسی بناء پر دف اور مزامیر کی حرمت و جواز کی حدیثوں کی ایسی توجیہ کی جانی چاہیے کہ حدیثوں کا تعارض ختم ہو جائے اور دف و مزامیر کے جواز و عدم جواز دونوں پہلو روشن ہو جائیں۔ اس کے لیے جب ہم احادیث میں غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جائز اشعار دف بجا کر پڑھے گئے تھے اور تمام ناجائز امور سے خالی کر کے دف بجایا گیا تھا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی دف کے ساتھ اشعار کو سنا ہے۔ (لٰہذا ایسی جگہوں میں دف بجانا اور دف کے ساتھ اشعار گانا و سننا دونوں جائز ہے۔)

اور جہاں لہو ولعب اور فواحش کے ساتھ دف بجایا جائے یا ناجائز اشعار کے ساتھ دف بجایا جائے وہاں آپ نے دف بجانے کو ناجائز فرمایا ہے۔ اور یہی حال مزامیر کا بھی ہے کہ جہاں مزامیر لہو ولعب یا فواحش کے ساتھ یا ناجائز امور کے ساتھ مستعمل ہوں وہاں مزامیر حرام ہیں لیکن جہاں اس کا استعمال جائز اشعار کے پڑھے جانے کے ساتھ ہو یعنی حمد، نعت و منقبت کے اشعار یا جنگ میں مسلمانوں کو ابھارنے اور ان کی حوصلہ افزائی و اظہار دلاوری کے لیے ہو تو وہاں مزامیر کا استعمال جائز ہے جیسا کہ بہت ساری احادیث اس پر شاہد عدل ہیں۔

فقہاء کے نزدیک سماع ومزامیر کی حرمت لہو کی قید سے مقید

دراصل سماع و مزامیر کی حرمت کا ایک ہی حال ہے یعنی دونوں کی حرمت ایک امر عارض کی وجہ سے ہے اور وہ ہے ''لہو ولعب''۔ جس طرح اگر سماع مجرد سے مقصود لہو ولعب ہو تو وہ حرام ہے اسی طرح اگر مزامیر کے استعمال سے مقصود لہو ولعب ہو تو وہ بھی حرام ہے۔ اور لہو ولعب نہ ہونے کی صورت میں جس طرح سماع مجرد جائز ہے۔

اسی طرح مزامیر کا استعمال بھی لہو ولعب نہ ہونے کی صورت میں جائز و مباح ہے لیکن اس کے باوجود کوئی بدذوق و فاسد المزاج شخص فقہاء کرام کی عبارتوں کا ظاہری رخ دیکھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ مزامیر کے حرام ہونے پر تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کیونکہ کتب فقہ میں صاف صاف مزامیر و معازف کو حرام لکھا گیا ہے۔

کنز الدقائق ج ۷ ص ۳۰۔۳۱ میں ہے:

وَدَلَّتِ الْمَسْئَلَةُ عَلٰى اَنَّ الْمَلَاهِيْ كُلَّهَا حَرَامٌ حَتّٰى التَّغَنِّيْ بِضَرْبِ الْقَضِيْبِ وَكَذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

ترجمہ: مسئلہ سے معلوم ہوا کہ لہو ولعب کے آلات سب حرام ہیں حتیٰ کہ بانسری بجا کر گانا گانا اور ایسا ہی ابو حنیفہ کا قول ہے۔

مجمع الانھر ص ۸۴ ۳ میں ہے:

اَیْ لَایَجُوْزُ اَخذُ الْاَجْرَۃِ عَلیٰ الْمَعَاصِیْ کَالْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ وَالْمَلَاھِیْ

ترجمہ: یعنی گناہ کے کاموں پر اجرت لینا جائز نہیں جیسا کہ گانا، نوحہ کرنا اور تمام لہو ولعب کے آلات۔

البحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۹ میں ہے:

اِسْتِمَاعُ صَوْتِ الْمَلَاھِیْ حَرَامٌ کَالضَّرْبِ بِالْقَضِیْبِ وَغَیْرِہٖ

ترجمہ: آلات لہو کا سننا حرام ہے جیسا کہ بانسری وغیرہ کا بجانا۔

اسی طرح فقہ کی اور دوسری کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مزامیر کا سننا حرام ہے۔ تو ایسے شخص کے جواب میں کہا جائے گا کہ فقہاء کرام نے جہاں مزامیر کے سماع یعنی سننے کو حرام کہا ہے وہاں اس کی حرمت لہو ولعب کی قید سے مقید ہے۔ کیونکہ فقہاء کا طریقہ ہے کہ وہ بہت سی جگہوں میں کسی حکم کو مطلق ذکر کردیتے ہیں حالانکہ وہ مقید ہوتا ہے۔ قید کو یا تو معروف ومشہور ہونے کی وجہ سے یا احکام شرعیہ کے عالم کی سمجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں کتب فقہ میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔

چنانچہ علامہ عبدالغنی نابلسی (المتوفی ۱۱۴۳ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اِنَّ اِطْلَاقَ الْفُقَھَاءِ فِی الْغَالِبِ مُقَیَّدٌ بِقُیُوْدٍ یَعْرِفُھَا صَاحِبُ الْفَھْمِ الْمُسْتَقِیْمِ الْمُمَارِسُ لِلْاُصُوْلِ وَالْفُرُوْعِ وَاِنَّمَا یَسْکُتُوْنَ عَنْھَا اِعْتِمَادًا عَلیٰ صِحَّۃِ فَھْمِ الطَّالِبِ الْحَاذِقِ۔

ترجمہ: عموماً فقہاء حکم کو مطلق چھوڑ دیتے ہیں لیکن وہ قیود سے مقید ہوتا ہے جس کو عقل سلیم والا جان لیتا ہے وہی جسے احکام کے اصول وفروع سے واقفیت ہوتی ہے۔ فقہاء ان قیدوں کو احکام شرعیہ کے ماہر عالم کی سمجھ کی درستگی پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں۔

(ایضاح ص ۴)

یہاں صرف اس کی ایک نظیر پیش کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیں:

کتب فقہ میں ہے کہ نوحہ کرنے والی عورت کی عدالت ساقط ہے لیکن اس سے مطلق نوحہ کرنے والی عورت مراد نہیں بلکہ وہ عورت مراد ہے جو دوسروں کی مصیبتوں پر بطور پیشہ نوحہ کرنے والی ہو لیکن فقہاء نے اس کو مطلق ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

وَفِي الذَّخِيْرَةِ لَمْ يُرِدْ بِالنَّائِحَةِ الَّتِي تَنُوْحُ فِي مُصِيْبَتِهَا وَإِنَّمَا أَرَادَ بِهِ الَّتِي تَنُوْحُ فِي مُصِيْبَةِ غَيْرِهَا وَالتَّخَذَتْ ذٰلِكَ مَكْسِبَةً

(بحوالہ البنایۃ، شرح الہدایہ شہادت المخنث)

ترجمہ: ذخیرہ میں ہے کہ نوحہ کرنے والی سے وہ عورت مراد نہیں جو اپنی مصیبت پر نوحہ کرے (بے اختیار روئے) بلکہ اس سے مراد وہ ہے جو دوسروں کی مصیبتوں پر نوحہ کرے اور اس کو پیشہ بنالے۔

لہٰذا فقہاء کرام کی عبارتوں کے اطلاق کی بنیاد پر اگر مزامیر کو مطلق حرام مانا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ مطلق غناء (گانا) بھی حرام کہا جائے کیونکہ بعض کتب فقہ میں تو مطلق غناء کو بھی حرام لکھا گیا ہے بلکہ غنا کی حرمت اور اس کی برائی کے بارے میں تو بہت سی حدیثیں بھی مروی ہیں تو کیا مطلق غناء کو بھی حرام کہا جائے گا؟

ظاہر ہے کہ نہ مطلق غناء حرام ہے نہ مطلق غناء کا سننا حرام ہے بلکہ جہاں بھی غناء کو حرام کہا گیا ہے وہاں وہ غناء مراد ہے جو فحش اور ناجائز اشعار پر مشتمل ہو اور جو بطور لہو ولعب سنا جائے جس سے اللہ کی اطاعت وعبادت سے دوری پیدا ہو جائے یا باطل شہوت میں جوش پیدا ہو۔ نیز کتب فقہ میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آلاتِ غناء (آلاتِ موسیقی) کا استعمال اگر لہو ولعب کے طور پر ہو یعنی ناچ گانے اور دیگر فواحش کے لیے ہو تو حرام ہے ورنہ نہیں۔

اسی طرح سماع ومزامیر سے بھی لہو ولعب مقصود ہو تو حرام ہے ورنہ نہیں۔ کیونکہ دونوں کی حرمت جب لہو ولعب کی وجہ سے ہے تو اگر جائز اشعار بلا مزامیر کے لہو ولعب کے طور پر نہ نے

جائیں تو جس طرح ان کا سننا جائز ہے اسی طرح اگر مزامیر کو لہو ولعب کے طور پر استعمال نہ کیا جائے تو وہ بھی جائز ہے۔ پھر جب سماع (گانا) اور مزامیر دونوں لہو ولعب کے طور پر نہ ہونے کی صورت میں فرڈا فرڈا جائز اور درست ہیں تو اگر دونوں آپس میں مل جائیں تو دونوں کا مجموعہ کیوں حرام ہوگا؟ جائز اور درست کیوں نہیں ہوگا؟ بلاشبہ جائز اور درست ہوگا۔

صحابہ، تابعین اور علماء کا مزامیر کے ساتھ سماع سننا

چونکہ ما قبل اوراق میں بخاری شریف و مسلم شریف کی متفق علیہ احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزامیر کے ساتھ انصار کی دولڑکیوں سے عید کے دن گانا سنا ہے۔ اس لیے اب اختصار کے ساتھ صرف ان صحابہ، تابعین اور علماء حضرات کے مبارک اسماء شمار کر رہے ہیں جنہوں نے مزامیر کے ساتھ جائز اشعار کو سنا ہے یعنی جنہوں نے مزامیر کے ساتھ جائز اشعار کا سماع سنا ہے۔

مزامیر کے ساتھ سماع سننے والے صحابہ

حضرت عبداللہ ابن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن جعفر، نعمان بن بشیر، حسان بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ نے ''عود'' (سارنگی) کے ساتھ اشعار سنا ہے۔ لہٰذا صوفیائے کرام کا مزامیر کے ساتھ حمد، نعت و منقبت کے اشعار سننا (قوالی کرنا) سنت رسول و صحابہ سے ثابت ہے۔

(قوالی کا شرعی حکم ص ۱۱۷)

مزامیر کے ساتھ سماع سننے والے تابعین

حضرت خارجہ بن یزید، عبدالرحمٰن بن حسان، سعید بن مسیب، عطا بن ابو رباح شعبی، عبداللہ بن ابو عبید رضی اللہ عنہم نے بھی عود کے ساتھ اشعار سنا ہے۔ نیز حضرت مالک بن انس رضی

اللہ عنہ کے بارے میں روایت موجود ہے کہ وہ دیگر معازف (باجوں) کے ساتھ بھی غناء کو مباح کہتے تھے۔

(قوالی کا شرعی حکم ص ۱۱۷)

مزامیر کے ساتھ سماع سننے والے علماء

حضرت شیخ امام عزبن عبد السلام، تاج الدین فرازی

امام حافظ تقی الدین ابن دقیق العید، بدر بن جماعہ

شیخ شمس الدین اصفہانی، شیخ علاء الدین ترکمانی

شیخ شہاب الدین کرکی، امام ابوزید

امام ابوموسیٰ، سلطان ابوالحسن

امام ابوعبداللہ محمد البساطی، امام ابوعبداللہ ایلی

امام قروسی، امام ابوعبداللہ عبدالرزاق جزولی

امام ابوالفضل مروعی، امام ابوعبداللہ صفا

امام ابوعبداللہ حفید سلوی، امام ابومحمد عبدالمھیمن حضرمی

امام ابوعبداللہ زبدی، امام ابوعبداللہ بن مبتقر

امام ابومحمد ابن الکاتب، امام عبداللہ بن عبدالسلام

امام ابوعبداللہ بن ہارون، امام ابومحمد الاحمی۔

علامہ شاذلی فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی القضاۃ امام شمس الدین البساطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کئی شیوخ سے سنا ہے کہ وہ اللہ کے عظیم ولی علی بن وفا رضی اللہ عنہ کے ساتھ دف اور شبابہ کے ساتھ سماع سنتے تھے اور غلبہ ء حال سے دونوں ایک دوسرے کو گلے لگا کر رقص کرنے لگتے تھے۔

ان دنوں شام میں لوگ اس قدر ذوق وشوق سے سماع سنتے تھے کہ لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی

تھی کوئی عالم مفتی باقی نہیں رہتا تھا سب یکجا ہو کر سنتے تھے اور ان پر ایسا ذوق طاری ہوتی تھا کہ اگر ان پر چھت بھی گر جاتی تو انہیں شعور نہیں ہوتا سب کے سب مر جاتے اور شام میں ایک بھی عالم یا مفتی زندہ نہیں رہتا اس قدر سماع میں علماء اور مفتیان کرام کا اجتماع ہوتا تھا۔

(فرح الاسماء ص ۱۴۔۱۵ بحوالہ قوالی کا شرعی حکم ص ۱۱۹)

اوپر کی تمام عبارتوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ زمانہ ءنبوت سے لے کر آج تک صرف صوفیاء کرام نے ہی سماع مع مزامیر نہیں سنا ہے بلکہ اصفیاء کرام کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں علماء وفقہاء نے بھی سماع مع مزامیر سنا ہے۔

منکرین سماع، علماء فقہا اور صوفیہ کے نزدیک

شروع سے لے کر اب تک ہم نے علماء فقہا اور صلحاء وصوفیہ کے ارشادات کی روشنی میں یہ ثابت کر دیا کہ سماع ومزامیر نہ مطلقاً حرام ہے اور نہ مطلقاً حلال۔ بلکہ جہاں بطور لہو ولعب ہو حرام ہے اور لہو ولعب کا قصد نہ ہو تو حلال بلکہ مستحب بھی ہوتا ہے۔ مطلقاً سماع ومزامیر کو حرام کہنے والے علماء، فقہاء اور صلحاء وصوفیہ کے نزدیک کیا ہیں وہ اجمالاً ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۷۹ھ) کے نزدیک:

''منکرین سماع جاہل، عراقی، اندھا اور مردہ طبیعت والا ہے۔''

(۲) امام شافعی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۲۰۴ھ) کے نزدیک:

''ایسا شخص (منکر سماع) بے حس ہے۔''

(۳) حجۃ الاسلام امام غزالی (المتوفی ۵۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

''حد درجہ کا احمق، مثل مخنث، مثل نابالغ بچہ، اندھا، ستر صدیقین کا منکر مریض لاعلاج، فاسد المزاج ناقص، راہ اعتدال سے ہٹا ہوا، روحانیت سے دور طبیعت کی کثافت وسختی میں اونٹوں اور پرندوں بلکہ سارے بہائم سے بڑھ کر ہے۔''

(۴) حضرت شیخ مخدوم احمد عبدالحق (المتوفی ۸۰۳ھ) علیہ الرحمہ کے نزدیک:

''ایسا شخص مقام ''نور اسود'' سے محروم ونامراد ہے۔''

(۵) مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۸ھ کے نزدیک:

''جامد طبیعت والا، مثل عینین، مثل اندھا، اخبار وآثار سے جاہل مغرور عالم، بدذوق، اولیاء اللہ سے جنگ کرنے والا۔

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے نزدیک:

''جاہل، طریقہء اعتدال سے الگ، افراط وزیادتی کرنے والا''

(۷) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ) کے نزدیک:

''ایسا شخص اہلِ حال پر اعتراض کرنے والا ہے۔''

(۸) شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۱۴۳ھ) کے نزدیک:

''مثل جاہل، خبیث، شارع کا مقصود نہیں سمجھتا، جاہل، مسلمانوں سے سوء ظن رکھنے والا۔''

(۹) شیخ محمد بن احمد مغربی علیہ الرحمہ کے نزدیک:

''وہ شخص گدھا ہے۔''

(۱۰) علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۶ھ) کے نزدیک:

''وہ شقی القلب ہے اس کو بزرگوں کی صحبت میں رہ کر قلب کی شقاوت دور کرنی چاہیے۔''

(۱۱) علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰۶ھ) کے نزدیک:

''صوفیہ پر اعتراض کرنے والا، ان کی برکتوں سے محروم ہونے والا۔''

(۱۲) صاحب شمائل الاتقیاء علیہ الرحمہ کے نزدیک:

''متغیر مزاج، فاسد طبیعت والا مثل عِنین ہے۔''

(قوالی کا شرعی حکم ص ۱۵۴۔۱۵۵)

سماع میں وجد ورقص

حضرت مفتی رضاء الحق اشرفی راج محلی صاحب اپنی کتاب ''قوالی کا شرعی حکم'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ: امام غزالی فرماتے ہیں کہ وجد اس حالت کو کہتے ہیں جو سماع سے پیدا ہوتی ہے اور سننے والا اس کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ اس کیفیت اور حالت کے پیدا ہونے سے اہلِ محبت وصال ومشاہدۂ محبوب حقیقی کے ذوق وشوق میں مضطرب اور مست ہو جاتے ہیں اور بے خودی کے عالم میں جھومنے لگتے ہیں اور رقص کرنے لگتے ہیں۔

اور آگے لکھتے ہیں کہ ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ میں حضرت علی، حضرت جعفر رضی اللہ عنہما اور اولیاء کرام میں سے حضرت معروف کرخی، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی، حضرت شبلی اور تاجدار بغداد غوث الاعظم محبوب سبحانی، حضور تاجدار سمنان غوث العالم محبوب یزدانی اور اکثر خواجگان چشت اہلِ بہشت وغیرہم پر ایسے حالات طاری ہوئے ہیں اور ان کا سماع اور وجد ثابت ہے جو لوگ اہلِ وجد پر اعتراض کرتے ہیں ان کا ہنسنا ایسا ہے جیسا کہ جہلا کا ہنسنا اہلِ علم پر اور اہلِ عقل کا اہلِ عشق پر اس لیے کہ وہ جذبات ان میں کالعدم ہیں اور وہ لذت سے ناواقف اور معذور ہیں۔

(قوالی کا شرعی حکم ص ۱۶۵)

نیز آگے آپ مسند احمد بن حنبل کے حوالے سے جواز رقص پر وہ حدیث شریف پیش کرتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''میں اور جعفر اور زید حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت جعفر سے فرمایا تو سیرت اور صورت میں میرے مشابہ ہے وہ اس خوشی میں آکر حجل (ایک قسم کا رقص) کرنے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید سے فرمایا: تو میرا

بھائی اور مددگار ہے تو وہ بھی خوشی کے مارے ناچنے لگے اور مجھ سے فرمایا تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اس پر میں نے بھی حجل کیا اور حجل ایک خاص قسم کا ناچ ہے اور اسی طرح حضرت نے حاوی کبیر اور لطائف اشرفی اور احقاق السماع اور اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری معتمد و مستند کتابوں سے وجد ورقص کے جواز کو ثابت کیا ہے۔

لہٰذا ان تمام عبارتوں سے یہ بات اچھی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ رقص صحابہ کرام سے سے ثابت ہے اور چونکہ منکرین و معترضین سماع اہلِ عشق و محبت کے احوال کے منکر ہوتے ہیں اس لیے اصحاب وجد و حال کے ذوق و شوق اور وجد ورقص کا انکار بے دھڑک کر دیتے ہیں۔

درآں حالیکہ علماء فرماتے ہیں کہ اگر سماع میں کسی اندر واردات و کیفیت پیدا نہ ہوں تو اس کو بتکلف پیدا کرنا چاہیے اور اگر اس میں ارادہ وریاکاری کا نہیں ہے تو یہ کام اچھا ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالباری قاضی ثناء اللہ پانی پتی سے یہ نقل فرماتے ہیں کہ:

"دوم آنکساں اند کہ سما کنند برائے استدعاء احوالہ شریفہ و می خواہند کہ واردات کسب نمایند بحیلہ ایں ہم محمود است۔"

ترجمہ: دوسری قسم ان لوگوں کا سماع ہے جو نیک احوال کی طلب میں سماع کرتے ہیں اور بتکلف واردات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ اچھا کام ہے۔

ان دلائل کے ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی بدذوق، جامد طبیعت والا اور فاسد مزاج شخص اہل اللہ و اہلِ دل کے وجد و حال کا انکار کرے تو پھر ان کے لیے ہمارا یہی مشورہ ہے کہ وہ ایسے اللہ کے نیک بندوں پر طعن و تشنیع کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کرے۔

جہاں پر از سماع است و مستی و شور
ولیکن چہ بیند در آئینہ کور

ترجمہ: دنیا سماع کی مستی اور شور سے پُر ہے لیکن اندھا آئینہ میں کیا دیکھے۔

سماع کے آداب

اہلِ دل اور اہلِ سماع حضرات جب سماع سنیں تو ان پر ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل آداب کا بھرپور لحاظ رکھیں۔

(۱) ابتداء و اختتام تلاوت قرآن مجید پر ہونا چاہیے اور اختتام پر تمام سلاسل کے مشائخ کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔

(۲) باوضو خوشبو لگا کر بیٹھنا چاہیے۔

(۳) زمان، مکان، اخوان جمع ہوں تو سماع سننا چاہیے۔ یعنی ایسے وقت میں سننا چاہیے کہ فرائض وواجبات نہ چھوٹ جائیں یا وہ وقت سستی کا نہ ہو بلکہ دل میں سماع کا ذوق ہو۔ سماع ایسی جگہ ہو جہاں یکسوئی قائم رہ سکے شور وغل کی جگہ مثلاً بازار میں نہ ہو جہاں توجہ دوسری طرف ہٹ جائے۔ تمام سماع سننے والے اہلِ ذوق اور صاحب دل ہوں۔

(۴) طبیعت کو پرسکون اور مطمئن رکھے اور جان بوجھ کر رقص نہ کرے البتہ اپنے اندر رقت قلبی اور نیک واردات پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

(۵) اگر دیر سے مجلس میں پہنچے تو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے کہ دوسروں کی کیفیت میں دخل نہ ہو۔

(۶) آواز کی دلکشی کو مقصود بنا کر نہ بیٹھے اور قوال کے خدوخال پر نظر نہ کرے بلکہ محبوب حقیقی کا تصور جمائے رکھے اور ہر شعر ونغمہ کو حقیقت سمجھ کر محبوب حقیقی پر محمول کرے اور الفاظ کی بندشوں سے آزاد ہو کر معانی ومفاہیم کی طرف پرواز کرے:۔

لزومِ کفراور التزامِ کُفر میں فرق

معلوم ہونا چاہیے کہ التزامِ کُفر یہ ہے کہ ایک شخص نص کے مدلُول کو نص کا مدلُول سمجھتے ہوئے اور حکمِ شرعی کو حکمِ شرعی جانتے ہوئے انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے میں جانتا ہوں یہ شارع علیہ السلام کا حکم ہے لیکن میں اس کو قبول نہیں کرتا۔

لزومِ کفر یہ ہے کہ جہالت اور نادانی کے باعث یا غلط تاویل کی وجہ سے اُس پر کفر لازم آتا ہے۔ پس التزام کفر سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

کُفر کا فتویٰ عائد نہیں

لزومِ کُفر سے اُس پر کفر کا فتویٰ عائد نہیں کیا جاسکتا اسی وجہ سے فقہاء نے کلماتِ کُفر ذکر کرنے کے بعد مُتکلّم کے جہل کو عُذر شمار کیا ہے باقی جن فقہاء نے یکفر لکھ دیا ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اُس نے کُفر والا کام کیا ہے نہ یہ کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔

بحر الرائق میں موجود ہے کہ جامع الفصولین میں طحاوی نے ہمارے اصحابِ حنفیہ سے روایت کی ہے کہ آدمی کو ایمان سے اس چیز کا انکار نکال سکتا ہے جس کے اقرار نے اس کو ایمان میں داخل کیا تھا لہٰذا جو چیز یقیناً ارتداد کا باعث ہے اس پر ارتداد کا حکم ہوگا جس چیز کے باعث ارتداد ہونے میں شک ہے اس پر ارتداد کا حکم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ثابت شدہ اسلام محض شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوسکتا۔

حالانکہ اسلام ہر چیز پر غالب ہے کوئی چیز اسلام پر غالب نہیں آسکتی۔ لہٰذا اہلِ علم حضرات پر واجب ہے کہ ایسے مسائل میں مسلمانوں کو کافر کہنے میں جلدی سے کام نہ لیا کریں جب کہ بحالتِ جبر بھی اسلام لانے کو شریعت میں درست سمجھا گیا ہے میں نے بطور میزان و معیار یہ مسئلہ

اس فصل میں پہلے ذکر کیا ہے تاکہ آئندہ ذکر شدہ مسائل میں جن پر لکھا گیا ہے کہ یہ کفر ہے معلوم ہو جائے کہ ان کے ارتکاب سے مطلقاً کافر کہہ دینا درست نہیں۔

مسلمان کو کافر نہیں کہا

فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ کفر بہت بڑی چیز ہے۔ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتا جب تک اُس کے کافر نہ ہوسکنے کی ایک روایت بھی دستیاب ہوسکے۔

خلاصہ میں جب ایک مسئلہ میں بہت سی وجوہ کفر کی مقتضی ہوں اور ایک وجہ ایسی پائی جائے جو کُفر سے مانع ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ مسلمان پر حُسنِ ظن سے کام لیتے ہوئے اسی وجہ کو ترجیح دے جو تکفیر کو منع کرتی ہے۔

تاتار خانیہ میں ہے ایسے کلام سے جس میں مختلف احتمال موجود ہوں کافر نہیں کہنا چاہیے کیونکہ کفر انتہائی سزا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی عقوبت انتہائی جرم پر ہو اور جب تک احتمال باقی ہے انتہائی جُرم نہ ہوگا۔

مسلمان کے کلام کو جب تک اچھے محل پر حمل کرنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو خواہ ضعیف روایت ہی سے کیوں نہ ہو کُفر کا فتویٰ نہیں لگانا چاہیے۔ یہاں کفر کے جو الفاظ ذکر کئے گئے ہیں اُن کے تکلم سے فوراً کفر کا حکم لگانا درست نہیں۔ میں نے اس بات کا اپنے نفس پر التزام کیا ہے کہ ان الفاظ سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہوں گا۔

عدم تکفیر

بحر الرائق میں لکھتا ہے کہ حق یہ ہے جو کچھ مجتہدین سے ثابت ہے وہ حقیقت ہے اور اُن کے سوا کسی دوسرے کے قول کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دینا درست نہیں۔

اس لئے فتح القدیر باب البغاۃ میں محقق ابن ہمام نے لکھا ہے کہ خوارج کے بارے میں مجتہدین سے عدمِ تکفیر ثابت ہے۔ باقی اکثر اہلِ مذہب کے کلام میں اُن کی تکفیر مذکور ہے لیکن

وہ مجتہدین میں سے نہیں ہیں لہٰذا اُن کا کوئی اعتبار نہیں۔

دُرِ مختار باب المرتد میں لکھا ہے کہ کفر لغت میں چھپانے کو کہتے ہیں اور شرعاً ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کرنا جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ کُفر کے الفاظ اہلِ فتاویٰ نے نقل کیے ہیں۔ میں نے بھی اس مسئلہ میں ایک علیحدہ کتاب تالیف کی ہے لیکن میں اُن میں سے کسی لفظ سے بھی کُفر کا فتویٰ دینا صحیح نہیں سمجھتا۔ ہاں اُس صورت میں جس میں تمام مشائخ کا اتفاق ہو۔

مسلمان کو کافر نہ کہوں گا

بحر الرائق نے بھی کہا ہے کہ میں نے اپنے نفس پر یہ التزام کیا ہے کہ کسی مسلمان کو ان الفاظ سے کافر نہ کہوں گا۔

اور اسی باب میں لکھا ہے کہ جب تک مسلمان کے کلام کا محمل اچھا ہونا ممکن ہو کافر نہیں کہنا چاہیے یا اس کے کفر میں خلاف ہو گو وہ روایت ضعیف ہی ہو، اس فیصلہ کو اشباہ نے صغریٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

مُلّا علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح میں استحلال المعصية کفر کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ جب اس کا معصیت ہونا دلالتِ قطعیہ کے ساتھ ثابت ہو (یعنی محض گمان کی بناء پر کفر کا حکم صادر نہ فرمادیں)

آگے چل کر لکھتا ہے کہ جمہور متکلمین اور فقہاء کے ان اقوال کو جمع کرنا مشکل ہے۔ ایک طرف تو وہ کسی اہلِ قبلہ کو کافر کہنا جائز نہیں سمجھتے اور دوسری طرف خلقِ قرآن اور استحالۂ روایت کے قائل کو اور سب شیخین کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں۔

تکفیر جائز نہیں

شارح العقائد اور شارح المواقف اسی طرح فرماتے ہیں کہ جمہور متکلمین کے اقوال کو جمع

کرنا مشکل ہے جمہور متکلمین اور فقہاءِ اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں سمجھتے اور کتب فتاویٰ میں شیخین (حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما) کو گالیاں دینے اور اُن کے خلیفہ حق ہونے سے انکار کو کُفر لکھتے ہیں۔

اشکال کی وجہ یہ ہے کہ مسائل فرعیہ اور دلائل اصولیہ میں مطابقت موجود نہیں۔ اہلِ قبلہ کی عدم تکفیر بھی اصول کا مسئلہ ہے جس پر متکلمین کا اتفاق ہے اشکال کو دُور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہلِ فتاویٰ کے نقول جن کے نہ قائل معلوم ہیں اور نہ دلائل مذکور ہیں قطعاً حجت کے قابل نہیں کیونکہ مسائل دینیہ میں اعتقاد کی مدار دلائل قطعیہ پر رکھی گئی ہے۔

ظاہری وباطنی مفاسد

علاوہ ازیں ایک مسلمان کو کافر کہنے میں اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی مفاسد ہیں۔ لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ہم نے تغلیط اور تہدید کے لئے کفر کا فتویٰ دیا ہے بالکل غلط ہے۔

محقق ابنِ ہمام نے فتح القدیر میں اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ تمام اہلِ ہویٰ کو کافر کہنے (حالانکہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہلِ قبلہ کو کافر کہنا درست نہیں) کا مطلب یہ ہے کہ یہ اعتقاد چونکہ فی نفسہٖ کفر ہے لہٰذا اس کلام کا قائل کلمہءِ کُفر کا قائل ہے اگرچہ وہ کافر نہیں کیونکہ طلبِ حق کے لئے سعی وکوشش کرنے کی وجہ سے اُس نے یہ بات کی لیکن فقہاء کے اقوال کو جمع کرنے کی یہ صورت اس لئے مشکل ہے کہ تمام فقہاء اہلِ ہویٰ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جب وہ اس عقیدہ سے کافر نہیں ہوئے تو عدم جوازِ نماز کا حکم کیا معنے رکھتا ہے۔ ہاں اگر عدم جواز کا معنی عدم الحل کیا جائے یعنی صحیح العقیدہ مسلمان کو اُن کی اقتدا کرنی درست تو نہیں لیکن اُس نے اگر ایسا کرلیا ہے تو نماز ہو جائے گی یا یہ جواب دیا جائے کہ احتیاط کی بناء پر اُن کی اقتداء ناجائز کہنا ان کے کافر سمجھنے کو مستلزم نہیں جیسا کہ حطیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو فقہاء نے احتیاطاً منع کیا ہے مگر ساتھ ہی وہ اس بات کا بھی یقین رکھتے ہیں کہ حطیم کا ٹکڑا بیت اللہ

شریف میں داخل ہے۔ اسی وجہ سے طواف اُس کے باہر سے کرنے کا حکم دیا ہے۔ شرح فقہ اکبر میں موجود ہے کہ نفی العام اور نفی العموم میں بہت فرق ہے۔ واجب عمومی کی نفی ہے (یعنی سب کو کافر کہنا درست نہیں)

معتزلہ اور خوارج

معتزلہ اور خوارج کے خلاف کہ وہ ہر گنہگار کو کافر کہتے ہیں۔ بعض اہلِ کلام محدثین اور فقہاء اعمال کے لحاظ سے تو ہر گنہگار کو کافر نہیں سمجھتے مگر اعتقاداتِ بدعیہ کی وجہ سے کافر کہتے ہیں خواہ وہ اعتقاد رکھنے والا متاوّل ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس بارے میں مجتہد مخطی اور غیر مخطی میں بھی فرق نہیں کرتے بلکہ ہر بدعتی کو کافر کہتے ہیں۔ یہ قول بھی خوارج اور معتزلہ کے قریب قریب ہے۔ اہلِ بدعت اور اہلسنّت میں یہی فرق ہے کہ اوّل الذکر ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور مؤخر الذکر غلط اعتقاد والے کو خطا کی طرف نسبت کرتے ہیں کافر نہیں کہتے (بوارق)

بہت سی وجوہات

علماء کرام کو چاہیے کہ اپنی تمام تر توجہ بحسبِ اقتضائے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں صرف فرمائیں نہ یہ کہ عوام کالانعام کے کافر بنانے میں ہی پورے جوش کا اظہار کرتے پھریں۔ سراج المنیر میں ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں بہت سے وجوہ کُفر کے مقتضی ہیں اور صرف ایک وجہ کُفر کو منع کرتی ہے تو مفتی کو مسلمان پر حُسنِ ظن رکھتے ہوئے اسی ایک وجہ کی طرف میلان کرنا چاہیے۔

الیواقیت والجواہر میں ہے کہ شیخ ابو طاہر قزوینی نے اپنی کتاب سراج العقول میں احمد بن زاہر سرخسی سے نقل کیا ہے (جو شیخ ابوالحسن اشعری کے اجل شاگردوں میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ جب شیخ ابوالحسن اشعری بغداد میں فوت ہونے لگے تو انہوں نے فرمایا کہ میرے تمام شاگردوں کو جمع کرو۔ پس میں نے سب کو جمع کیا تو فرمایا تم سب گواہ رہو کہ میں اہلِ قبلہ میں سے ایک کو بھی کافر نہیں کہتا۔ کیونکہ وہ سب ایک خُدا کی طرف اشارہ کرتے ہیں اسلام سب کو شامل ہے۔

شیخ ابو طاہر کہتے ہیں:

دیکھا شیخ نے کس طرح سب کو مسلمان کیا ہے۔ امام ابوالقاسم قشیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ابوالحسن اشعری سے نقل کرے کہ اُس نے فرمایا ہے کہ مقلد کا ایمان صحیح نہیں تو وہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ ایسے بڑے امام سے یہ قول بالکل بعید ہے کہ وہ اکثر مسلمانوں کے عقائد کو مجروح خیال کرے اور مومن نہ سمجھے۔

خلاصۂ کلام اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ مگر اس صورت میں کہ وہ ضروریات دین کا انکار کردیں مثلاً نماز، روزہ وغیرہ یا کسی شرعی حکم کو شرعی سمجھتے ہوئے منکر ہوجائیں۔ لہٰذا کسی بادشاہ یا امیر کی آمد پر ذبح کرنے والے کو جو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرے یا ولی اللہ کی منذورہ جو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذبح کی جائے اُن اشخاص کو بے تحاشا کافر کہنا اور ذبیحہ کو قطعی حرام کا فتویٰ دینا محققین کی شان سے بعید ہے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۷۳ تا ۲۸۲)

دُعا بعد نمازِ جنازہ

ایک دن آپ دربار میں رونق افروز تھے۔اس اثناء میں میاں غلام محمد نذر بردار حاضر ہوا آپ نے فرمایا۔سُنا ہے کہ آج ککو حجام فوت ہو گیا ہے۔میاں غلام محمد نے جواب دیا جی ہاں۔حضور نے کلمہ استرجاع پڑھ کر فرمایا۔نہایت اچھا آدمی تھا اللہ تعالیٰ اس کو بخشے یہاں کے سب درویشوں کی خدمت کرتا تھا اس کو بڑے پیر صاحب نے وصیت فرمائی تھی کہ برخوردار جو شخص سامنے آوے اُس کی خدمت کرنا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ وہ جمعہ کا روز تھا نماز جمعہ کے بعد ابھی آپ اوراد و وظائف میں مشغول تھے کہ ککو حجام کا جنازہ اُٹھایا گیا۔ایک شخص نے حضورِ اعلیٰ کی خدمت میں اِطلاع دی کہ جنازہ تیار ہے حضور عین شغل میں سے اُٹھ کر تشریف لائے اور جنازہ میں شامل ہوئے۔بعد ادائے نمازِ جنازہ تین بار دُعا فرمائی کاتب الحروف کہتا ہے سبحان اللہ عجیب آشنا پرستی بلکہ خادم پرستی و غریب نوازی دیکھی گئی۔

ہندو میں بُت پرست و مسلماں خدا پرست

ہم ہیں غلام اُن کے جو ہیں آشنا پرست

قبلہ بابو جی مدظلہ فرماتے ہیں کہ یہ شعر آپ عموماً پڑھا کرتے تھے (مترجم)

(ملفوظاتِ مہریہ بار اول فارسی ص مطبوعہ صابر پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۳۲)

(ملفوظ نمبر ۲۲ ملفوظاتِ مہریہ بار دوم ص ۵۸ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظ نمبر ۲۲ ملفوظاتِ مہریہ بار سوم ص ۳۶ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۸۶)

(ملفوظ نمبر ۲۲ ملفوظاتِ مہریہ بار پنجم ص ۳۶ طبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

بدعقیدہ لوگ
کُفّار سے زیادہ نقصان دہ ہیں

حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کفار کا مومنین کے ساتھ جنگ کرنا در حقیقت اِتنا مضر نہیں جتنا کہ بداعتقاد لوگوں کی تقریر وتحریر۔ کیونکہ کفار کے ساتھ جنگ سے بڑی تکلیف یہی ہوتی ہے کہ مومن کفار کی تلوار کے غلبہ سے مقتول ہوتے ہیں لیکن ایمان رکھتے ہوئے مقتول ہونا تو ایک بڑی کامیابی ہے دُنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں۔

انسان محلِ حوادث ہے جسم برباد بھی ہو جائے مگر ایمان باقی رہے تو کوئی ضرر نہیں مگر جو شخص اسلام کا دعویٰ کرے اور محراب میں منبر پر کھڑے ہو کر واعظانہ صُورت میں ناصحانہ آیات و احادیث پڑھ کر بے جا تاویلوں اور حیلہ بازیوں سے اہلِ اسلام کے عقیدوں میں خلل پیدا کرے تو ایسے شخص کا ضرر بہت زیادہ ہے کیونکہ اس کی زبان کا ڈنگ روح اور ایمان کے لئے ایک خطرناک اژدہا ہے جس سے متاعِ اسلام برباد ہوتی ہے صحبتِ بد کا اثر بُرے کام کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہوتا ہے ہم سے تو ایسی فقیری نہیں ہوسکتی کہ عقائدِ متواترہ اسلامیہ پر ایسے حملوں کے وقت خاموش بیٹھ کر تماشا دیکھا کریں اور ہم ایسے فقر سے بھی ہزار دل سے بیزار ہیں جو عین مداہنت اور بے غیرتی ہو۔

مرزا قادیانی سے مقابلہ کے وقت بھی بعض مہربانوں نے جو اخلاص کا معنیٰ نہیں جانتے اعتراض کیا کہ فقراء کا کام بحث و مباحثہ نہیں۔ اُنہوں نے یہ نہ جانا کہ یہ جہاد اُس شخص کے ساتھ ہے جس کے خیالاتِ فاسدہ کی تیغ بے دریغ سے ملّتِ محمدی برباد ہو رہی ہے۔

مترجم کہتا ہے! سبحان اللہ کیا اخلاص اور جذبہ اعلاء کلمہ حق ہے شریعت، طریقت اور حقیقت کی ایسی جامعیت کسی قسمت والے کو نصیب ہوتی ہے،

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

افسوس! بہت سے لوگ آپ کی صحیح شان معلوم نہ کر سکے۔

اے چودھویں صدی کے مجددِ اعظم!

خدا تیری قبر پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے اور اُمتِ مسلمہ کو تیرے حکیمانہ ارشادات سے سبق حاصل کرنے کی توفیق نصیب کرے۔ آپ جیسی ہستیوں کے متعلق ہی کسی نے کیا خوب کہا ہے!

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(ملفوظاتِ مہریہ بار اول فارسی ص ۱۵۱ مطبوعہ صابر پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۳۲)

(ملفوظ نمبر ۱۵۶ ملفوظاتِ مہریہ بار دوم ص ۱۹۰۔۱۹۱ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظ نمبر ۱۵۶ ملفوظاتِ مہریہ بار سوم ص ۱۱۷، ۱۱۸ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۸۶)

(ملفوظ نمبر ۱۵۶ ملفوظاتِ مہریہ بار پنجم ص ۱۱۷، ۱۱۸ طبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر کہنے کا جواز

ایک شخص نے عرض کیا کہ جہاں دُرود شریف پڑھا جائے کیا وہاں رُوحِ محمدی تشریف فرما ہوتی ہے؟

حضور قدس سرہ نے فرمایا کہ رُوح مبارک کا تشریف لانا اِس طرح سمجھنا چاہیے جیسے سُورج اپنی جگہ پر قائم ہے لیکن اس کی روشنی ہر جگہ موجود ہے رُوحانی سفر میں قُرب و بُعد عنصری نہیں ہوتا۔ حقیقتِ محمدیہ جمیع حقائقِ امکانی پر مقدّم و اعلیٰ و اکمل و افضل ہے۔

پھر ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض مولویوں نے فتویٰ دیا ہے کہ یا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ نہ پڑھا جاوے۔

فرمایا: ہم تو مُلّائی کام نہیں کرتے۔ جن لوگوں کا برزخ سے تعلق ہے انہیں صحیح حال معلوم ہے مفتیوں سے اگر پوچھیں تو وہ تو یہ بھی کہیں گے کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ بھی نہ کہا جائے باوجودیکہ موجودات پر سیلانِ جُود اور ماہیات پر فیضانِ وجود بواسطہء آں ذاتِ بابرکات ہے۔

گویا تکوینِ کونین آپ کے وجود سے ہے اور شیئاً للہ کا معنیٰ سوال واِستغاثہ برائے تکریم و تشریف اسم پاک ہے نہ جیسا کہ معترض کہتے ہیں کہ مسئول منہ کو وسیلہ اور وسیلہ کو مسئول منہ نہ کرنا چاہیے۔ حالانکہ اِس کلام کی نظیر قرآن مجید سورۃ نساء میں موجود ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ۔

تسائل از باب تفاعل یہاں بمعنی مشارکہ مستعمل ہے یعنی اس خُدا سے ڈرو جس کے اسمِ پاک کے وسیلہ سے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔

یہاں مسئول منہ وسیلہء فعل واقع ہوا ہے اور مسئلہ سماعِ موتیٰ مدارج النبوۃ میں مذکور ہے

ارواح کاملین کا علمِ برزخ میں اِستغراق ان کے عالمِ شہادت میں تصرف کرنے سے مانع نہیں۔

پھر ایک شخص نے سوال کیا کہ بحقِ فلاں بزرگ یا بحرمتِ فلاں بزرگ کہنا جائز ہے یا نہ؟

فرمایا! دونوں جائز ہیں۔

خلق کی جانب سے خالق پر کوئی حق لازم اور ضروری نہیں ہے لیکن رب العالمین کی جانب سے حق بطور وعدہ و اِحسان اُس کی موہوبہ نعمتوں سے ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص خدا کے ساتھ ایمان لائے، نماز پنجگانہ ادا کرے اور ماہِ رمضان کے روزوں کی نگہداشت کرے خُدائے تعالیٰ پر حق ہے کہ اُس کو جنّت میں داخل کرے گا۔

آیت وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ۔ وغیرہ اس کے شاہد ہیں۔

(ملفوظاتِ مہریہ بار اول فارسی ص مطبوعہ صابر پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۳۲)

(ملفوظ نمبر ۱۶۷ ملفوظاتِ مہریہ بار دوم ص ۲۰۲ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظ نمبر ۱۶۷ ملفوظاتِ مہریہ بار سوم ص ۱۲۵ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۸۶)

(ملفوظ نمبر ۱۶۷ ملفوظاتِ مہریہ بار پنجم ص ۱۲۵ طبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد

قدمی هذا رقبة كل ولی الله کی تشریح

سیدنا غوث الاعظم ، محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی شانِ بے پایاں کا ذکر شروع تھا، فرمایا کہ بعض سجادہ نشین حضرات کو آنجناب کا ارشاد قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ ۔ میرا یہ قدم اولیاء اللہ کی گردن پر ہے اپنے سلسلہ کے اکابرین مشائخ مثل خواجہ بزرگ معین الحق والدین رضی اللہ عنہ اور مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ وغیرہم کے متعلق گراں گذرتا ہے اس لئے وہ حضرت محبوبِ سبحانی کے اس قول مبارک کے متعلق مختلف تاویلیں پیش کرتے ہیں۔ اس سے اُن کا منشاء اپنے مشائخ سلسلہ کی تعظیم اور کمال محبت ہے لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے ۔ انصاف کرنا چاہیے ۔ یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے کہ جب یہ کلمہ عالیہ حضور سے صادر ہوا تھا اُس وقت سعید میں حضرت خواجہ اجمیری ایک پہاڑ پر یادِ الہی میں مشغول تھے آپ نے جب غیب سے یہ کلمہ اپنے گوش ہوش سے سُنا تو بہ ادبِ تمام آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

علی راسی وعینی ۔ میرے سر آنکھوں پر۔

----------بعض حضرات سیدنا غوثِ اعظم اور حضور غریب نواز اجمیری کی مُلاقات بلکہ ہم عصر ہونے سے بھی انکار کرتے ہیں حالانکہ سلسلہ صابریہ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ محمد اکرم صابری نے اپنی مشہور کتاب اقتباس الانوار میں حضور غریب نواز اجمیری کی حضور غوث اعظم سے مُلاقات اور اِستفادہ کو محققانہ انداز میں ثابت فرمایا ہے:۔

(ملفوظاتِ مہریہ باراول فارسی ص ۱۴۱ مطبوعہ صابر پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۳۲)

(ملفوظ نمبر ۱۴۱ ملفوظاتِ مہریہ بار دوم ص ۱۶۸ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظ نمبر ۱۴۱ ملفوظاتِ مہریہ بار سوم ص ۱۰۴ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۸۶)

(ملفوظ نمبر ۱۴۱ ملفوظاتِ مہریہ بار پنجم ص ۱۰۴ اطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

عقیدہ سمعِ موتیٰ

سمع موتیٰ کا ذکر آیا زبانِ غیب ترجمان سے فرمایا: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى (سورۃ النمل آیت ۸۰) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اسماع اور چیز ہے اور سمع اور چیز یعنی اے محمد تو اُن کا مُسمع (سُنانے والا) نہیں بلکہ ان کا مُسمع حق سُبحانہ وتعالیٰ ہے۔

شیخ کے اِس فرمُودہ کو مخالفین نے تاویلِ ضعیف سے منسوب کیا ہے لیکن حضرت شیخ جیسے ذی قدرِ انسان کا فرمُودہ کا اِنکار ہے وہ یہ ہے کہ اِس آیت میں سمع سے مُراد سمع اجابت ہے نہ سمع مطلق کیونکہ یہاں کُفّار کو موتیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے اور ان کے درمیان وجہ تشبیہ عدم سمع ہے اور عدم سمع علی الطلاق کفّار میں متصور نہیں لقولہ علیہ السلام:

ما انتم باسمع لما اقول منهم انهم لا يستطيون ان يردو علی شياء۔

تم میری بات کو اُن سے زیادہ سننے والے نہیں مگر اِس قدر ضرور ہے کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قلیب بدر کے متعلق اُس وقت فرمائے جب بعض صحابہ کرام نے اِستفسار کیا کہ یارسول اللہ آپ اِن بے جان لاشوں سے کیوں خطاب فرما رہے ہیں۔

محررسطور کہتا ہے کہ مویدِ مضمون بالا قرآن مجید میں بہت سی آیتیں موجود ہیں مثلاً آیت اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو دل سے چاہتے تھے اُن کے لئے ہادیِ خیر نہ تھے بلکہ یہ کہ مستفید بالهدایۃ کرنا خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے ایسا ہی

مستفید بالسمع کرنا بھی خاصہ حق تعالیٰ ہے اِسی طرح عدم سمع کفّار اور ان کے نابینا پن کے متعلق آیت ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔

یہ اس کے لئے ہے جس کا دل ہو اور جو سمع کو متوجہ کر کے حاضر ہو۔

اور آیت فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۔ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینے میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔ میں غور کرنا چاہیے نیز تلقین مسنون بعد الدفن جو احادیث میں وارد ہے اُس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے اور قبرستان جا کر زائر کا السلام علیکم یا اھل القبور ویادار قوم مومنین کہنا بھی اِسی بات کو ثابت کرتا ہے اور حدیث انه یسمع قرع نعالھم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے والا اپنے دفن کرنے والوں کے جُوتوں کی آہٹ بھی سُنتا ہے اسی کی موید ومثبت ہے۔

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۸۸ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

(ملفوظاتِ مہریہ ص بار دوم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظاتِ مہریہ ص بار اول فارسی مطبوعہ صابر الیکٹرک پریس لاہور ۱۹۳۲)

لعن بر یزید

ایک شخص نے عرض کیا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لعن بر یزید کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔

فرمایا کہ: شیخ موبموسُفتہ محبت بنو فاطمہ ہیں۔ پس اُن کو ایذا پہنچانے والے کے حق میں پُورے طور پر مجوّ ذِ لعنت ہیں لیکن بعض اہلِ علم نے اِس میں تامّل کیا ہے اور کہا ہے کہ آخرت کا حال معلوم نہیں ممکن ہے یزید نے توبہ کی ہو۔

علامہ تفتازانی نے اس کے رد میں خوب فرمایا ہے کہ قتلِ ذرّیتِ طیبہ اور اُن کی اہانت بطور یقین اور امر مشہود ہے اور توبہ امر متحمل۔ پس احتمال وظن یقین سے کیا نسبت رکھتے ہیں اور بہت سے دیگر محققین بھی لعن کا جواز ثابت کرتے ہیں۔

ہمارے مخلصوں میں سے ایک شخص کو دمشق کی سیر و سیاحت کا اِتفاق ہوا اس نے بیان کیا ہے کہ سارے شہر کی آلودگیاں اور خاکروبہ یزید کی قبر کے پاس ڈالتے ہیں۔ وہ جگہ آبادی سے بہت دور ہے۔

ہاں جواز اور لزوم میں فرق ہے لعن کو عادت بتانا ضروری اور لازم نہیں، بہتر ہے کہ بحکم عام فرمودۂ حق تعالیٰ لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ پر کفایت کی جائے بجائے لعن کرنے کے اللہ اللہ کرنا اولین و آخرین کے حق میں بہتر کام ہے۔

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۲۴ بار پنجم مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۰۷)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۲۰۰ بار دوم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۶۵)

(ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۵۹ بار اول فارسی مطبوعہ صابر الیکٹرک پریس لاہور ۱۹۳۲)

کفر یزید پر دال

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَمُبَسمِلًا

بعد سلام آنکہ آیۃ (اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۷) اور نیز آیت فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّھُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَھُمْ (سورۃ محمد آیت ۲۲، ۲۳)

اور نیز متفق علیہ حدیث فاطمة بضعة منی میرا ٹکڑا ویوذینی ما اذاھا اور نیز حدیث من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی اور نیز حدیث حسین منی وانا من حسین احب اللہ من احب حسینا اور نیز حدیث ان ذالك منکم فلینصرہ سب آیات واحادیث صحیحہ یزید شقی اور اس کے تابعان کے مستحق لعنت ہونے پر شاہد ہیں۔ کوئی اہلِ ایمان اس گروہِ اشقیاء کی غیر ملعونیت کا قائل نہیں۔ جن لوگوں نے لعن یزید سے منع کیا ہے یزید کو اچھا سمجھ کر نہیں کیا، بلکہ اس خیال سے کہ بجائے اس کے اللھم صل علی محمد وعلی والحسن والحسین وفاطمہ پڑھنا بہتر ہے شیطان کو اگر کوئی رات دن لعن کرے بجائے اس کے تلاوت ذکر اور درود پڑھنا مفید ہے۔

آیت استخلاف:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ۠ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور نیز یزید شقی کا بعد شہادت سیّد الشہداء علیہ السلام کے کمال خوشی میں آ کر یہ کہنا کہ آج ہم نے آل محمد سے روز بدر کا انتقام اور بدلہ لے لیا ہے، ما قال۔

ولست من جندب ان لم انتقم

من نبی احمد ماکان قد فعل

یزید کے کفر پر دال ہیں۔ کما صرح بہ القاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ الغرض یزید کے مستحق لعن ہونے میں بہ تصریح ثقات کوئی شک نہیں۔ اگرچہ بے سود امر ہے مگر اہلِ ایمان بمقتضائے الحب فی اللہ والبغض فی اللہ من الایمان۔ ان گروہ اشقیاء پر لعنت بھیجے بغیر رہ نہیں سکتے بفضلہٖ ہم بوجہ اعتقاد حقیقت خلافت خلفاء اربعہ علیہم الرضوان و محبت اہلِ بیت علیہم السلام روافض و خوارج سے علیحدہ ہیں والحمد للہ اولاً و اخراً والصلوٰۃ والسلام ستہ باطناً علیہ ظاھراً وآلہ وصحبہٖ والسلام خیر ختامم۔

(مکتوبات طیبات ص ۱۵۰، ۱۵۱ بار دوم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۸)

(مکتوبات طیبات قدیم ص ۲۶۳۔ ۲۶۴ مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور)

حضورِ اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور رِدّ قادیانیت

فرقہ بہایہ کے غلط استدلال کی تردید

حضورِ اعلیٰ، امام المسلمین سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے آیت مسطورہ ذیل کی تشریح پوچھی گئی جس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

تدبیر فرماتا ہے کام کی آسمان سے زمین تک پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔

(سورۃ السجدہ آیت ۵)

غلط محض اور بے ہودہ خیال ہے۔ اُسی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)

خاتم النبیین اسی کو کہا جاتا ہے کہ اُس نبی کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو۔ ایسا ہی حدیث شریف میں ہے۔

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا نبی بعدی ولا رسول
یعنی پیغمبری ختم ہو چکی ہے میرے پیچھے کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔

(ترمذی باب الرؤیا رقم الحدیث ۲۲۷۲)

پھر بہاؤ الدین زکریا وغیرہ کیسے پیغمبر ہو سکتے ہیں اور شرح محمدی کس طرح منسوخ ہو سکتی ہے۔

آیت یدبر الامر کا مطلب یہ ہے کہ خدائی بادشاہت اور کاروائی کی تدابیر دُنیا میں آسمان سے زمین کی طرف اُترتی رہتی ہیں پھر قیامت آنے پر دُنیاوی اُمور کی یہ سب تدابیر جاتی رہیں گی اور وہ قیامت کا دن بوجہ شدت اور سختی کے کافر پر اس قدر لمبا اور دراز معلوم ہوگا کہ گویا ہزار سال کا دن ہے جیسا کہ سورۂ سجدہ کی آیت مذکورۃ الصدر میں (اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ) آیا ہے یا وہ قیامت کا دن سخت ہولناک ہونے کی وجہ سے کافر کو پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا۔

چنانچہ سورۂ معارج میں (خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ) وارد ہے۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ایک آیت میں ہزار سال اور دوسری میں پچاس ہزار سال مذکور ہے تو ایک آیت دوسری کے مخالف ٹھہری اس لئے کہ ہزار سال اور پچاس ہزار سال سے مراد یہ ہے کہ کافروں کو بہت لمبا اور دراز معلوم ہوگا اس کی درازی کو خواہ ہزار سال کہیے خواہ پچاس ہزار سال اور مومن کو وہ دن نماز فرضی کے وقتِ ادا سے کم مقدار معلوم ہوگا چنانچہ حدیث شریف میں یہی مضمون ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت (یدبر الامر) کا مطلب وہ نہیں جیسا کسی جاہل نے نسخ شرع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سمجھا ہے وہ جاہل یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اگر اسی آیت کا مطلب یہ ہوتا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین کیسے ٹھہرتے جبکہ معاذ اللہ بہاؤ الدین معہ کتاب آسمانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آنے والا پیغمبر ہوتا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور شرع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہال اور بے دینوں کے حملوں سے بچائے۔

ختم نبوت کے متعلق
چند شکوک کا ازالہ

حضور اعلیٰ امام المسلمین حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ختم نبوت کے متعلق سوالات اور اُن کے جوابات۔

سوال:

سورۂ اعراف کی آیت ۳۵ یٰبَنِیٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد قیامت تک نبی آتے رہیں گے کیونکہ بنی آدم سے یوم قیامت تک آنے والے تمام افراد مراد ہیں اُن کے انبیاء بھی قیامت تک آنے چاہئیں۔

جواب:۔

یہاں دو عموم ہیں ایک افراد انسانی کا عموم، دوسرا تمام اوقات میں عموم و احاطۂ رسل، حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بھی قیامت تک، ظاہر ہے کہ پہلا عموم دوسرے عموم کو مستلزم نہیں۔ بایں طور کہ ہر دور میں نئے نئے رسول آتے رہیں بلکہ یہ چیز امکانِ وقوعی کے طور پر ثابت ہے کہ ایک ہی رسول قرونِ کثیرہ کے افراد انسانی کے لئے کافی ہو جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام اُمتِ عیسویہ کے قرون کثیرہ کے لئے کافی ہوئے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے قبل پانچ صد سال) یہ معاملہ باری تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ ہر ایک کے لئے جس قدر چاہتا ہے حد مقرر فرماتا ہے لہٰذا عین ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ہم عصروں کے لئے اور مابعد

میں قیامت تک آنے والوں کے لئے کافی ہوں۔ پس آیت مذکورہ سے مستدل کا استدلال کوئی قوت نہیں رکھتا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سلسلہء نبوت و رسالت کا انقطاع نص قرآنی (وخاتم النبیین) سے ثابت ہے۔

سوال :۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات میں اور امام شعرانی نے الیواقیت و الجواہر میں کئی مقامات پر تصریح فرمائی ہے کہ نبوت تشریعی کا سلسلہ منقطع ہوا ہے مطلق نبوت کا نہیں لہذا جائز ہے کہ بعض کاملین امت کو نبی غیر تشریعی کہا جائے۔

جواب :۔

ایسا کہنا بالکل جائز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرماتے ہیں۔

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی۔

تم مجھ سے قرب و منزلت میں اس طرح ہو جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام تھے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

یہاں مطلقاً اسم نبی کے اطلاق کی نفی فرمادی خواہ وہ تشریعی کہلائے یا غیر تشریعی۔

اگر کہا جائے کہ پھر صاحب فتوحات و صاحب یواقیت نے اس حدیث کی خلاف ورزی کیوں کی ہے تو جواباً یہ کہا جائے گا کہ ان اکابر کی غرض یہ ہے کہ اس اُمتِ مرحومہ میں اہل اللہ کا ایسا گروہ موجود ہے جنہیں کشف یا الہام یا لوحِ محفوظ کے مطالعہ کے ذریعے کتاب وسُنت وغیرہ کے اسرار سے مطلع کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس قدر مقام کے حصول سے اُنہیں نبوت کا مقام مل جاتا ہے یا اُن پر اسمِ نبی کا اطلاق صحیح ہے بلکہ صاحب فتوحات خود فتوحات میں تصریح فرماتے ہیں۔

لا يصح لاحد ان ينال مقام النبوة انا نراه كالنجوم على السماء انتهىٰ۔

کہ اب کسی کے لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ نبوت کا مقام پائے۔ ہم تو نبوت کے مقام کو اپنے سے اتنا دور دیکھتے ہیں جتنا کہ آسمان کی بلندی پر دور سے ستارے نظر آتے ہیں۔ یواقیت میں بھی اسی طرح منقول ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد رسول و نبی کا اطلاق اُمتِ مرحومہ کے کسی فرد پر جائز نہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ یہ وہبی چیز ہے کسبی نہیں۔

قصیدہ بردہ میں!

تبارك الله ما وحی بمکتسب۔ یعنی وحی کسبی چیز نہیں۔

شرح عقائد وغیرہ میں ہے کوئی ولی درجۂ انبیاء تک نہیں پہنچ سکتا صاحب سمجھ کے لئے یہی کچھ کافی ہے۔

والله يقول الحق ويهدى السبيل والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله محمد صلى الله عليه وآلهٖ وسلم وعلىٰ آلهٖ واصحابه اجمعين۔

مرزائیوں کے اہم اشکالات کے جوابات

جناب حضرتنا، شیخنا، سیدنا و مولانا، زبدۃ المحققین و رئیس العارفین۔

بعد سلام علیکم کے عاجز یوں گذارش کرتا ہے کہ فرقہ باطلہ مرزائیہ کی تائید میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ایک معتقد مرزا ابو العطاء حکیم خدا بخش قادیانی نے ایک ضخیم کتاب ''عسل مصفیٰ'' لکھی ہے، اس کتاب میں مرزا موصوف نے اپنے زعم میں وفات مسیح کو جہاں تک ہوسکا ثابت کیا۔

مرزا صاحب قادیانی نے توازالہ اوہام مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۳۰۸ھ کے صفحہ ۵۹۱ تا ۶۲۷ میں ۳۰ آیات قرآنی سے وفاتِ مسیح کا استدلال پکڑا مگر حکیم صاحب نے اپنے پیر سے بھی بڑھ کر نکلے یعنی انہوں نے ساٹھ آیاتِ قرآنی سے وفات مسیح کا استدلال پکڑا۔ مثل مشہور ہے ''گرو جنہاں دے جاندے ٹپ۔ چیلے جان شڑپ'' راقم الحروف کی اکثر اوقات امرتسر کے مرزائیوں کے ساتھ گفتگو ہوتی رہتی ہے۔

آپ کی کتاب سیف چشتیائی نے مجھے بڑا فائدہ دیا اور چند ایک مرزائیوں نے اسے پڑھا۔ چنانچہ حکیم الٰہی بخش صاحب مرحوم معہ اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر ہی فوت ہوئے اور باقی مرزائیوں کے دل ویسے ہی سخت رہے، سچ ہے کہ!

خاک سمجھائے کوئی عشق کے دیوانے کو
زندگی اپنی سمجھتا ہے جو مر جانے کو

میری خود یہ حالت تھی کہ عسلِ مصفیٰ کو پہلی بار پڑھنے سے دل میں طرح طرح کے شکوک اُٹھے اور وفاتِ مسیح پر پورا یقین ہو گیا مگر الحمد للہ کہ آپ کی ''سیف چشتیائی'' اور شمس الہدایت'' نے میرے متذبذب دل پر تسلی بخش امرت ٹپکا۔

امید ہے کہ کئی برگشتہ آدمی اس سے ایمان میں تروتازگی حاصل کریں گے۔ عرصہ ایک سال سے عاجز نے کمر بستہ ہو کر یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ایک ضخیم کتاب بنا کر عسل مصفیٰ کی تردید بخوبی کی جائے اور اس کی تمام چالاکیوں کی قلعی کھولی جاوے چنانچہ راقم الحروف عسل مصفیٰ کے رو میں ایک کتاب '' صاعقہ رحمانی برنخلِ قادیانی'' لکھ رہا ہے اور اس کے پانچ باب ترتیب وار باندھے ہیں۔

(۱) حیاتِ مسیح ۱۵ فصلوں پر۔

(۲) حقیقت المسیح ۱۵ فصلوں پر۔

(۳) حقیقت النبوت ۱۵ فصلوں پر۔

(۴) حقیقت المہدی ۱۲ فصلوں پر۔

(۵) حقیقت الدجال ۸ فصلوں پر۔

مصنف عسل مصفیٰ نے چند ایک اعتراضات حیاتِ مسیح اور رجوع موتی پر کئے ہیں۔ عاجز ذیل میں وہ اعتراضات تحریر کر دیتا ہے اور آپ سے ان کے جوابات کا خواستگار ہے۔ میں نے امرتسر کے چند ایک عالموں مثلاً محمد داؤد بن عبد الجبار مرحوم غزنوی، خیر شاہ صاحب حنفی نقشبندی، ابوالوفاء ثناء اللہ وغیرہ سے ان اعتراضوں کے جواب پوچھے مگر افسوس کہ کسی نے بھی تسلی بخش جواب نہیں دیئے۔

اب امید ہے کہ آپ بخیال ثواب دارین ان اعتراضوں کے جواب تحریر فرما کر فرقہ مرزائیہ کے دام کر سے اہلِ اسلام کو خلاصی دیں گے۔

اول:۔ صحیح بخاری مطبع احمدی جلد ۱ ص ۴۸۱ میں ہے!

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رایت عیسیٰ وموسیٰ وابراهیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر الخ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں نے عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ عیسیٰ تو سرخ رنگ کے گھنگھریالے بالوں والے چوڑے سینے والے تھے۔

پھر اسی بخاری میں ہے!

حدثنا احمد قال سمعت ابراهیم عن ابیه قال لا والله ماقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم بعیسیٰ احمر ولکن بینما انا نائم اطوف بالکعبة فاذا رجل ادم سبط الشعر یهادیٰ بین رجلین ینطف راسه ماء او یهراق ۔۔الخ

(بخاری شریف جلد ا ص ۴۸۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ہمیں احمد نے حدیث سنائی انہوں نے کہا میں نے ابراہیم ابن سعد سے سنا۔ انہوں نے کہا مجھے حدیث سنائی زھری نے سالم سے انہوں نے اپنے باپ (ابن عمر) سے روایت کی کہ بخدا نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسیٰ کے متعلق نہیں فرمایا کہ وہ سرخ رنگ والے تھے لیکن آپ نے یہ فرمایا کہ ایک وقت میں خواب میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ گندمی رنگ کا سیدھے بالوں والا ایک آدمی دو مردوں کے درمیان چل رہا ہے اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے یا ان کے سر سے پانی بہہ رہا تھا۔

پہلی حدیث میں عیسیٰ مسیح بن مریم ناصری کا حلیہ سرخ رنگ بال گھونگھر دار، سینہ چوڑا تھا اور دوسری حدیث میں مسیح موعود کا حلیہ گندم گوں رنگ، بال کندھوں پر لٹکے ہوئے اور سر کے بالوں سے پانی ٹپکتا ہوا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ مسیح ناصری اور ہے اور آنے والے مسیح جس نے دجال کو مارنا ہے اور ہے دوسری حدیث میں یہ بھی ہے۔

قال ثم اذا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی کان

عینه عنبة طافية كاشبه من رايت من الناس بابن قطن قاضعا يديه على منكبی رجلين يطوف بالبيت الخ۔

فرمایا! پھر میں نے اس کے بعد ایک شخص کو دیکھا جس کے بال سخت پیچیدہ ہیں۔ داہنی آنکھ سے کانا ہے وہ ابن قطن سے بہت مشابہت رکھتا ہے ایک آدمی کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کے اردگرد پھر رہا ہے الخ۔

(بخاری شریف ج ا ص ۴۸۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجّال کو بھی کعبہ کا طواف کرتے دیکھا مگر دوسری صحیح حدیثوں سے صاف عیاں ہے کہ دجّال پر مکہ و مدینہ حرام کئے گئے ہیں پھر مسیح دجّال کا طواف کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

دوم:۔ صحیح بخاری میں ہی ہے!

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تحشرون حفاظ عراة غرلا ثم قرا كما بدانا اول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين فاول من يكسى ابراهيم ثم يوخذ برجال من اصحابی ذات اليمين وذات الشمال فاقول اصحابی فيقال انهم لايزالوا مرتدين على اعقابهم مذفارقتهم فاول كما قال العبد الصالح عيسیٰ بن مريم وكنت عليهم شهيدا مادمت فيهم فلما توفيتنی الخ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا اور فرمایا تم اللہ کے حضور اس حال میں اٹھائے جاؤ گے کہ تمہارے پاؤں اور بدن ننگے ہوں گے اور ختنے نہ کئے ہوں گے، جیسے ہم نے پہلے پیدا کیا اس طرح لوٹائیں گے ہمارا وعدہ ہے ہم اسے ضرور پورا

کریں گے۔ پھر قیامت میں سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم ہیں۔ پھر میرے اصحاب میں سے داہنی اور بائیں طرف لے جایا جائے گا اور میں کہوں گا یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا جب آپ ان سے جدا ہوئے وہ اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے (مرتد ہو گئے تھے) تو میں کہوں گا جو عبد صالح عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا میں جب تک ان میں تھا ان پر گواہ تھا جب تو نے مجھے آسمانوں پر لے جانے کا وعدہ پورا کر دیا تو تو ہی ان کی نگہبانی کرنے والا تھا اور تو ہر شے پر گواہ ہے۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۴۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

جزے سورۃ مائدہ میں ذکر ہے کہ مسیح پر سوال ہونے پر مسیح جواب دیں گے کہ!

قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۚ بِحَقٍّ ۭ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

(سورۃ المائدہ آیت ۱۱۶)

پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بے شک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

میں نے تو اُن کو نہ کہا مگر وہی جس کا تُو نے مجھے حکم دیا تھا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔

قیامت کے دن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیات اپنے اوپر چسپاں کر کے فرما دیں گے اور اپنے بیان کو عیسیٰ کی طرح بیان فرما دیں گے اب یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت

ہو چکے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی کہیں گے کہ جب تو نے مجھے وفات دی اور کما قال العبد الصالح۔ صاف ظاہر کرتا ہے کہ مسیح بھی یہی کہیں گے کہ جب تو نے وفات دی۔

اب اس کے معنی وفات کے لے کر یہ کہا جائے کہ اس سے مراد وہ موت ہے جو مسیح کو زمین پر آنے کے پینتالیس ۴۵ سال بعد آئے گی تو اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ مسیح کے پیرو مسیحی ابھی گمراہ نہیں ہوئے بلکہ مسیح کی وفات کے بعد ہوں گے ااور اس جا آئندہ مراد لینا اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ خدا تو مسیح کے اس زمانے کی نسبت سوال کر رہا ہے جبکہ مسیح کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا نہ آئندہ زمانے کی نسبت اور پھر مسیح اتنا زمانہ چھوڑ کر آئندہ موت کی بابت کس طرح گفتگو کرتے اور پھر تفسیر مثلاً کمالین وحسینی وغیرہ میں فلما توفیتنی کے معنی رفع الی السماء نہ ہوتا اور گذشتہ زمانے میں یہ کہنے پر کہ "جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا" یہ اعراض آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر کما قال العبد الصالح۔ فرما کر قیامت کو کس طرح کہہ سکتے ہیں جب تو نے مجھے فوت کرلیا" ورنہ یوں 'چاہیے جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا" اور یہ غلط ہے جس حالت میں کہ مسیح کی طرح ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمادیں گے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے مسیح کی بابت تو آسمان پر اُٹھایا جانا معنیٰ کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماویں گے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسیح کی بابت تو آسمان پر اُٹھایا جانا معنیٰ کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت فوت ہوجانے کے معنی کریں۔ کیونکہ اس سے تو مماثلت درست نہیں رہتی۔

سوم:۔ صحیح بخاری میں کتاب التفسیر میں ہے۔

قال ابن عباس متوفیك ممیتك

(نزہۃ القاری شرح بخاری ج ۵ ص ۱۰۷)

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ابن عباس ایسے معنے کرنے میں آیت یاعیسیٰ انی ۔۔الخ میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں اس پر یہ اعتراض آتے ہیں۔

(۱) صحیح بخاری سے یہ ثابت نہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں

کیونکہ کتاب التفسیر میں صرف متوفیك کا معنیٰ ممیتك لکھے ہیں۔

(۲) اگر رافعك کے بعد متوفیك کو رکھیں تو لازم آوے گا کہ مسیح کا رفع تو ہو گیا ہے ومطهرك وجاعل الذین ..الخ کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا بلکہ بعد وفات کے ہو گا اور یہ غلط ہے۔

(۳) اگر متوفیك کو مطهرك کے بعد رکھئے تو لازم آئے گا کہ رفع ومطہر ہونے کے وعدے تو پورے ہو گئے ہیں مگر مسلمان کافروں پر غالب نہیں ہیں بلکہ موت کے بعد ہوں گے حالانکہ یہ غلط ہے۔

(۴) اگر متوفیك کو سب کے آخر رکھیں تو لازم آوے گا کہ قیامت کے دن جبکہ اور لوگ زندہ ہو کر اُٹھیں گے مسیح فوت ہو جائیں گے کیونکہ چوتھا وعدہ یہ ہے کہ قیامت تک تیرے پیروؤں کو کافروں پر غالب رکھوں گا۔

(۵) یہ چار وعدے ترتیب وار ہیں اگر واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ قیامت کے پہلے پہلے یہ سب وعدے پورے ہو جانے چاہئیں تو الیٰ یوم القیامة کی ضرورت نہ تھی اور اس کی نظیر میں کوئی اور آیت بھی پیش کرنی چاہیے۔

چہارم :۔بعض مفسرین نے آیت وان من اهل الکتاب ..الخ کے معنی یہ کئے ہیں کہ مسیح موعود کے وقت میں جتنے اہل کتاب ہوں گے وہ سب مسیح کی موت کے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے۔اس پر عسلِ مصفٰی کے یہ اعتراض ہیں کہ!

(۱) آیت وجاعل الذین ..الخ سے صاف عیاں ہے کہ کافر قیامت تک رہیں گے پھر مسیح کے وقت کس طرح سب مومن ہو جاویں گے۔

(۲) مفسرین کے یہ معنی اس آیت کے مخالف ہیں۔ جہاں ارشاد ہے کہ ہم نے یہود اور نصاریٰ کے درمیان قیامت تک بغض ڈالا ہے۔

(۳) اور اس آیت کے بھی مخالف ہے جس میں ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی اُمت پیدا کرتا مگر یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔

(۴) یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام اہلِ کتاب مسلمان نہیں ہوئے تو پھر مسیح کے زمانے کو کیا خصوصیت حاصل ہے؟

(۵) دجّال یہودی ہوگا اور اس کے ساتھ ستر ہزار یہود ہوں گے باوجود اہلِ کتاب ہونے کے پھر وہ کیسے ایمان لانے کے بغیر مر جائیں گے۔

پنجم :۔ عسلِ مصفّیٰ لکھنے والے نے مسیح کے معجزات احیائے موتی، ابراہیم کے رب ارنی کیف تحی الموتی۔۔الخ۔

عزیر کے سو سال کے بعد زندہ ہو جانے اور بنی اسرائیل کے ستر سرداروں کے زندہ ہو جانے سے صاف انکار کیا ہے اور اسی کی باطل تاویلیں کی ہیں اور عدم رجوع موتی پر یہ آیات قرآنی پیش کئے ہیں۔

(۱) وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ

اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ پھر لوٹ کر آئیں۔

(سورۃ الانبیاء آیت ۹۵)

(۲) اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر دیا کہ وہ آج تک ان کی طرف لوٹ کر نہ آئے۔

(سورۃ یٰسین آیت ۳۱)

(۳) حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ

آیا ہوں ہرگز نہیں یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے اور ان کے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جس میں اٹھائے جائیں گے۔

(سورۃ المومنون آیت ۹۹۔۱۰۰)

(۴) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى..... الخ

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سونے میں پھر جس پر موت کا حکم فرمادیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔

(سورۃ الزمر آیت ۴۲)

(۵) ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ○

پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو۔ پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

(سورۃ المومنون آیت ۱۵۔۱۶)

ششم:۔ جز ۳۔ سورۃ البقرہ میں جہاں ابراہیم کا ذکر ہے فرمایا کہ رب ارنی کیف ۔الخ اس پر مرزائی کہتے ہیں کہ مفسرین نے قیمہ کرنا، کوٹنا کس کے معنے کئے ہیں۔ گو فصرھن کے معنے کوٹنا بھی ہیں مگر یہاں الیک ایسے معنوں سے روکتا ہے۔ اگر کوٹنا ٹکڑے ٹکڑے کرنا بے معنی ہوتے تو صرف فصرھن کافی تھا نہ فصرھن الیك اور جز صرف ٹکڑوں کو ہی نہیں کہتے بلکہ ثابت جسم کو بھی کہہ سکتے ہیں جیسے ۱۶ آدمیوں کا جز چار آدمی و آٹھ آدمی و ایک آدمی بھی ہوسکتا ہے۔ پس اسی طرح ابراہیم نے چار جانوروں میں سے ایک ایک جانور پہاڑ پر رکھا اور پھر آواز دے کر ان کو پاس بُلا لیا۔

ہفتم :۔قرآن مجید کی بیس سے زیادہ آیتوں میں ''متوفی'' کے معنی موت کے آئے ہیں تو پھر یہاں مسیح کی کیا خصوصیت ہے اگر اس سے پورا کر لینے کے معنی لیں تو پھر بھی یہ ایک معمّا باقی رہتا ہے کہ

(۱) کیا عمر کو پورا کرنا۔

(۲) کیا جسم وروح کو پورا کر لینا۔

(۳) یا کوئی اور معنی۔

اور اگر جسم مع الروح پورا لینا مراد ہے تو باقی آیات میں جہاں توفی وغیرہ ہے تو کیا یہ معنی بنیں گے کہ خدا یا فرشتے لوگوں کو جسم مع الروح اُٹھا لیتے ہیں بعض مفسرین نے قبض رکنا کے معنی لئے ہیں اور قبض ہمیشہ روح کا ہوا کرتا ہے۔

ہشتم :۔ جبکہ خدا تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی ذی روح مفعول تو ''متوفی'' کے معنی ہمیشہ قبض روح کے ہوا کرتے ہیں اور اگر مرزائیوں کے آگے آیات توفی کل نفس .... ابراهیم الذی وفیٰ ۔وغیرہ پیش کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو باب تفعل سے نہیں ہیں گو اس کا ماخذ وفا ہی ہے۔

یہ آٹھ سوال گویا تمام عسلِ مصفیٰ کے اعتراضوں کا خلاصہ ہیں ان کا جواب دینا گویا مشنِ مرزائیہ کے سر پر آسمانی بجلی گرانا ہے اُمید ہے کہ آپ ان کے جوابات تسلی بخش تحریر فرماویں گے۔

خادم الاسلام محمد حبیب اللہ کٹڑہ مہاں سنگ کوچہ ناظر قطب الدین۔
پاس مسجد غزنویاں امرتسر

جواب سوال نمبر ۱

احمر اور آدم سے مراد ایک ہی شخص ہے کیونکہ درصورتِ تغایر دوسری حدیث کا جملہ

لا واللہ ما قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعیسیٰ

احمر ولکن قال بینما انا نائم اطوف بالکعبة فاذا رجل ادم الخ۔

بخدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں فرمایا کہ وہ سرخ رنگ کے تھے لیکن آپ نے فرمایا ایک وقت میں خواب میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ گندمی رنگ کا ایک آدمی الخ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۴۸۹ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

بے محل اور غیر مربوط ثابت ہوتا ہے۔ اگر احمر و آدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص کا سرخ رنگ اور دوسرے کا گندم گوں ہونا ناممکن اور غیر واقعی نہیں مانا جاسکتا تو پھر حلفی نفی کا کیا معنیٰ۔ اس قدر تشدد اور تاکید بالحلف اُس صورت میں شایاں ہے کہ ایک ہی شخص کی نسبت حلیہ بیان کیا جاتا ہے اور اسی شخص کو ایک راوی احمر بتاتا ہے اور دوسرا آدم روایت کرتا ہے اور راوی ثانی کو اجتماع بین الحلیتین فی شخص واحد غیر واقعی نظر آتا ہو یا صرف روایت باللفظ اُس کا مقصود ہو در اصل بات یہ ہے کہ مسیح ناصری وہی مسیح موعود ہے اور فی الواقع دونو حدیثیں صحیح مانی جاسکتی ہیں۔ راوی ثانی کا مطلب اور مطمحِ نظر صرف روایت باللفظ ہے نفیاً و اثباتاً مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی رنگ میں چونکہ سرخی و سپیدی ملی ہوئی تھی کما فی ابی داؤد وغیرہ (فاذا رایتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربوع الی الحمرة والبیاض الخ۔)

ایسی رنگت والے کو اگر سرخ کہا جائے تو بھی اور اگر گندم گوں بتایا جائے تو بھی بجا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الفتن باب خروج الدجال حدیث نمبر ۴۳۲۴ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ)

رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسیح اور دجال دونوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھنا۔ سو معلوم ہو کہ خیال منفصل اور عالمِ رؤیا میں عالمِ شہادت کے محالات ممکنات دکھائی دیتے ہیں ایسا ہی مجردات مجسم ہو کر۔

چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا بروز حشر ایک صورت میں جلوہ گر ہونا جس کا مومنین انکار کریں گے پھر دوسری صورت میں متجلی ہونے پر اقرار۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

(علم) کودرصورتِ لبن مشاہدہ فرمانا۔اور نیز واضح رہے کہ ہرایک شخص اپنے خیالات اوراعتقادات واعمال میں مرکزِ استعدادِ ذاتی اپنے کے اردگرد گھومتا رہتا ہے یعنی اُن اسماء الٰہیہ کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتا کہ جن اسماء کے لئے اُس کا عین ثابت فیضِ اقدس میں بغیر تخلل جعل مظہر قرار دیا گیا ہے۔صدیقی عین ثابت (ہادی اور ابوجہل کا عین ثابت (مضل) کے احاطہ سے باہر نہیں جاسکتا، ایسا ہی عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کاعینِ ثابت اور دجّال کا بھی۔

حدیث کا مطلب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشاہدہ فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم اور دجال دونوں اپنے اپنے بیت اللہ اسمائی کا طواف کررہے ہیں۔

ایک یھدی من یشاء کے اظہار میں اور دوسرا یضل من یشاء کے اسباب میں سرگرم اور کمربستہ ہے۔''ہادی'' اور ''مضل'' کا موصوف چونکہ ذات واحدہ ہے لہٰذا عالمِ رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوایک ہی بیت اللہ مشہود ہوا۔یہ ہے مطلب مسیح اور دجال دونوں کے طواف کرنے کاواللہ اعلم وعلمہ الاتم۔

دوسری حدیث:۔ جس میں دجال کی عدم رسائی بیت اللہ کا ذکر ہے وہ بھی صحیح و بجا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حسبِ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دجال کو عالمِ شہادت میں بیت اللہ تک رسائی نہ ہوگی۔

جواب سوال نمبر ۲۔۳

توفیٰ کامعنی موت نہیں بلکہ موت ایک نوع ہے معنیٔ توفیٰ کے انواع میں سے ''توفیٰ'' کامعنی قبض کرلینا، اُٹھالینا، پورا کرلینا، سُلانا۔دیکھولسان العرب، قاموس، صراح وغیرہا سیف چشتیائی ملاحظہ ہو۔

پھر قبض کرلینا عام ہے ایسا ہی اُٹھالینا۔اگراس قبض ورفع کا متعلق نفوس وارواح ہوں اور

فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو اس کے لئے دو صورتیں ہیں۔ ایک موت دوسری نیند۔ پس موت و نیند معنی "توفی" کے لئے جزئیات و مواد ٹھہرے۔ چنانچہ آیت ذیل سے صاف ظاہر ہے

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا ۚ

(سورۃ الزمر آیت ۴۲)

یعنی قبض نفوس و ارواح کی دو صورتیں ہیں ایک موت دوسری نیند۔ اگر یتوفی کا معنی صرف موت دینا اور مارنے کا لیا جائے تو کلام الٰہی (معاذ اللہ) بالکل بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ جب توفی کے مفہوم میں موت ہے تو پھر (حین موتھا) لغو ٹھہرے گا اور (والتی لم تمت) میں بوجہ عطف کے (الانفس) پر اجتماع ضدین (موت و عدم موت) کا سامنا آئے گا وہ باطل۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ قبضِ نفوس گو دو صورتوں موت و نیند میں ہوتا ہے مگر در صورتِ موت نفس مقبوضہ کو چھوڑا نہیں جاتا بخلاف نیند کے کہ اس میں نفس مقبوضہ کو اجل مسمیٰ و میعاد معیّن تک چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ساری آیت پڑھو:

(اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ)

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان کے سونے میں پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ توفی کا معنیٰ صرف قبض ہے اور مقبوض شدہ شے خواہ نفوس و ارواح ہوں اور پھر چھوڑے نہ جائیں جیسے موت کی صورت میں، یا پھر چھوڑ دیئے جائیں بحالتِ نیند و بیداری یا غیر نفوس ہوں۔ چنانچہ توفیت مالی وغیرہ محاورات عرب کما فی لسان العرب وغیرہ ایسا ہی (متوفیک) اور (فلما توفیتنی) خارج ہے موضوع لہ توفی سے کہ (المضان اذا اخذ من حیث انہ مضاف یکون التقیید داخلا والقید خارجا۔

(لسان العرب ص ۴۰۰ ج ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

مضاف کو جب اس حیثیت سے لیا جائے کہ وہ مضاف ہے تقیید داخل اور قید خارج ہوگی۔ قاعدہ مسلّمہ ہے۔

فرض کیا کہ زید مر گیا اور عمرو سو رہا ہے اور دونوں کے متعلقین نے زید کے مر جانے اور عمرو کے سو جانے کے بعد جرائم اعتقادی و عملی پر عمل کرنا شروع کیا۔ زید و عمرو دونوں سے سوال کرنے میں ایک ہی عبارت کا استعمال بحسبِ شہادت آیت مذکورہ بالا (الله یتوفی الانفس) کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً (انما قلتما ان یعتقدوا ویعلموا کذا و کذا) بجواب اس کے دونوں کہہ سکتے ہیں کہ:

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ○

یعنی برخلاف ارشاد الٰہی ان کو کہنا ہم کو شایاں نہیں تھا۔ ہم جب تک ان میں موجود تھے ان کو ہدایت کرتے رہے اور فرمانِ خداوندی پہنچاتے رہے پھر جب تو نے ہماری ارواح کو قبض کر لیا اور اُٹھا لیا پھر تو ان پر نگہبان تھا۔

بشہادت آیت مسطورہ بالا و کتب لغت (لسان العرب، قاموس، صراح،) توفی کا معنی قبض و رفع کا ٹھہرا اور موت و نیند انواع و اقسام ٹھہرے معنی قبض کے لئے اور مسلّمہ قاعدہ ہے کہ استعمال کلی کا جزئی میں مجاز ہے نہ حقیقت۔ لہٰذا اہلِ لغت نے موت کو معنی مجازی ٹھہرایا ہے توفی کے لئے ''سیف چشتیائی'' ملاحظہ ہو۔

ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسیح ابن مریم علیہما السلام بجواب سوال مذکور فلما توفیتنی استعمال فرما سکتے ہیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایں معنی (پھر جب قبض کر لیا تو نے روح میرا) اور مسیح علیٰ نبینا علیہ السلام (پھر جب قبض کر لیا تو نے مجھ کو یعنی میرے جسم کو مع الروح پکڑ لیا اور اُٹھا لیا) وجہ اس کی وہی ہے کہ توفی کا معنی مطلق قبض و رفع کا ہے اور شیء مقبوض و مرفوع اس کے معنے سے خارج ہے جملہ توفی اللہ زید کو تینوں صورتوں میں بول سکتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے زید کو مار دیا۔ یعنی اس کی روح کو قبض کرنے کے بعد نہ چھوڑا یا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے زید کو سلایا یعنی اس کی روح کو بعد القبض چھوڑ دیا یا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے زید کو بالکلیہ (جسم مع الروح) قبض کر لیا اور اُٹھالیا۔

تیسری صورت محلِ نزاع ہے اور پہلی دو صورتیں آیت (الله يتوفى الانفس) سے صراحۃً ثابت ہیں، بلکہ اس آیت میں یتوفی کے معنی میں غور کرنے پر یہ اشکال جاتا رہتا ہے کہ جسم مع الروح کا اُٹھالینا جملہ ہے۔ مذکورہ سے کیسے مراد ہو سکتا ہے حالانکہ محاورہ قرآنیہ میں جس جگہ توفی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو وہ معنیٰ موت ہی مراد ہے۔ کیونکہ مطلق قبض ورفع توفی کا معنیٰ ہے نہ خاص موت ہی۔ جو لفظ کہ معنی کلی (مطلق رفع وقبض) کے لئے موضوع بشہادت لغت وقرآن کریم ہے اُس لفظ (توفی) کو ایک اُس معنی کی جزی کے لئے موضوع سمجھ لینا مثلاً لفظ انسان کو خاص زید کے لئے موضوع قرار دے لینا سراسر جہالت ہے۔

سطحی فرقہ کو دھوکا لگنے کی وجہ علاوہ قلت مبلغِ علمی کے یہ بھی ہے کہ معنی کلّی توفی کے جزئیات ومواد میں سے موت والا مادہ فی الواقع بھی بہت ہے اور قرآن کریم میں بھی بکثرت وارد ہوا ہے یہاں تک کہ اس کثرت کی وجہ سے عوام نے موت کو معنی حقیقی توفی کے لئے سمجھ رکھا ہے مگر اہلِ تحقیق و اہلِ بصیرت کی نظر واقعات پر ہوتی ہے مثلاً وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ گو قرآن کریم ہی میں خِلقت انسان نطفہ سے بتائی گئی ہے اور اس کے نظائر و جزئیات کے لئے اس قدر وسعت و فراخی ہے کہ شمار میں نہیں آسکتے اور (اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ)۔ بے شک ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔

(سورۃ یٰسین آیت ۷۷)

اور ایسا ہی فرمایا:

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝

پیدا کیا اچھلتے ہوئے پانی سے جو پیٹھ اور سینے کے بیچ سے نکلتا ہے

(سورۃ الطارق آیت ۶۔۷)

بھی کثرتِ مذکور پر شاہد ہیں مگر اس سے ہرگز ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ لفظ خلق کا معنی یہی قرار دیا جائے کہ نطفہ سے پیدا کرانا بلکہ معنی خلق پیدا کرنا ہے خواہ نطفہ

(۱) والدین سے ہو چنانچہ کثیر الوقوع ہے یا

(۲) صرف نطفہ والدہ سے چنانچہ مسیح ابن مریم۔ یا

(۳) جسم انسانی کے پہلو سے چنانچہ حوّا علیہا السلام۔ یا

(۴) مٹی سے چنانچہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

لہٰذا توفی کا معنی صرف موت بشہادتِ کثرت نظائر قرآنیہ سمجھ لیا گیا ہے۔ یہاں پر بالطبع سوال ذیل پیدا ہوتا کہ:

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ یاخُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾

کے عموم سے نصوص قرآنیہ مثلاً (خلق من تراب) اور اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ الخ۔ (سورۃ آیت عمران آیت ۵۹)

آدم و عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم السلام کو استثناء کنندہ موجود ہیں اور عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو کونسی نص قرآنی کثیرۃ الوقوع جزئیات ومود سے مستثنیٰ کرتی ہے۔؟

جواب:۔ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ (النسا آیت ۱۵۷۔۱۵۸) عیسیٰ بن مریم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے بتمامہ وزندہ اُٹھائے جانے پر نص قطعی ہے

سوال:۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ سے مراد رفع درجات واعزاز ہے

کما قال سبحانہ: وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ۔ نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو زندہ اُٹھالیا۔

جواب :۔

بل رفع اللہ الیہ سے رفع درجات مراد لینا بالکل مخالف ہے سیاق کلام الٰہی کے اس لئے کہ ماقبل میں قول یہود کا ذکر ہے کہ:

اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ۔

(سورۃ النساء آیت ۱۵۷)

یعنی یہود کا یہ خیال تھا کہ ہم نے مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو بذریعہ صلیب مار ڈالا۔ جس کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح کا بذریعہ صلیب قتل کرنا یہ محض یہود کا غیر واقعی زعم ہے اُنہوں نے مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اُٹھا لیا۔ یعنی مسیح کو ان کے ہاتھ سے بچالیا۔

چنانچہ دوسری جگہ فرماتا ہے:

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ۔ (سورۃ المائدہ آیت ۱۱۰)

یعنی اے مسیح منجملہ ہمارے انعامات واحسانات کے جو تجھ پر ہم نے کئے ہیں اور جن کا ذکر ماقبل میں ہے مثلاً احیاء موتی وابراء اکمہ وتائید بروح القدس ایک یہ بھی احسان ہے کہ ہم نے تم کو یہود کے ہاتھ سے بچالیا اور ظاہر ہے کہ یہ تردید اسی صورت میں تردید ماقبل یعنی قول یہود کی ہوسکتی ہے کہ رفعہ اللہ الیہ سے مراد رفع جسمانی لیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ نے مسیح کے جسم کو اُٹھالیا اور یہود کے پنجہ سے بچالیا۔ کما قال وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اور نیز درصورت رفع درجات واعزاز کلمہ بل کے ماقبل اور مابعد یعنی قتل ورفع میں علاوہ مخالفت سیاقِ کلام کے تضاد بھی نہیں پایا جاتا جو کہ قصر قلب کا مفاد ہوتا ہے۔

چنانچہ کہا جاتا ہے مااھنت زیدا بل اکرمتہ میں نے زید کی اہانت نہیں کہ بلکہ اس پر اکرام کیا ہے اور اس کو عزت بخشی ہے۔ اہانت اور اکرام میں تضاد ہے دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ ایسا ہی قتل اور رفع کا بھی اجتماع نہ چاہیے۔ قتل جسمی اور رفع جسمی میں تو بے شک تضاد اور عدم اجتماع

ہے اور قتل جسمی اور رفع درجات میں تضاد نہیں کیونکہ جو شخص بے گناہ مقتول و شہید ہو اس کے لئے رفع درجات بھی ہوتا ہے لہٰذا رفعه الله اليه سے رفع جسمی مراد ہے نہ رفع درجات۔

سوال:۔

قتل صلیبی چونکہ حسبِ تصریح تورات موجب لعن و ملعونیت ہے لہٰذا ذکر ملزوم وارادہ لازم کے طریق پر گویا کلامِ مذکور بمنزلہ وما کان ملعون بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ کے ٹھہرا اور ملعونیت اور رفع درجات روحی کے مابین تضاد ہے دونوں باہم جمع نہیں ہو سکتے۔

جواب:۔

مقتول صلیبی کا مستوجب لعن ہونا اُسی صورت میں ہے جب مقتول مرتکب جرم ہو ورنہ در صورت غیر مجرم ہونے کے مستحق اعزاز و اکرام ہوتا ہے۔ دیکھو تورات کتاب استثناء آیت ۲۲ اور ۲۳ میں اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے جس کو ہم سیفِ چشتیائی میں تورات سے بعبارتہ نقل کر چکے ہیں (اس وقت یہ قلم برداشتہ لکھ رہا ہوں اور کوئی کتاب سامنے نہیں) آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ میں تحقق ہے اس وعدہ کا جو آیت انی متوفيك ورافعك الی الخ میں دیا گیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیت بل رفعه الله اليه۔ نص قطعی ہے رفع جسمی و حیات مسیح پر اور تحقق ہے اس وعدہ کے لئے جو کہ (متوفيك) (ورافعك) دونوں سے کیا گیا ہے اور (فلما توفيتنی) میں وہی مطلق رفع مراد ہے یعنی در جواب سوال خداوندی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں اسی (توفيتنی) کو استعمال فرمائیں گے جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں پس ثابت ہوا کہ (انی متوفيك) اور (فلما توفيتنی) اور (بل رفعه الله اليه) میں رفع جسم والروح مراد ہے، واضح ہو کہ ابن عباس و بخاری کا مذہب حیات مسیح کا ہے۔ چنانچہ مرویات ابن عباس مندرجہ تفسیر درمنثور و کتب احادیث اور تراجم بخاری سے ظاہر ہے اور حدیث برتمغلا وصی عیسیٰ ابن مریم سے بھی کل صحابہ علیہم الرضوان کا اجماعی عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔

سیف چشتیائی ملاحظہ ہو۔ لہٰذا قول ابن عباس متوفیک ممیتک مندرجہ بخاری سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ ان کا مذہب برخلاف عقیدۂ اجماعی کے ہو ممکن ہے کہ متوفیك کا معنی ممیتک امتحاناً فرمادیا ہو چنانچہ آپ (ابن عباس) مباحثاتِ یومیہ میں جو فیما بین صحابہ آیات قرآنیہ کے متعلق ہوا کرتے تھے اثناء تقریر میں مسح علی الرجلین کو مدلل طور پر امتحاناً بپایہء ثبوت پہنچاتے تھے حالانکہ مذہب ان کا غسل رجلین کا ہے اور نیز یہ روایت معارض ہے دوسری روایات ابن عباس سے جن کو درمنثور وغیرہ نے باسانید صحیحہ ذکر کیا ہے۔

جواب سوال نمبر ۴

آیت وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ

(سورۃ النساء آیت ۱۵۹)

مسیح موعود کے وقت جتنے اہلِ کتاب ہوں گے وہ سب مسیح کی موت سے پہلے اُس پر ایمان لاویں گے۔

مرزائیوں کا اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ آیت مخالف ہے آیت وَجَاعِلُ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۞

(سورۃ آل عمران آیت ۵۵)

کے کیونکہ دوسری آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافر قیامت تک رہیں گے پھر مسیح کے وقت کس طرح سب مومن ہوجائیں گے۔

جواب :۔ قیامت تک غالب رہنے کا معنی مدت دراز قربِ قیامت تک غالب رہنے کا ہے نہ یہ کہ ابتدائے یومِ حشر تک ۔ عرصہ دراز سے قرآن کریم میں تعبیر نہ صرف (الیٰ یوم القیامۃ) کے ساتھ کی گئی ہے بلکہ اس معنی کو (خالدین) کے ساتھ بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ دیکھو:

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ

(سورۃ ھود آیت ۱۰۷)

حالانکہ مدتِ دوام آسمان وزمین دنیو یہ معدود متناہی ہے نہ بطریق خلود اہلِ عرب کا ایک محاورہ ہے جس میں کہتے ہیں:

لا اتیك مادامت السماوات والارض وما اختلف الیل والنهار۔

جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں جب تک زندہ ہوں تیرے پاس نہ آؤں گا۔ اس سے اگر کوئی یہ سمجھ لے کہ قائل لا آتیک تا مدت بقاء آسمان وزمین اور تا تعاقب لیل ونہار زندہ رہے گا تو یہ حماقت ہے جس کا منشاء بغیر از جہالت اور نہیں۔ اسی تقریر سے مطلب آیت

وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

(سورۃ مائدہ آیت ۶۴)

کا بھی معلوم ہوسکتا ہے رہی آیت وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تم سب کو راہِ راست پر کر دیتا مگر ایسا نہیں چاہا یعنی کسی کو کافر کسی کو مومن بنایا۔ اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اگر مثلاً خطہءعرب کے سارے موجودہ لوگ مشرف بالایمان بعد از کفر وشرک ہوجائیں چنانچہ ایسا ہوا ہے تو یہ امر آیت لو شاء لهدا کم کے خلاف ہوگا۔ ایسا ہی کسی شہر یا کسی ملک یا روئے زمین کے باشندے مختلف المذاہب اگر مسلمان ہوجائیں تو آیت مذکورہ کی مخالفت نہیں ایسا ہی مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے وقت موجودہ لوگ جو قتل وہلاکت سے بچ رہے ہوں سارے ہی مسلمان ہوجائیں تو ہوسکتا ہے۔

دجال معہ ستر ہزار یہود اگر بغیر ایمان لانے کے مرجائیں تو اس سے اس کلیہ میں جو مدلول آیت وان من اهل الكتاب... الخ کا ہے کوئی خلل نہیں آتا کیونکہ لیومنن قضیہ موجبہ ہے اور صدقہ ایجاب وجود موضوع کا مقتضی ہوتا ہے پس محکوم علیہا وہ افراد ہوں گے جو قتل وہلاکت سے بچ جائیں گے مثلاً اگر کہا جائے کہ عرب میں سب لوگ مسلمان رہیں گے یا ہوں گے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ بعد جہاد ومقابلہ جو بچ رہیں گے وہ مسلمان ہی ہوں گے صدق الایجاب یقتضی وجود الموضوع ایجاب کا صدق موضوع کے وجود کا تقاضا کرتا ہے۔ قضیہ مسلمہ ہے یہ خیال کرنا کہ جب

بعہدِ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اہلِ کتاب مسلمان نہیں ہوئے تو پھر مسیح کے زمانہ کو کیا خصوصیت ہے بالکل بے جا اور جہالت ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اہلِ فارس و روم وغیرہ بعہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرف با اسلام نہیں ہوئے تو بعہد خلیفہء اول یا ثانی یا ثالث یا رابع یا بعہد خلیفہ آخری (مہدی موعود) کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں تو ایسے قائل کو جواباً یہی کہا جائے گا کہ خلفاء علیہم الرضوان کی کاروائی چونکہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اُسی ڈالی ہوئی بنیاد کی تعمیر ہے لہٰذا دربعینہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاروائی کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے بلکہ آیت لیظہرہ علی الدین کلہ والی پیشین گوئی آخری خلیفہء نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بروقت نزول مسیح متحقق ہوگی۔

چنانچہ وعدہ فتوح بلاد شام مندرجہ تورات زمانہء موسوی میں ظہور میں نہیں آیا تھا بلکہ بعہد یوشع خلیفہء موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام متحقق ہوا۔ ایسا ہی وعدہ لیظہرہ علی الدین کلہ بعہد خلیفہ آخری بروقت نزولِ عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ظہور میں آئے گا اور یہ سب کمال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔

جواب سوال نمبر ۵

انکار معجزات، مرزا اور مرزائیوں سے کوئی نئی بات نہیں۔ فلاسفہ اور معتزلہ ان سے پہلے منکر چلے آئے ہیں اور اہلِ سُنّت اپنی تفاسیر و مولفات میں جابجا مع مالہا وما علیہا ان کا ذکر کرتے رہے ہیں۔

آیات خمسہ ذیل میں۔

(۱) وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔

(۲) اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ

(۳) حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ.... الخ۔

(۴) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ.... الخ۔

(۵) ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ...الخ۔

بیان ہے اکثریہ کا اور انتفاء امرِ طبعی کا یعنی موتی بحسب الطبع رجوع کو نہیں چاہتے کمال قال لا یرجعون اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر اللہ تعالیٰ موتی کو اس عالم میں دوبارہ لائے تو بھی ناممکن اور غیر واقع ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ خرق عادت ہوگا نہ بروفقِ عاد اور قولہ تعالیٰ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلًا

(سورۃ احزاب آیت ۶۲)

اور تو اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پائے گا خرق اور وفق دونوں کو شامل ہے۔

جواب سوال نمبر ۶

رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى۔ اور جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے زندہ کرے گا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ چار پرندے مار دیئے گئے تھے بعدازاں زندہ کیے جانے پر ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑ کر پہنچے۔ قیمہ کوٹنا وغیرہ وغیرہ ہو یا نہ ہو پہلے ان کی موت تو ضروری ٹھہرتی ہے تاکہ احیاء موتی کا معنی متحقق ہو بخلاف اس صورت کے کہ جب چاروں زندہ پہاڑوں پر چھوڑ دیئے گئے ہوں اور بعض کو اُن میں سے بُلایا گیا ہو کیونکہ اس صورت میں احیاء موتی والا معنی جس کو ابراہیم علیہ السلام نے معائنہ کرنا چاہا تھا نہیں پایا جاتا مفسرین علیہم الرضوان کا بیان (قیمہ کوٹنا وغیرہ) بیان تاریخی ہے نہ ترجمہ۔

جواب سوال نمبر ۷

قرآن کریم میں بیس کی جگہ اگر لاکھ جگہ بھی متوفی کا معنی موت لیا گیا ہے تو بھی کلیہ اس سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ جواب سوال نمبر ۲ میں لکھا گیا ہے۔

آٹھویں سوال کا جواب بھی پہلے جواب سوال نمبر ۲ سے آپ معلوم کر سکتے ہیں۔

اسی مضمون کا ایک خط اور اس کا جواب

بحضور فیض گنجور مدظلہ العالی

تسلیم جناب علی حسبۃ للہ نیاز مند کے شبہات ذیل کو رفع فرمایئے نہایت ہی مہربانی ہوگی

نمبرا۔ کسی نبی کی موت انبیاء میں سے قرآن کریم سے ثابت ہے یا نہ اگر ہے تو کس آیت سے؟

نمبر ۲۔ لفظ انسان کا اطلاق جسم پر ہے یا روح پر یا دونوں پر؟

نمبر ۳۔ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم قبل الموت بگڑے گی یا بعد الموت یا ابھی نہیں بگڑی؟

نمبر ۴۔ توفی باب تفعل سے ہو یا تفعیل اور افعال اور استفعال سے ہو تو اس کے حقیقی معنی کیا ہوں گے؟

نمبر ۵۔ جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاویں گے تو ان کی شناخت کے واسطے کیا معیار ہوں گے کیونکہ ان کو حیاتِ اولیٰ میں دیکھنے والے تو فوت شدہ ہیں اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو حلیہ بیان کر دیئے ہیں؟

نمبر ۶۔ مہدی کے واسطے جو احادیث ہیں وہ بھی مختلف ہیں بعض میں بنی عباس میں سے ہوگا بعض میں بنی فاطمہ سے ہوگا جب مہدی آوے گا تو اس کا کیا معیار ہوگا؟

نمبر ۷۔ عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

(سورۃ آل عمران آیت ۵۴)

اور حضرت جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے۔

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

(سورۃ انفال آیت ۳۰)

دونوں پر یکساں منصوبہ ہوا عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تجھ کو اسی جسم عنصری کے ساتھ اپنے پاس اٹھانے والا ہوں اور اُس کو اٹھا بھی لیا۔ اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا کہ تجھ کو

بچانے والا ہوں غار ثور میں تین دن رہ کر مدینہ طیبہ چلا جانا اب جونبیوں کے نہ ماننے والا ہو، وہ فضیلت کس کو دے گا خاص کر کے جب اس کے ساتھ یہ اجزاء بھی شامل کر دیئے جائیں کہ وہ پرندہ بھی بنالیتا تھا مردے بھی بحکم اللہ زندہ کرتا تھا۔ اندھوں کوڑھیوں کو بھی اچھا کرتا تھا گھر کی خوردہ نہادہ اشیاء کی بھی ان کو خبر کر دیتا تھا۔

نمبر ۸۔ عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو صلیبوں کو توڑیں گے اور خنزیروں کو قتل کریں گے تو اور اہلِ اسلام کو اس سے کیا فائدہ متصور ہوگا کیونکہ وہ تو صرف دجّال کے واسطے تعینات تھے۔

نمبر ۹۔ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَأُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ط كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ

(سورۃ المائدہ آیت ۷۵)

نہیں مسیح ابن مریم مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے) خداوند کریم کا اس آیت شریف کو قیاس استقرائی کے طور پر لانا کیا حکمت ہے؟

نمبر ۱۰۔ اس صدی پر جس کو اب پچیس برس ہوئے کوئی مجدد کیوں نہ ہوا اور حدیث

ان الله عزوجل يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها۔

(مشکوۃ شریف کتاب العلم ص ۳۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

بے شک اللہ عزوجل بھیجے گا ہر صدی کے آخر میں اس شخص کو جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

مشکوۃ شریف باب العلم یہ حدیث صحیح ہے یا وضعی۔

جواب ان کے جو دل قبول کرلے آیت اور حدیث سے تحریر فرمادیں تاکہ نیاز مند کہیں حضرۃ من النار میں نہ گر جائے فقط تلك عشرة كاملة۔

الجواب ھوالصواب۔

۱۔آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران آیت ۱۴۴) میں حکمی موت عیسیٰ ابن مریم کی تعطیل از لوازمِ دنیویہ اور حقیقی موت بمعنی قبض روح وعدم ارسال باقی انبیاء کی علیٰ نبینا وعلیہم السلام ثابت ہے۔بناء علیٰ ان خلت بمعنی مضت لا (بمعنی توفت۔لسان العرب وغیرہ کتب لغت۔)

۲۔لفظ انسان کا اطلاق مجموع جسم وروح پر حقیقی اور فقط ایک ایک پر مجازی لما تقران اللفظ الموضوع لکل یستعمل فی کل جزء مجازاً۔بے شک کل کے لئے لفظ موضوع ہر جز میں مجازاً استعمال کیا جاتا ہے۔

۳۔عیسیٰ علیہ السلام کی قوم بعد الرفع الی السما (موت حکمی) بگڑ گئی تھی اور قبل الرفع اطرا جس کو تمہید بگاڑ کہنا چاہیے شروع ہو گیا تھا۔

۴۔توفی باب تفعل سے بمعنی مطلق قبض چنانچہ توفیت مالی ای قبضت یا قبض روح مع الامساك (موت) یا قبض روح مع الارسال (نیند) پڑھو اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔

(سورۃ الزمر آیت ۴۲)

۵۔عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی شناخت کا معیار احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وسائر صحاح و مسند امام احمد وغیرہم سے بالتفصیل آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں اگر باسانی خلاصہ معلوم کرنا ہو تو کتاب سیف چشتیائی کو اول سے ملاحظہ کرو۔

۶۔امام مہدی علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی احادیث میں تطابق اور معیار شناخت اُسی کتاب سیفِ چشتیائی میں مفصل لکھا ہوا ہے ملاحظہ کریں۔

۷۔آیت وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے حالات کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے اور ایسا ہی آیت وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ط ۔ وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا۔ کا مفاد النظم صرف اتنا ہی ہے کہ یہود نے بحق عیسیٰ بن مریم علیہ السلام منصوبہ کیا اور مشرکین مکہ نے دربارۂ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بس رہا یہ کہ کون سا منصوبہ، سو یہ خارج میں معلوم ہوا ہے۔ آپ کا سوال میں یہ کہنا (دونوں پر یکساں منصوبہ الخ۔)

اگر اس سے یہ مطلب ہے کہ دونوں جگہ میں ایک ہی واقعہ ہوا ہے تو یہ مدلول آیت کا نہیں محض افتراء ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ مطلق منصوبہ بازی دونوں جگہ میں پائی گئی تو ہم بھی اس کے قائل ہیں اور آیت کا بھی صرف اسی قدر مفاد ہے مگر اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ خصوصیات وشخصیات ہر دو واقعہ کے متحد ہی ہوں **ومن ادعی فعلیہ البیان** خصوصیت واقعہ رفع واقعہ غارِ ثور آیت کا مدلول نہیں احادیث وآثار سے ثابت ہے دیکھو سیفِ چشتیائی۔

تعجب ہے آپ لوگوں کے فہم پر کہ دونوں آیتوں کے مدلول وضعی کے اتحاد سے اتحادِ واقعات سمجھتے ہیں اگر ایسا ہی ہوتا تو چاہیے کہ بعینہٖ واقعۂ غارِ ثور و ہجرت مبارکہ واقعہ عیسویہ میں بھی ہو۔ کوئی عاقل ایسے جاہلانہ استنباطات کو وقعت کی نظر سے دیکھ سکتا ہے؟

ہرگز نہیں۔ تو پھر اہلِ سنّت وجماعت پر انہی آیتوں کی رو سے کیوں بوجھ ڈالا جاتا ہے چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی **مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری** ہوں نہ رونق افزائے مدینہ طیبہ۔ ہاں اگر اس خیال سے مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ ابنِ مریم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

تو جواباً معروض ہے کہ مدارِ فضیلت آسمانی، زمینی ہونے پر نہیں ورنہ کل ملائکہ سماویہ کی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر لازم آوے گی۔ شاید آپ لوگوں (فرقہ مرزائیہ) کا یہی عقیدہ ہوگا اور بحسبِ از خود تراشیدہ قوانین کے ایسا ہی ہونا ضروری ہے۔ کوڑھیوں کو باذن اللہ اچھا کرنا یا مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب موجب فضیلت کا نہیں ہو سکتے۔

مومن کو صرف ایک ہی حدیث شفاعت کبریٰ میں غور کرنے سے یہ وہم ہی نہیں رہتا۔

جب ایسا ہے تو پھر ہم ماجاء بہ الرسول علیہ السلام من القرآن والسنۃ کے منطوق و مدلول منصوص کو اپنے جاہلانہ ڈھکوسلوں کی مداخلتِ بے جا کے ذریعے کیوں چھوڑ بیٹھیں اور ناری بنیں آج تک کل اُمتِ مرحومہ یعنی سواداعظم کا یہی مسلک چلا آیا ہے۔

۸۔ اس مقام پر سیف چشتیائی کو ملاحظہ کرو۔

۹۔ قیاس استقرائی کو بے جا دخل مت دو یوں کہو کہ (یا کلان الطعام) سے خلافِ عقیدہ قائلین برفع جسمانی معلوم ہوتا۔ جواباً معروض ہے کہ ''شمس الہدایت'' اور ''سیف چشتیائی'' کو ملاحظہ کرو۔ علی راس کل مائۃ بے شک اللہ عزوجل ہر صدی کے آخر میں اس شخص کو بھیجے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا والی حدیث کا مطلب بھی سیف چشتیائی میں ملاحظہ کرو۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مرزائیوں کی طرف سے دو سوال
اور حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان کے جوابات

پہلا سوال

پیر صاحب عیسائیوں کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ مسیح ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر چلے گئے ہیں مگر اپنے نانا صاحب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس قول کو کیوں نہیں مانتے۔ جو مستدرک اور طبرانی میں موجود ہے:

واخبرنی ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین مائۃ سنۃ الخ۔

مجھے خبر دی گئی کہ عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

جواب

ناظرین علماء کرام میں نہایت ہی متعجب ہوں کہ اس سوال کو اہلِ اسلام کے عقیدہ اجمالیہ کے مدعا کی نسبت کیا خیال کیا جاوے آیا مناقضہ ہے یا معارضہ یا منع۔ رفع خواہ ۳۳ سال کے بعد ہو یا ۱۲۰ سال یا ۱۵۰ سال کے علی حسبِ اختلاف الروایات حیاتِ مسیح الی الآن کو منافی نہیں۔ قطع نظر اس جہالت سے امام جلیل حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ۳۳ سال کی روایت کو مطابق حدیث صحیح کے لکھا ہے اور خازن اور ابن سعد اور احمد اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحابہ و عظام کی طرف منسوب کیا ہے۔

فانہ رفع ولہ ثلث وثلاثون سنۃ فی الصحیح وقد ورد ذالک فی حدیث فی صفۃ اھل الجنۃ انھم علی صورۃ ادم ومیلاد عیسیٰ ثلث وثلاثین سنۃ واما ما حکاہ ابن

عساكر عن بعضهم انه رفع وله مائة وخمسون سنة فشاذ غريب بعيد ابن كثير۔

(تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۵۸۳ مطبوعہ تجاریۃ الکبریٰ مصر)

قال ابن عباس ارسل الله عيسىٰ عليه السلام وهو ابن ثلاثين سنة فمكث فى رسالته ثلاثين شهرا ثم رفعه الله اليه تفسير خازن۔

(تفسیر خازن ج ا ص ۲۵۵ مطبوعہ صدیقیہ کتب خانہ اکوڑہ خٹک)

واخرج ابن سعد

(طبقات ابن سعد جز اول ص ۳۳)

واحمد فى الزهد والحاكم۔

(المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۵۱) مطبوعہ دار الفکر بیروت)

من سعيد بن المسيب قال رفع عيسىٰ ابن ثلاث وثلاثين سنة۔

(بے شک ان کو آسمان کی طرف اُٹھایا گیا اور ان کی عمر ۳۳ سال تھی اور یہ جنتیوں کی صفت میں حدیث میں بھی آیا ہے کہ بے شک وہ آدم کی صورت اور میلاد عیسیٰ اور ۳۳ سال کی عمر میں ہوں گے۔ ابن عساکر کی روایت کردہ ڈیڑھ سال کی عمر میں اُٹھائے جائیں گے شاذ غریب اور بعید ہے (ابن کثیر) ابن عباس نے کہا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو رسول بنایا ان کی عمر ۳۰ سال تھی وہ اپنی رسالت میں ۳۰ مہینے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا (تفسیر خازن) ابن سعد اور احمد نے زہد میں اور حاکم نے سعید ابنِ مسیّب سے روایت کی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ۳۳ سال کی عمر میں اٹھالیا گیا۔)

دوسرا سوال

اگر مسیح زندہ آسمان پر بلا ایذاء یہود چلا گیا تو وہ مسیح کا ہمشکل جو مصلوب ہوا تھا اس کی نعش

کدھر گئی اگر وہ مصلوب کوئی اور تھا تو حواریوں کو اس کے چُرانے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب

بحکم آنکہ دروغ گوئی را حافظہ نہ باشد، پہلا الزام جو پیر صاحب پر لگایا تھا، یعنی اتباعِ قول عیسائیاں جلدی خیال سے جاتا رہا۔ اب فرمائیے یہ قول کس کا ہے اور صریح قول اللہ تعالیٰ کے مخالف ہے یا نہیں۔ دیکھو:

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

(سورۃ المائدہ آیت ۱۱۰)

یعنی اے مسیح منجملہ ہماری نعمتوں کے ایک یہ بھی نعمت ہے تیرے پر کہ ہم نے بنی اسرائیل کو جب انہوں نے تیرے ایذا اور قتل کا ارادہ کیا۔ روک دیا اور تم کو ان کی ایذا سے بچا لیا۔ مسیح کا قبل الرفع ۳۳ سال کا ہونا یا ۱۲۰ یا ۱۵۰ کہیں قرآن میں مذکور نہیں۔ ہم کو حواریوں سے کیا مطلب۔ آپ ہی چونکہ اُن کے تابع ہیں اُن سے دریافت فرمالیویں۔ خیر تبرعاً ہم ہی سمجھا دیتے ہیں جب حواریوں کو ابتدا میں صلیب پر چڑھانے کے وقت دھوکا لگا تو مطابق اسی زعم اپنے کے نعش مصلوب کو بھی قبر سے چُرایا۔ یہ سوال آپ صلیب پر چڑھانے کے وقت کرتے تو اتنی لیاقت ظاہر نہ ہوتی مگر آپ نے پہلے ہی سر اشتہار پر صاف لکھ دیا ہے۔

چو در بستہ باشد چہ داند کسے
کہ جوہر فروش است یا پیلہ در

جوہر فروشی تو نہیں البتہ نیلوفر و بنفشہ آپ کی پنڈی سے ہر ایک دیکھ رہا ہے۔

(فتاویٰ مہریہ شریف بار اول ص ۴۶ تا ۶۷ سول اینڈ ملٹری پریس ۱۹۶۲)

(فتاویٰ مہریہ ص ۲۷ تا ۲۴ مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۹۷)

(فتاویٰ مہریہ ص ۳۵ تا ۶۰ مطبوعہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰)

سوال :۔

بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوئی نبی یا رسول صاحبِ شرع نہیں ہوسکتا۔ کما قال الشیخ الاکبر فی الباب الثالث والسبعین وھذا معنی قولہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لانبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرع الخ اور قادیانی نبوت اور رسالت غیر تشریعیہ کا مدعی ہے؟

جواب :۔

پہلے گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دے کر (الا انہ لا نبوۃ بعدی) کے ساتھ نبوت کی نفی کر دی مع آنکہ ہارون کی نبوت غیر تشریعی تھی یعنی موسوی شریعت سے الگ کوئی شرع ان کے پاس نہ تھی اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوئی نبی غیر مشرعی بھی نہیں ہوسکتا۔ رہا شیخ اکبر کا حوالہ سو وہ قادیانی کو مضر ہے مفید نہیں۔ کیونکہ وہ اسی باب میں عیسیٰ بن مریم کو بعینہٖ بغیر کسی مثل کے زندہ بجسدہ العنصری زمین پر اتارتے ہیں دیکھو اسی باب کا صفحہ ۶ جس میں لکھتے ہیں!

ابقی اللہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدار الدنیا ثلاثۃ الی ان قال وابقی فی الارض ایضاً الیاس وعیسیٰ وکلاھما من المرسلین

اور نیز حضرت شیخ گو کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام نبوت کے تحقق کا قول فرماتے ہیں مگر نبی کہلوانے اور کہنے کو جائز نہیں رکھتے چنانچہ اسی باب کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں!

فسددنا باب اطلاق النبوۃ علی ھذا المقام

اور نیز فتوحات کے فصل تشہد میں فرماتے ہیں۔

فانه لو عطف علیه لسلم علی نفسه من جهة النبوة وهو باب قدسدة الله کما سد باب الرسالة عن کل مخلوق بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الی یوم القیامة۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ سب مخلوق پر بند کیا گیا۔

(فتوحات باب نمبر ۷۳ فی معرفۃ عدد ما یحصل من الاسرار ج ۳ ص ۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان)

سوال:۔

قادیانی کی اس قدر مغلظہ قسمیں کس طرح جھوٹی سمجھی جاویں؟

جواب:۔

پہلے ملہمین ومحدثین لکھ گئے ہیں کہ کبھی شیطان انسان کے قلب پر بہکانے کے لئے کوئی مضمون خاص ڈالتا ہے اور کبھی امر عام جس سے نتائج عجیبہ وغریبہ نکلواتا ہے چنانچہ ما نحن فیہ میں قادیانی صاحب نتائج نکال رہے ہیں۔

قال الشیخ الاکبر فی الباب الخامس والخمسین (۵۵) حدیث فیما بینهما فی الانسان شیطان معنوی الخ کما مر فی صفحہ ۳۷، ۳۸ من هذا الکتاب۔

یعنی شیاطین بعض آدمی کو ایسا مضمون پکڑا دیتے ہیں جس سے وہ نتائج مہلکہ نکالتا ہے اور اس اغوا شیطانی کی تردید نہیں کرسکتا اور پھر ایسا مشاق ہوجاتا ہے کہ شیطان کو بھی شاگرد بنالیتا ہے۔

کما قال الشیخ فی هذا الباب وما علموا ان الشیاطین فی تلك المسائل تلمیذ لهم یتعلم منهم۔

(فتوحات باب نمبر ۷۳۔ فی معرفۃ عدد ما یحصل من الاسرار ج ۳ ص ۹ دار الفکر بیروت)

ناظرین کو معلوم ہو کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہ لولاک وما لک اعطیت علم الاولین والآخرین نے تمام امور کو جو قیامت تک ہونے والے ہیں بطور پیش گوئی کے بیان فرما

دیا ہے۔حذیفہ بن الیمان کی حدیث صحیحین میں ملحوظ ہو۔

چنانچہ اس مدت تیرہ سو برس تک صدہا امور جو احادیث میں مندرج تھے مطابق ارشاد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ظہور میں آکر حجت علی المنکرین ہوئے۔من جملہ ان کی ایک پیش گوئی یہ بھی ہے جو بروایت مقدام بن معدیکرب ابن ماجہ اور دارمی وابوداؤد میں مذکورہ ہے۔

(فتوحات باب نمبر ۵۵ فی معرفۃ خواطر شیطانیہ جلد ا ص ۲۳۵ دارالفکر بیروت لبنان)

(ابن ماجہ صفحہ ۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۸۷ باب لزوم السنۃ مبوعہ مکتبہ رحمانیہ ملتان)

ترجمہ حدیث: فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور قرآن کے ساتھ اس کی مثل بھی خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا (کھاتا پیتا مغرور) شخص اپنے چھپر کٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ تم صرف قرآن ہی کو لو۔اور جو اس میں حلال ہو اس کو حلال سمجھو، جو حرام ہو اس کو حرام خیال کرو۔تحقیق یہ ہے کہ جس کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرام فرماتے ہیں وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے اسے حرام کیا ہے۔

یہ پیش گوئی ۱۳۰۸ ہجری میں ظاہر ہوئی یعنی مرزا غلام احمد قادیانی نے احادیث کی صحت کا مدار قرآن مجید کو مطابق اجتہاد واستنباط اپنی کے ٹھہرایا یعنی قرآن کریم کا مطلب حسب مدعیٰ اپنے کے ٹھہرایا جاوے گو کہ نصوص کا انکار وتحریف ہی ہو تو بعد ازاں احادیث کو اگرچہ مع الصحت شہرت بھی رکھتی ہوں پھینک دیا جاوے ہاں اگر حدیث کو بھی پیرایہ تحریف پہنایا جاوے گو کہ صحت ہم ندارد تو البتہ مقبول ہو سکتی ہے قادیانی اور اس کے تابعین کے بارہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پیشن گوئی فرمائی ہے جو ترجمان غیب تھے۔

عن ابن عباس قال خطبنا عمر فقال یا ایھا الناس سیکون قوم من ھذہ الامۃ یکذبون بالرجم ویکذبون بالدجال ویکذبون بطلوع الشمس من مغربھا الخ۔

ترجمہ! کہا ابن عباس نے عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں پیش گوئی فرمائی کہ اے لوگو اِس اُمّت میں سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال معبود کا انکار کرے گی اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باطل کہے گی۔ الخ

ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۸۱ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تیس کذابوں کے وجود سے اطلاع دی جو کہ اپنے کو خدا کا نبی زعم کریں گے۔

سیکون فی اُمتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انه نبی الله ۔راوی ثوبان

(ابوداوٗد جلد دو باب فی لزوم السنۃ صفحہ ۲۸۴ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ترمذی جلد دوم ابواب الفتن باب ماجالاتقوم الساعۃ صفحہ ۴۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور نیز ان تیس دجالوں کے حدوث سے آگاہ فرمایا جو اپنے کو خدا کا رسول ہونا زعم کریں گے۔

لاتقوم الساعة حتیٰ یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انه رسول الله۔

(ابوہریرہ صحیح بخاری کتاب الفتن ج ۲ ص ۱۰۴۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(صحیح مسلم جلد دوم ص ۳۹۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پس اگر ان پیش گوئیوں کو بھی خارج کے مطابق کر کے دیکھا جاوے تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمط اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے کو نبی سمجھا۔

اس میں فرقہ باغیہ وہابیہ کی حالات زندگی پر تاریخی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سرکش جماعت کے سرگروہ محمد بن عبدالوہاب نجدی ا۔ کے مسلم آزار کارنامے درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اس باغی فرقہ نے حرمین شریفین، ان کے زائرین اور روضہ ہائے مقدسہ پر کیا کیا ستم ڈھائے ہیں۔

وہابی کامعنی

ا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولوی محمد حیدر اللہ خان صاحب درانی المجد دی النقشبندی اپنی کتاب درۃ الدرانی میں لکھتے ہیں، مؤرخ ملطبر ون جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ مصر کی تیسری جلد معربہ رفاعہ بگ ناظر مدرسۃ الالسن میں لکھتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق تمام عرب میں اور بالخصوص یمن میں یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص غریب الحال سلیمان نامی جو چرواہا تھا اُس نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اُس کے بدن سے جدا ہو کر زمین میں پھیل گیا ہے اور جو اس کے سامنے آتا ہے اُس کو جلا دیتا ہے یہ خواب اُس نے معتبرین کے سامنے بیان کیا جو ایسے خوابوں کی تعبیر جانتے تھے اُنہوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اُس کا ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو بڑی طاقت اور دولت پاوے گا آخر کار اُس نے خواب کا تحقق سلیمان کے پوتے محمد بن عبدالوہاب کے وجود سے ہو گیا۔

جو ۱۱۱۱ھ میں متولد ہوا اور بعد ہزار خرابی ۱۲۰۷ھ میں فوت ہو گیا یعنی اُس نے چھیانوے سال عمر پائی اور ابتدا اُس نے شیخ محمد سلیمان کُردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندھی حنفی سے علم حاصل کیا۔ لیکن یہ ہر دو بزرگ اپنے نورِ فراست سے کہا کرتے تھے کہ یہ (محمد بن عبدالوہاب) ملحد ہو گا اور بظاہر اس کا شغل بھی اسی قسم کا تھا کہ اکثر مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا۔ جنہوں نے اُس کے قبل نبوت کا دعویٰ کیا اور خدا کی قدرت ہے کہ اس کو پورے طور سے کسی علم و فن میں دستگاہی نہ ہوئی اور اسی واسطے علمائے وقت کی رد و قدح نے اُسے جواب دینے کی قدرت نہ دی جبکہ ۱۱۴۳ھ میں اُس نے علماء مدینہ طیبہ سے مقابلہ کرنا چاہا۔

ملطبر ون لکھتا ہے کہ یہ شخص بوجہ اپنے دادا کے خواب کے لوگوں کی نظروں میں محترم رہا اور اپنے عقائد کے ظاہر کرنے سے اول اُس نے اپنے کو قریش اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل سے ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ اس کا نام بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کی مثل

محمد ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمنام ہونے کا شرف رکھتا ہے پھر اُس نے چند اُصولی عقائد مرتب کئے کہ فقط قرآن کریم کی اتباع واجب ہے نہ اُن فروعات کی جو اُس سے مستنبط ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر چہ اللہ تعالیٰ کا رسول اور دوست ہے لیکن ان کی مدح اور تعظیم کرنا لائق نہیں کیونکہ مدح و تعظیم صرف خدائے قدیم کے لئے شایان ہے، لہٰذا کسی غیر کی مدح اور تعظیم من قبیلِ شرک ہے اور چونکہ لوگوں کا ایسا شرک کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ لہٰذا اُس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے تا کہ میں اُن کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کروں۔ پس جو کوئی مجھے قبول کرلے گا وہ دوستوں میں سے ہے اور جو کوئی میرا حکم نہ مانے گا وہ عذاب کا مستحق ہے اور اس کا قتل بلاشبہ واجب ہے۔

پھر مؤرخ ملطبرون لکھتا ہے کہ یہ عقیدہ محمد بن عبدالوہاب نے پہلے پہل پوشیدہ ظاہر کیا اور چند لوگ اس کے مقلّد ہو گئے اور پھر ملک شام کی طرف چلا گیا لیکن وہاں اُس کی کچھ بن نہ آئی اور آخر کار تین برس کے بعد بلادِ عرب کی طرف واپس آیا اور مدینہ منورہ میں ۱۱۴۳ھ میں گیا۔ لیکن وہاں کے علماء نے اُس وقت اُس کی خوب خبر لی بالآخر ۱۱۵۰ھ میں نجد کی اطراف بدوی لوگوں میں اس کا فسون اثر کر گیا اور اسی اثناء میں ایک شخص ابن مسعود مسمّٰی بہ اسم محمد جو قبیلہ نجد کا ایک مشہور پیرزادہ تھا اور جس کے کئی قبائل اُس کے خاندانی مرید اور مطیع تھے۔ اُس نے اپنی ایک مخفی آرزو کے لالچ سے کہ اس کی حکومت عاملانہ بصورت ریاست کسی طرح سے بڑھے اور اُس مشہور خواب کے لحاظ سے کہ غالباً محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان کا جادو چل جائے گا اور اس کے مذہب کی تائید سے اس کا دلی ارادہ پورا ہو نکلے گا۔

اُس نے محمد بن عبدالوہاب کا مذہب قبول کرلیا اور پس کے سارے مُرید آبائی بھی اُس کے ساتھ ہو لئے اور اس نے مذہب وہابیہ کو اس قدر تقویت دی کہ اطراف واکناف کے اعراب اور

بدوی سب کے سب اس کے مطیع ہو گئے حتیٰ کہ ایک ریاست کی صورت نمایاں ہو گئی اور محمد بن عبدالوہاب اُن کا امام قرار پایا اور ابن مسعود اس کے لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا اور مدینہ درعیہ اُنہوں نے اپنا دارالسلطنت معیّن کیا۔

رفتہ رفتہ ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج باقاعدہ مرتب کر کے اپنے ملک و دولت کی توسیع میں ساعی ہوا مگر حیات نے وفا نہ کی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب کامل نہ ہوا۔ حتیٰ کہ ابن مسعود کا بیٹا عبدالعزیز اس کا جانشین ہوا جو کہ شجاعت اور ہمّت میں اپنے باپ سے بڑھ کر نکلا اور محمد بن عبدالوہاب کے اعتقاد اور قواعد کے مطابق دعوتِ دینِ وہابیہ بزورِ شمشیر شروع کر دی۔ پس جبکہ عرب کے کسی قبیلہ کو اپنا مطیع بنانا چاہتا تو اولاً کسی ایک کو اس کی تفہیم کے لئے بھیجتا تا کہ وہ اس کے اعتقاد کے مطابق تفسیر و تاویل قرآن کو مانے۔ پس اگر وہ اس کا اعتقاد قبول کر لیتا تو اس کو امن دے دیتا ورنہ اُس کی بیخ و بنیاد اُکھیڑ کر کے تمام اموال و مویشی غارت کر لیتا۔ لیکن بچوں اور عورتوں کا تعرّض نہیں کرتا تھا اور مطیع قبیلوں سے ہر قسم کے اموال اور نقود میں سے عشر لیتا۔

چنانچہ رفتہ رفتہ وہابیہ کی طاقت بحرِ احمر اور بحر فارس اور حلب اور دمشق اور بغداد کی اطراف و اکناف تک پھیل گئی۔ حتیٰ کہ عبدالعزیز ابن مسعود کے مرنے کے بعد بتاریخ ۸ محرم ۱۲۱۸ھ مسعود ابن عبدالعزیز ایک لشکر کثیر کے ساتھ کعبۃ اللہ پر حملہ آور ہوا اور خاص خانہ کعبہ میں خونریزی کی جس کی شان بقول قرآن ہے کہ **من دخله کان امنا** لیکن اس نے امن کو غیر امن بنا دیا اور حدود حرم جس میں جنگلی بھیڑیا بھی قدرتی ادب کے لحاظ سے ہرن کا تعاقب بمجرد داخل ہونے کے چھوڑ دیتا ہے اس وہابی بھیڑیئے کے پنجہ سے حرم حل ہو گیا اور چاروں مصلّے جلا دیئے گئے اور قبے گرا دیئے گئے اور اُن میں بول و براز کر کے تحقیر کی گئی اور اسی محرم کے پہلے ہفتے میں اُس نے ایک رسالہ ابن عبدالوہاب کا اہلِ مکّہ کی طرف بطور حجت و دعوت بھیجا جس کی اصل عبارت کا ایک جملہ نقل کیا جاتا ہے تا کہ اس کے دیکھنے سے مشتے نمونہ خروار عبرت کا باعث ہو

پاک ہوگیا اور ۱۲۲۸ھ میں عثمان مضائقی بھی گرفتار ہو کر قسطنطنیہ میں قتل کیا گیا لیکن ۱۲۲۹ھ میں مسعود کے فوت ہونے کے ساتھ ہی اُس کا بیٹا عبداللہ بن مسعود اُس کا جانشین ہوا۔ اور آخر کار وہ بھی حروب کثیر کے بعد محمد علی پاشا خدیو مصر کے دوسرے فرزند ابراہیم پاشا کے ہاتھوں ذیقعد ۱۲۳۳ھ میں مدینہ ورعیہ پایۂ تخت وہابیاں فتح ہو کر گرفتار ہو گیا اور بتاریخ ۲۹ محرم ۱۲۳۴ھ قسطنطنیہ میں بابِ ہمایوں پر قتل کیا گیا اور وہابیوں کی قوت اور دولت کا خاتمہ ہوا اور اس فرقہ کے لوگوں کو پوری پوری سزائیں بطور تعزیز دی گئیں یعنی مقیّد کئے گئے اور کان کتر دیئے گئے اور امن وامان قائم ہوا اور پھر از سرِ نو مکہ اور مدینہ میں چاروں مذہبوں کے مصلےٰ قائم ہوئے اور ملک عرب اس ناپاک فرقہ سے پاک ہوگیا۔

وہابی نامہ میں ہے کہ عرب میں اس فرقہ کی اتنی طول میعاد ہونے کا باعث یہی ہے کہ ابتداء غفلت رہی اور مکہ اور مصر کے پاشا جلد جلد فوت ہوتے رہے اور اُن کے تغیر وتبدل سے انتظام ٹھیک نہ ہوا اور یہ فرقہ زور پکڑتا گیا مگر خدائے تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اس فرقہ کا داعیہ ہند و پنجاب میں منتقل ہوگیا گویا خدا کے غضب نے اس ملک میں ظہور کیا۔

چنانچہ پنجاب میں اس مذہب کی اشاعت مولوی عبداللہ غزنوی کے وجود سے ہوئی جو اسی مذہب کی بدولت غزنی سے بہت رسوائی کے ساتھ نکالا گیا اور اولاً بصورت درویشاں حضرت کوٹہ والے ایک بزرگ نقشبندی کی صحبت میں رہا۔ مگر آخر کار وہاں سے بھی اُس کو نکلنا پڑا اور حضرت اخوند صاحب کے فتوؤں سے مریدوں سے ڈر کر امرتسر میں جاگزین ہوا اور وہابیت کا بیج بو دیا۔ غالباً اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو قادیانی صاحب نے ازالۃ الاوہام کے صفحہ نمبر ۳۱۸ میں اپنی الہامی تفسیر کے اثبات میں نقل کیا کہ عبداللہ غزنوی کو ایک دفعہ الہام ہوا کہ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اور اس سے مراد اس کے معنی یہ نہ تھے بلکہ یہ مراد تھی کہ مولوی صاحب کوہستان ریاست کابل سے پنجاب کے ملک میں بزیر سلطنت برطانیہ آئیں گے اور یہی مولوی غزنوی ہیں جن کا ایک کشفی قول قادیانی صاحب نے اپنے دعویٰ کی صداقت کے لئے

ازالۃ الاوہام کی جلد ثانی میں نقل کیا ہے پس پنجاب میں اس وقت تک جس قدر وہابی مولوی ہیں وہ سب اسی غزنوی مولوی کے متبع اور مقلد ہیں اور ہم کو اُن کے فروعی اعتقادات اس موقع پر نقل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اس قدر مشہور و معروف ہیں کہ عورتیں اور بچے بھی اس سے ناواقف نہیں اور خدا ہم کو اور ہمارے دوستوں کو اُن کے شر سے بچائے اور صلح اور خیر کے حنفی راستے پر قائم رکھے۔ آمین یارب العالمین

(فتاویٰ مہریہ ص ۲۶۷ تا ۲۷۱ مطبوعہ کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف ۲۰۱۰)

سیاہ خضاب کے بارے میں حضور اعلیٰ کا موقف

احادیث

کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ماسمع

مرد کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ سُنی سُنائی باتیں کرتا ہو۔

علیکم بسنتی وسنته الخلفاء الراشدین۔

میری اور میرے خُلفاءِ راشدین کی اتباع تم پر لازم ہے۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی تم نے اتباع کی تو ہدایت پائی۔

وقد رخص فیه طافة من السلف منھم سعد بن ابی وقاص عقبة بن عامر والحسن والحسین وجریر وغیر واحد واختاره ابن ابی عاصم فی کتاب الخضاب له۔

اسلاف کے ایک گروہ نے رُخصت دی اِس مسئلہ میں جن میں سے سعد بن ابی وقاص، عقبہ بن عامر حضرت امام حسن اور امام حُسین علیہما السلام اور حضرت جریر اور بہت سارے لوگ ہیں اور ابن ابی عاصم کا مختار قول یہی ہے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب الخضاب میں......

وذکر ابن ابی العاصم باسانید ان حسنا وحسینا رضی الله تعالیٰ عنھما کانا یختصبان به ای بالسواد و کذالك ابن شھاب وقال احبه الینا احلکه۔

اور ذکر کیا ابن ابی عاصم نے اپنی اسانید کے ساتھ کہ امام حسن اور امام حُسین علیہما السلام خضاب استعمال فرماتے تھے۔ یعنی وسمہ اور ایسے ہی ابن شہاب کہا اُس نے پسندیدہ تر ہم کو سیاہی

میں سے وہ ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہو۔

وکذالك شرحبیل بن السمط وقال عنبة بن سعید انما شعرك بمنزلة ثوبك فاصبغا بای لون شئت واحبه الینا احلکه وکان اسمٰعیل بن ابی عبد الله یخضب بالسواد۔

وعن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه انه کان یامر بالخضاب بالسواد ویقول هو تکسین للزوجة واهیب للعدووعن ابن ابی ملیکة ان عثمان کان یغضب به وعن عقبة بن عامر والحسن والحسین انهم کانوا یختضبون به ومن التابعین علی بن عبدالله بن عباس وعروة بن الزبیر وابن سیرین وابوبردة وروی ابن وهب عن مالك قال لم اسمع فی صبغ الشعر بالسواد نهیا معلوما وغیره احب الی وعن احمد فیه روایتان وعن الشافعیة ایضاً روایتان۔

اور ایسے ہی شرحبیل بن سمط اور عنبۃ بن سعد نے فرمایا کہ تیرے بال تیرے کپڑے جیسے ہیں جس رنگ سے چاہے رنگین کر۔ اور محبوب ترین ہمارے نزدیک اعلیٰ درجے کا سیاہ کرنا ہے۔ اور اسمٰعیل بن ابوعبداللہ سیاہ خضاب استعمال فرماتے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سیاہ خضاب کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

اور فرماتے کہ خضاب کرنا عورتوں کے لئے باعثِ تسکین ہے اور اعداء کو ہیبت زدہ کرنے کا باعث ہے اور ابن ابی ملائکہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بھی خضاب استعمال فرمایا کرتے تھے۔

اور حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حُسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ یہ حضرات خضاب استعمال فرماتے تھے اور حضرات تابعین سے علی بن عبداللہ بن عباس اور عروہ بن زبیر اور ابن سیرین اور ابو بردہ اور ابن وہب نے مالک سے روایت کی، فرماتے ہیں میں

نے نہیں سُنی بالوں کے کالا رنگ کرنے میں نہی معلوم وغیرہ جو میرے نزدیک پسندیدہ ہو اور امام احمد سے اس مسئلہ کے بارے میں دو روایتیں ہیں اور حضراتِ شافعہ سے بھی دو روایتیں ہیں۔

احادیثِ نہی

عن ابن عباس یرفعه یکون فی اخر الزمان قوم یخضبون بالسواد لیجدون ریح الجنة وروی المثنی بن الصباح عن عمرو بن المشیب عن ابیه عن جده عن النبی صلی الله علیه وآله واصحابه قال من خضب بالسواد لم ینظر الله الیه روی الطبرانی عن خبادة عن ابی الدرداء یرفعه من خطب بالسواد سود الله وجهه یوم القیامة وروی عن انس یرفعه غیر وا ولا تغیر وبالسواد۔

حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ زمانے کے آخر میں ایک قوم ہوگی جو کالا خضاب استعمال کرتی ہوگی۔ ایسے لوگ جنت کی خوشبو تک بھی نہ پائیں گے۔ اور مثنی بن صبا نے روایت کی ہے۔

عمر بن مثیب سے اُنہوں نے اپنے باپ سے اور اُنہوں نے اُس کے دادا سے اور اُنہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ آپ نے فرمایا، جس نے کالا خضاب لگایا وہ اللہ کی نظرِ رحمت سے محروم ہوگا۔ اور طبرانی نے روایت کی ہے حضرت عبادہ سے اُنہوں نے ابو دردہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس نے کالا خضاب لگایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے چہرے کو سیاہ کرے گا اور حضرت انس سے مرفوعاً روایت کی واو کے علاوہ خضاب کے ساتھ متغیر نہ کرو۔

لا دلالة فیه علی کراهة الخضاب بالسواد بل فیه الاخبار عن قوم هذه صفتهم۔

اِس میں کالا خضاب کے مکروہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اِس میں اُس قوم کے

اوصاف کے بارے میں خبر دی گئی ہے

کما قال انه فی حق من صار شیبه مستبشعاً ولا یطرد ذالك فی حق کل احد

جیسا کہ اُنہوں نے کہا کہ یہ اُس شخص کے حق میں ہے جو نہایت بڑھاپے کو پہنچ جائے ہر ایک کے لئے ہے حکم عام نہیں ہے۔

وما قاله خلاف مایتبادر من سیاق الحدثیین۔

اور جو اُنہوں نے کہا وہ خلاف ہے اس مفہوم کے جو کہ دونوں حدیثوں سے سمجھا جارہا ہے۔

نعم یشهد له ما اخرجه هو عن ابن شهاب قال کنا نخضب بالسواد اذ کان الوجه جدیدا فلما نغض الوجه والاسنان ترکناه۔

ہاں اِس پر دلیل ہے وہ جس کو تخریج کیا ابن شہاب سے۔ فرماتے ہیں ہم خضاب لگایا کرتے تھے جب چہرہ شکن آلود نہ تھا۔ جب چہرہ اور دانت شکن آلود ہوئے تو ترک کردیا۔

ان احسن ما اختضبتم به هذا السواد رغب لنسائکم واهیب لکم فی صدور اعدائکم

جو تم خضاب کرتے ہو ان میں سے زیادہ اچھا یہ کالا خضاب ہے جو زیادہ عمدہ ہے تمہاری عورتوں کے لئے اور تمہیں رعب دار کرتا ہے تمہارے دشمنوں کے آگے۔

لن تضلوا بعدی ما تمسکتم بهما کتاب الله وعترتی۔

ہر گز گمراہ نہیں ہوگے تم جب تک تم تھامے رہو ان دو کو یعنی کتاب اللہ اور میری آل کے دامن کو"

(عجالہ بردوسالہ ص ۳۷۔۳۸ بار چہارم مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۴۲۱ھ)

تقریظِ عالیہ

از : عالی مرتبت، محقق العصر، شیخ العلماء

حضرت علاّمہ مُفتی شاہ حُسین گردیزی مدظلہ العالی

(مہتمم: دار العلوم مہریہ صحافی سوسائٹی گلشن اقبال بلاک ۱۴ اے کراچی)

اِس خاکدانِ عالم میں ''خیر الامۃ'' کی ایک جماعت ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتی رہی۔ کشتِ انسانیت میں نیکی اور بھلائی کی ماہیت بدی اور برائی کو مٹانے اور محو کرنے میں جہدِ مسلسل کرتی رہیں اور عالم کو صبغۃ اللہ اور صبغۃ الرسول کے رنگ میں رنگتی رہیں ایسے لوگ اپنے عصر اور دَور کے مجتہدین کہلاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ پون صدی پہلے ایک روز ارضِ عالم سے چلے گئے تھے لیکن ان کی سیادت وسعادت، تعلیم وتدریس اور تزکیہ وتصفیہ کی تحریک ہنوز کشتِ قلب میں آباد بھی ہے اور شاداب بھی۔

آپ نے علم وعرفان اور پیغمبر جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کی اشاعت میں لازوال شہرت پائی۔

آپ عربی لسانیات کے فاضل بھی تھے اور احادیث وآیات کے دقیقہ شناس بھی۔

آپ رموزِ تصوف کے عارف بھی تھے اور فقیہِ نکتہ رس بھی۔

آپ کی زبان وقلم سے نکلے ہوئے الفاظ وکلمات کا ایک عظیم ذخیرہ موجود تھا۔

حضرت علامہ مولانا سید اسد حسین شاہ حیدری زیدہ مجدہ نے ان الفاظ وکلمات کو جو

اپنے جمال وکمال کے لحاظ سے یاقوت ومرجان ہیں، ایک خاص ترتیب وترکیب سے جمع کیا ہے تاکہ موجودہ دور کے ''ہدایت جو'' کو استفادہ واستفاضہ میں آسانی ہو۔

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ العزیز متکلم، فقیہہ اور صوفی تھے اپنے دور میں مسلمانوں کے اصلاحِ احوال پر توجہ دی اور ان کے دلوں میں محبتِ رسول، اتباعِ رسول اور احترامِ رسول کے جذبات بیدار کئے اور ان کی گردنوں کو بارگاہِ الٰہی میں راکع وساجد کا نقشہ بنا دیا۔

زیرِ نظر کتاب کو حضرت علامہ سید اسد حسین شاہ حیدری نے ''عقائدِ مہریہ'' کا نام دیا ہے۔ اس فتنہ خیز دور میں آپ کی تحقیقات مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابوین کے ایمان کا مسئلہ متقدمین میں محقق نہیں ہوا تھا اس کا فیصلہ متاخرین علماء کرام نے کیا ہے اس میں آپ نے اپنی ترجیح کا اظہار کیا اور اس پر دلائل وبراہین کا انبار لگا دیا اور نہایت ہی منصفانہ انداز میں اِس عقدہ کو حل کیا ہے، اسی طرح دوسرے مسائل کو بھی آپ نے حل فرمایا۔

آپ کے دور میں شیعیت، وہابیت، قادیانیت فرقوں کی حیثیت سے اِس خطہ میں موجود تھیں آپ نے ان کے پیدا کردہ سوالات ومسائل کے نہایت ہی عالمانہ وفاضلانہ جواب دے کر مسلمانوں کی بھرپور طریقہ سے رہنمائی فرمائی۔

اس طرح فقہی اختلاف میں آپ نے متانت اور سنجیدگی کا مظاہرہ کیا اور اقوالِ فقہا کی روشنی میں انہیں حل کیا اور آپ کے دور میں تصوف پر ذکاوت اور نکتہ رسی سے دور غبارت زدہ اور عداوت پسند مسلمانوں نے اعتراضات شروع کر دیئے تھے اس کا علاج اپنے دلائل کے ساتھ کیا اور ساتھ ہی خانقاہی نظام کو قائم کرنے اور اس کو عملی شکل دینے کے لئے ''خانقاہ'' قائم کی تاکہ لوگوں کو اس کے سمجھنے اور اختیار کرنے میں آسانی ہو۔

میں حضرت مولانا سید اسد حُسین شاہ حیدری زید مجدہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں
کہ انہوں نے پاک و ہند میں حضرت مجدّد الف ثانی اور حضرت شاہ عبد الحق محدث
دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کے بعد آنے والی اس عظیم شخصیت کے عقائد و نظریات اور ان کی
دینی و ملی خدمات کو عام کرنے کی سعی و کوشش کی اللہ تعالیٰ انہیں کاوش پر خیر الجزا عطا
فرمائے۔آمین

خادم العلماء والصوفیہ
شاہ حسین گردیزی
۴ جمادی الاول ۱۴۳۷ھ

تقریظِ عالیہ

مناظر اسلام، فخر السادات

حضرت علامہ پیر سید زبیر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

حضور اعلیٰ گولڑوی پیر مہر علی شاہ گیلانی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو اللہ جل مجدہ نے ہمہ صفت موصوف بنایا آپ اپنے وقت کے ایک عظیم مفسر، محدث، فقیہہ اعظم، مجدد اعظم، شیخ کامل تھے آپ کی تصانیف مبارکہ ایک عظیم سرمایہ ہیں جن تک رسائی ایک عام قاری کے لیے ممکن نہ تھی اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت علامہ صاحبزادہ سید اسد حسین شاہ حیدری گولڑوی نے آپ کی کتب کی روشنی میں عقائد و معمولات اہلسنت پر ایک عظیم علمی کام سرانجام دیا اس کی طرح کی کاوش قبل ازیں میری نظر سے نہیں گزری قبلہ شاہ صاحب ایک مخلص محنتی، محبِ صحابہ و اہلِ بیت اور باصلاحیت شخصیت ہیں۔ عدیم الفرصتی کی وجہ سے کتاب بالاستعیاب نہیں دیکھ سکا چند مقامات کو دیکھا تو خوب پایا۔

اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کی اس لگن محنت کو ذریعۂ رُشد و ہدایت بنائے اور مزید خدمت دین متین کی توفیق عنایت فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سید زبیر احمد شاہ بخاری

جمال القرآن کہوٹہ

تقریظِ عالیہ

شہزادۂ رسول، حضرت العلام

صاحبزادہ پیر سید غلام یٰسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

امام اہلسنت مجددِ دین وملت شہزادۂ غوث الوریٰ فاتح قادیانیت اعلیٰ حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ قادری چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ وہ عظیم ہستی ہیں جن کا نامِ نامی علمائے حقہ کے نزدیک سند کا درجہ رکھتا ہے۔ مجدد گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ظہور ایسے پُرآشوب دور میں ہوا جب عقائدِ باطلہ سے متعلق فرقوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی منظّم سازش کر رکھی تھی۔ عام سادہ مسلمان تو ایک طرف علماء ودانشور بھی باطل کی ریشہ دوانیوں کے آگے سرخم کیے ہوئے تھے کہ قُدرت نے اپنے فضل وکرم سے اس دور میں ایک ایسے نابغہءروزگار، بحرِ علوم وفنون اور ماہتابِ رُوحانیت کو بھیجا جس نے اپنے علم وفضل کی کرنوں سے کونین میں اُجالا کر دیا اور باطل کا چہرہ آئینہ صداقت میں واضح فرمادیا۔

حضور اعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس بھی موضوع سخن پر قلم اُٹھایا اُس موضوع کو تحقیق کی معراج تک پہنچا دیا جبکہ آپ کی تحریر کے سامنے سب باطل نواز سرنگوں ہوئے۔ ایک بہت بڑے عالم مولوی عبدالاحد نے حضورِ اعلیٰ کے خلاف تلبیسِ ابلیس کی استعانت سے رسالہ تحریر کیا۔ جس میں اُس نے دس اعتراض اُٹھائے۔ حضرت نے اُس کے تمام اعتراضات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں دیئے۔ اور اُس پر بارہ اعتراض کیے اور چیلنج فرمایا کہ تم اِن کا جواب دو۔ جبکہ وہ جواب دینے سے نا صرف قاصر رہا بلکہ آج تک پوری وہابیت جواب دینے سے عاجز ہے جب آپ کے جوابات مستند عالمِ دین، سندِ علم الصرف

علامہ غلام محمد گھوٹوی نے پڑھے تو حضور اعلیٰ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی: حضور! ان کا جواب تو ہمیں بھی کامل طور پر نہیں آتا تو حضورِ اعلیٰ نے تحدیثِ نعمت فرماتے ہوئے فرمایا:

مولانا! کچھ سوال اور جواب کتابوں میں ہوتے ہیں اور کچھ بابِ مدینۃ العلم مولائے کُل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہِ عالیہ سے عطا ہوتے ہیں۔

تا یافتہ ام خبرے از بابِ علومِ دل

دلدادہ بمہرِ آں شہِ حیدر کرارم

غیر مقلدین کو لاجواب فرمایا جبکہ شیعہ حضرات کے اعتراضات کے مدلل اور خوبصورت جوابات دیئے جو آپ کی کتب میں موجود ہیں اسی طرح بعض صوفیا نے مسئلہ وحدت الوجود کا غلط مفہوم سمجھ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی سعی کی۔ آپ نے اُن نام نہاد صوفیا کی بدعقیدگی کو ظاہر فرمایا اور اُس کے جواب میں الکلمۃ الحق تحریر فرما کر صداقت پر مبنی فلسفہء وحدت الوجود کا نظریہ تحریر فرما کر صوفیائے برحق کی رہنمائی فرمائی۔

المختصر! عصر حاضر کے سب سے بڑے فتنہ گر انگریزوں کے مرزوق مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو اعلیٰ حضرت قرآنِ ناطق جانشینِ غوث الوریٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کا تعاقب کیا۔ ہر اعتبار سے اُس کو دندان شکن جواب دیا علمی اور روحانی طور پر مقابلہ فرما کر شکستِ فاش دی اور اُس فتنے کو دفن و در گور کر دیا اور ملتِ قادیانی آج تک سیفِ چشتیائی کا جواب دینے سے قاصر ہے جبکہ مجدد کی تعریف بھی یہی ہے کہ جس بھی فتنہ کی سرکوبی کرے اُسے انجام تک پہنچائے۔

غرضیکہ تاجدارِ گولڑہ امامِ حجت شیخ کامل اور مجددیت پر من جانب اللہ مامور تھے۔ تمام مسلمانوں کو حضرت کی تحریروں سے مستفیض ہونا چاہیے۔ عزیز القدر جناب صاحبزادہ سید اسد حسین شاہ حیدری گولڑوی مسلکِ اہلسنّت کا درد رکھنے والی شخصیت ہیں۔

اسد شاہ جی نے آپ ہی کی نورانی کتب سے استفادہ کر کے ''عقائد مہریہ'' کے خوبصورت نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے۔

عزیزم حضرت علامہ پیر سید اسد شاہ صاحب طول عمرہ شہبازِ ولایت ،مجددِ کشمیر حضرت پیر سید دیوان علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں ۔اللہ تبارک وتعالیٰ اِنہیں جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس عظیم کام کو سرانجام دینے کا بیڑہ اُٹھایا۔خدائے قدوس بفیضِ نبیء رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انکی محنت کو اپنی بارگاہِ اقدس میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔آمین

سید غلام یٰسین شاہ

تقریظِ عالیہ

محققِ اہلِ بیت، عاشقِ رسول

حضرت علامہ پیر سید عظمت حُسین شاہ گیلانی مدظلہ العالی راولپنڈی

یہ جان کر انتہائی مسرّت ہوئی ہے کہ صاحبزادہ پیر سید اسد حسین شاہ حیدری چشتی گولڑوی دامت برکاتہم العالیہ نے شب وروز کی محنت سے مجدد اسلام، زبدۂ آلِ عبا امام المسلمین سیدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی چشتی نظامی قدس سرہ النورانی کی تصانیف اور مجموعہ ملفوظات سے آپ کی تعلیمات کو ایک جگہ جمع کر دیا اگر چہ اہلِ نسبت نے اِسے قبل اِس نوعیت کا کام کیا ہے تاہم جس قدر محنت اور تفصیل کے ساتھ سید اسد حسین شاہ حیدری نے یہ شاہکارِ عظیم پیش کیا اس کی مثال پہلے نہیں ملتی۔ مؤلف کی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ملک کے طول وعرض سے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے حضرت مجدد اعظم خواجہ گولڑوی علیہ الرحمۃ کی تصانیف کے ہر مطبوعہ ایڈیشن تک رسائی حاصل کی پھر دِقتِ نظر کے ساتھ اُن نسخوں کا تقابلی جائزہ لیا میری ناقص معلومات کے مطابق حضرت مجدد گولڑوی کے ذاتی کتب خانے کے علاوہ خال خال صاحبانِ ذوق کے پاس آپ کی کتب کے اتنے ایڈیشن موجود ہوں گے جتنے حضرت صاحبزادہ اسد حسین شاہ حیدری صاحب کے پاس ہیں۔ آپ وسیع المطالعہ اور صاحبِ ذوق لطیف ہونے کے ساتھ ساتھ اِستغنائی طبیعت کے حامل ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں صحتِ عقیدہ کے ساتھ تقویٰ وطہارت سے بھی نواز رکھا ہے۔

حضرت عکسِ شاہِ جیلان، دلبندِ مرتضیٰ، نورِ نظرِ مصطفےٰ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی قدس سرہ النورانی یقیناً اُمتِ مسلمہ کے مجدد اعظم ہیں اور آپ کے ارشادات طیبات علماء، صوفیاء عرفاء اور سالکین کے لیے رہبر و رہنما ہیں۔ اُمیدِ قوی ہے کہ ارواحِ طیبہ کی برکات و توجہات سے اس تالیف مبارک عقائد مہریہ کو شہرتِ دوام حاصل ہوگی اور اہلِ اسلام کا ہر طبقہ اس سے مستفیض ہوگا انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ آلِ عبا علیہم السلام کے طفیل اس کاوش کو اپنی بارگاہِ صمدیت میں شرفِ قبول عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ السلام

خادم اسلام

عظمت شاہ گیلانی ہزاروی

18 صفر 1438 ہجری 19 نومبر 2016 قبل نماز مغرب

تقریظِ عالیہ

خطیبِ اہلِ بیت، مناظرِ اہلسنت

حضرت علامہ پیر سید امتیاز حسین شاہ کاظمی مدظلہ العالی

(خطیب دربار عالیہ حضرت بری امام سرکار اسلام آباد)

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء واکرم المرسلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الھادین المنتخبین اما بعد

عزیز القدر فاضل نوجوان مولانا صاحبزادہ سید اسد حسین شاہ چشتی گولڑوی اطال اللہ عمرہ کی تالیف لطیف عقائد مہریہ کا طائرانہ مطالعہ کرنے کا شرف نصیب ہوا مصروفیات کے باعث بنظر عمیق تفصیلی مطالعہ نہ کرسکا بہر حال تحریر سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ جی نے اس تالیف کو مرتب کرنے سے قبل حضور قبلہ عالم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجددِ دین وملت غوث زماں فاتح قادیاں قبلۂ عارفاں فخرِ چشتیاں، مامور من الرسول سیدنا ومرشدنا حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی قدس سرہ العزیز کی تصنیفاتِ بابرکات کی بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے بالاستیعاب اوراق گردانی کی ہے۔ شاہ صاحب کی حب آل پاک اکرام نسبت اور محبت شیخ سے لبریز یہ کاوش دادِ تحسین کی مستحق ہے۔ شاہ جی نے از خود اگر کوئی بات لکھ ڈالی یا اپنے زورِ فکر پر کوئی تبصرہ کر دیا تو اس سے اتفاق واختلاف کا حق ہر قاری محفوظ رکھتا ہے مگر حضور قبلہ عالم نائب غوث الوریٰ سیدنا تاجدار گولڑہ شریف کے دستِ اقدس سے تحریر

ہونے والا ہر ہر جملہ اور قلمِ مبارک سے لکھا جانے والا ہر ہر حرف اہل محبت و نسبت کے لئے قولِ فیصل اور نشانِ منزل کا درجہ رکھتا ہے مگر شرط اتنی ہے۔

رمز آشنائے معنیٰ ہر خیرہ سر نہ باشد

ذوق سلیم فضل است اِرثِ پدر نہ باشد

موجودہ دور کی چیرہ دستیوں اور نام نہاد علماء نما مفسدین کی ستم ظریفیوں سے یہ بات ہر صاحبِ فہم و زکا شخص پر آشکار ہو جاتی ہے کہ فی زمانہ مضبوط و مربوط فتنوں اور باقاعدہ پلاننگ شدہ سازشوں میں سے ایک ناپاک جسارت احترام نسبت خیر البشر کے خلاف منظم تحریک بھی ہے یزید صفت شمر مزاج اور زیاد فکر بعض لا علاج مریضانِ عداوت خود تراشیدہ حیلوں بہانوں سے تکریم اہلبیت کو گھٹانے بلکہ مٹانے کی سعئ پلید میں مصروفِ فساد ہیں اور محبین و مخلصین کے قافلہ حق و صداقت کے سدِ راہ کے لیے فتویٰ بازیوں کے تیر چلا رہے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس خباثت کو خدمتِ دین اشاعتِ اسلام و اصلاحِ عقائد کے حسین عنوانات سے معنون کیا جا رہا ہے۔ مرورِ وقت کے ساتھ ساتھ اِن مبغضین کی یہ ابلہ فریبی عامۃ الورود بنتی جا رہی ہے خدا جانے آخر اس شد و مد سے حُب گریزی کی کالک بشرو جوہ پر مَل کر یہ نا ہنجار کیوں اپنی آخرت برباد کرنے کے در پے ہیں اپنے ناری علم کے زور پر امتِ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مبارک قدموں سے دور اور یزید پلید کے دسترخوان پر لا کر اس بد بخت کی فکر شنیع کا پیروکار بنانا چاہتے ہیں اگرچہ ان نامساعد حالات میں افکارِ اسلاف پر پہرہ دینے کا کام مشکل ہے کیوں کہ

یزید وقت کے آگے کھڑے ہیں سب خاموش

حسین ہی جو چلائیں تو کوئی بات چلے

عامۃ المسلمین کے لئے بالعموم اور وابستگانِ آستانہ مقدسہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف کے لئے بالخصوص یہ کاوش مفید و مستحسن گراں قدر تحفہ ہے میں نے شاہ جی کو کچھ مفید مشورے بھی

دیئے ہیں۔ اُمید ہے کہ ان پر عمل اس کتاب کی افادیت کو بڑھادے گا ہر شخص کو قائل نہیں کیا جاسکتا تاہم اپنے حصے کی ندائے خیر بلند کرنے میں کوتاہی نہیں برتنی چاہیئے جیسا کہ شاہ جی نے کردکھایا ہے۔

مانا کہ ہم جہان کو گلشن نہ کر سکے
کچھ خار کم کر گئے گزرے جدھر سے ہم

اللہ تعالیٰ ہمیں مسلکِ حق اہل سنت پر قائم ودائم رکھے اور بزرگوں کے افکار پر ہی خاتمہ بالخیر فرمائے نسبتوں کا احترام ہی اہلِ ایمان کی پہچان ہے معرفتِ الٰہی ہو یا عشق واتباع مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مودت اہل بیت ہو یا تکریم مرتبہ صحابیت احترام اولیائے کرام ہو یا تعظیم علمائے ربانیین اہل سنت ہر نسبت کا احترام بھی کرتے ہیں اور انہیں عقیدتوں کا سلام بھی کرتے ہیں میں اپنے ان الفاظ کو سیدی سندی مرشدی قبلہ دل وجاں سیدنا پیر سید غلام معین الدین شاہ گیلانی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ کے اشعار پر سمیٹتا ہوں۔

یہاں بھی وہاں بھی یہی کام دے گی سلامت رہی گر یہ نسبت تمہاری
سگ کوئے طیبہ سے ہو جائے نسبت ہے مشتاق مدت سے حسرت تمہاری

طالب دعوات صالحہ
خادم ابوالخیر سید امتیاز حسین شاہ کاظمی ضیائی گولڑوی
خطیب دربار عالیہ حضرت بری امام سرکار اسلام آباد

تقریظِ عالیہ

علامہ پیر سید مصباح الحسن گیلانی گولڑوی فاضل گولڑہ شریف

رئیس المجد دین، امام المسلمین، سلطان العارفین، برہان الواصلین، مامور من الرسول، غوثِ زماں، قطبِ دوراں، خواجہ خواجگاں، جامع المعقول والمنقول، کشتہء عشق رسول، نورِ نظر زھرا بتول، دلبندِ سوار دوشِ رسول، وارثِ علوم مولا علی، قاسم فیضانِ غوثِ جلی، قبلہء عالم حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گیلانی چشتی گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذات والا صفات کو اللہ کریم نے کمالاتِ ظاہریہ و باطنیہ دونوں سے نوازا۔ آپ اپنے جدِ اعلیٰ بابِ مدینۃ العلم، نفسِ رسول، زوجِ بتول امام الاولیاء مولا علی مشکل کشاء کے حقیقی وارث تھے آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ:

تا یافتہ ام خبرے از باب علوم دل
دل ذادا بمہر آں حیدرِ کرارم

اور اللہ کریم نے ظاہر و باطن میں آپ کو وہ کمال، وہ رفعت، وہ بلندی، عروج عطا فرما رکھا تھا کہ آپ ہی کا خاصہ تھا چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

کن فیکون تے کل دی گل اے ، اساں اگے پریت لگائی

الغرض! حضور اعلیٰ مجدد اعظم سرکار گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ربِ قدیر نے حسب میں نسب میں علم میں زہد میں تقویٰ میں ورع میں عبادت میں ریاضت میں اس بلندی پر فائز فرما رکھا تھا جس کو دیکھنے ہمالیہ جیسے قد کی ضرورت ہے پھر بھی ٹوپی کے گرنے کا احتمال نہیں یقین ہے جس کا اندازہ اس بات سے با آسانی لگایا جا سکتا ہے آپ کے زمانہ میں جب مسئلہ ختم نبوت کی بحث چلی تو تمام مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء نے حضور اعلیٰ گولڑوی کو اپنا پیشوا اور امام تسلیم کیا اس زمانے میں آپ کی تصانیف مبارکہ کو دیکھ کر حق و انصاف کی طبیعت بخوبی اس بات کا اندازہ کر سکتی ہے بلاشبہ علم، تفسیر، حدیث، فقہ، صرف، نحو، منطق، بلاغت، معانی، بیان، بدیع، کلام، ہندسہ، جعفر اور تصوف میں اپنے وقت کے امام کی حیثیت رکھتے تھے اور آپ کی مبارک تصانیف کو دیکھ کر

صاحبِ علم وکمال بے ساختہ یہ بول اٹھتا ہے کہ

مہر ہے ساری علی دی شک نہ رہیا اک ذرہ

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ حضور اعلیٰ گولڑوی کی تصانیف مبارکہ علم کا وہ بحرِ بیکراں ہیں کہ جن کا فہم وادراک اور ان سے کما حقہ مستفید ومستفیض ہونا عام قاری کے بس میں نہیں اس بات کی اشد ترین ضرورت تھی کہ حضور اعلیٰ گولڑوی کی کتب سے اِن علمی جواہر پاروں کو سلیس انداز میں پیش کیا جائے تا کہ عوام اہلِ محبت بھی آپ کی تعلیمات اور معمولات اور نظریات سے مستفید ہوکر آپ کی روحانی توجہات حاصل کرسکیں۔

اس بات کے پیشِ نظر ہمارے دیرینہ دوست مخلصی فی اللہ نازش سادات حضرت علامہ صاحبزادہ سید اسد حسین شاہ حیدری چشتی گولڑوی صاحب فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے حضور اعلیٰ مجدد گولڑوی کی کتب سے آپ کے معمولات ونظریات کو سلیس انداز میں عقائد مہریہ کی شکل میں تحریر فرمایا یہ وہ عظیم کام ہے اس سے قبل اس طرح کا کام دیکھنے سننے میں نہیں آیا حضرت قبلہ شاہ صاحب بچپن سے ہی حضور اعلیٰ مجدد گولڑوی سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے شاہ صاحب نے حضور اعلیٰ گولڑوی کی کتب کو بنظر عمیق مطالعہ فرمایا اور بڑی محنت اور محبت چاہت پیار لگن شوق جذبے کے ساتھ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت گولڑوی کی روشنی میں آپ کے نظریات اور معمولات کو تحریر فرمایا جو کہ وابستگانِ گولڑہ شریف کے لئے بالخصوص اور تمام اہلِ اسلام کے لئے بالعموم عظیم سرمایا ہے اللہ تعالیٰ قبلہ شاہ صاحب کی اس عظیم کاوش کو بارگاہِ صمدیت میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر تمام اہل اسلام کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قبلہ شاہ صاحب کو بوسیلہ رحمت العالمین مولا علی وغوث جلی اور حضور اعلیٰ کی روحانی توجہات نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین

ادنی گدائے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سید مصباح الحسن قادری گیلانی گولڑوی

5/2/2017

پیر سید صابر حُسین کاظمی راجوروی کا محبت نامہ

بخدمت صاحبزادہ سید اسد حسین حیدری مدظلہ

سجادہ نشین دربارِ عالیہ دیوان آباد پنتھل شریف پلندری آزاد کشمیر

اُمید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے:

اُس روز لاہور میں عُرس دربارِ عالیہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے موقع پر آپ سے مُلاقات ہوئی اور پھر آپ کی زیرِ طبع تصنیفِ لطیف موسومہ بہ ''عقائد مہریہ'' کی جستہ جستہ ورق گردانی میرے لئے اعزاز کا باعث ہے آپ کے رشحاتِ قلم واقعی قابلِ قدر اور لائقِ صد تحسین ہیں۔ مُجھے کامل اُمید ہے کہ آپ کی یہ گراں قدر تصنیف اہلِ علم حضرات کے لئے انتہائی مفید اور باعثِ راہنمائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ آپ کے علم وعمل میں مزید برکت عطا فرمائے۔ میں شدت سے آپ کی کتاب کے منظرِ عام پر آنے کا منتظر رہوں گا۔

والسلام دُعا گو و طالبِ دُعا

خادم السادات سید صابر حسین کاظمی راجوروی

صدر تنظیم السادات آزاد جموں وکشمیر مہاجرین مقیم پاکستان

تقریظِ عالیہ

مصنف کتبِ کثیرہ، محقق العصر

حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد خان قادری** مدظلہ العالی مترجم تفسیر کبیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بندۂ ناچیز نے جب حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز مجدد گولڑہ مشہور و آفاقی نعت اَج سک متراں دی ودھیری اے کی شرح لکھی تو اُن کی دیگر تحریر و تحقیقات بھی زیرِ مطالعہ آئیں تو میں نے محسوس کیا کہ یہ تحریرات مزاجِ اسلام کے مطابق اعتدال پر مبنی اور خیر خواہی نصیحت پر مشتمل ہیں۔ ایک تو انہیں آسان زبان ملنی چاہیے اور دوسرا یہ کہ ان میں سے وہ چیزیں جمع کر لی جائیں جو عقائد و معمولاتِ اہل سُنّت کی تائید میں ہیں اور انہیں افادۂ عام کے لئے شائع کیا جائے کیونکہ برصغیر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ان منتخب شخصیات میں سے ہیں جنہیں زمین پر قبولیت کا درجہ ملا ہے۔'' بعد میں میری ساری توجہ تفسیر کبیر کے ترجمہ کی طرف چلی گئی اور یہ بات ذہن سے نکل گئی نہ خود اس پر کچھ کر سکا اور نہ ہی کسی ساتھی کو اس طرف توجہ دلائی۔

بندہ کو اس وقت انتہائی رُوحانی مسرت و خوشی محسوس ہوئی جب حضرت علامہ سیّد اسد حُسین شاہ نے عقائدِ مہریہ کے نام پر مرتب کتاب کا مسودہ میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ یہ کام میں نے کیا ہے اس پر آپ کی تقریظ چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو بندہ کے دِل کی آواز تھی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور آپ سے یہ کام لیا۔''

محترم شاہ صاحب نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے حضرت شاہ صاحب کی کتب کے مطالعہ کے بعد اسے مرتب کیا ہے۔ ہم دُعا گو ہیں اللہ تعالیٰ اِن کی اِس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو اُمتِ مسلمہ کے لئے نافع اور مفید بنائے تا کہ وہ افتراق و انتشار سے بچ کر اتحاد و یگانگت کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔''

مفتی محمد خان قادری (بانی و سرپرست جامعہ اسلامیہ لاہور)

۲۰۱۷-۴-۶

تقریظِ عالیہ

یادگارِ اسلاف، سرمایہء اہلسنت

قاضی، مفتی حضرت علامہ **محمد عبدالقیوم خان** مدظلہ العالی بارل سدھنوتی

فاضل عزیزی سید اسد حسین شاہ کاظمی میں مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کے لئے سچی تڑپ دیکھ کر مجھے بڑی خوشگوار حیرت ہوئی کیوں کہ سب سادات کرام میں اکثر دیکھ رہا ہوں کہ ان میں تشیع غالب آتا جارہا ہے اور شاید وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ سید وہ ہی ہے جس میں شیعیت پائی جائے شیعیت اپنانا ایک نسلی فیشن سا بنتا جارہا ہے جسے دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے عظیم اسلاف کی تاباں و درخشاں تاریخ سے اتنے بے خبر کیوں ہیں حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید عبدالقادر گیلانی حضرت خواجہ معین الدین اجمیری خواجہ نظام الدین اولیاء حضرت محبوب الٰہی دہلوی امیر کبیر سید علی ہمدانی حضرت لعل شہباز قلندر حضرت امام بری سرکار شاہ حضرت عبداللطیف بھٹائی پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی یہ کتنی بڑی قد آور تاریخی ہستیاں ہیں یہ سب سادات خاندان سے ہی تعلق رکھتے ہیں، دین مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ان سے ہی اور دیگران جیسے اولیاء اُمت سے کتنا بڑا دنیا بھر میں نور پھیلا ہے۔

عزیزی سید اسد شاہ کاظمی جو حال ہی میں اہل سنت کی پاکستان کی مشہور درس گاہ جامعہ نظامیہ لاہور سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں جذبات اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کا جنون دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا ہے۔ خانوادہ عالیہ پیر مہر علی شاہ سے بیعت و ارادت کی وجہ سے میری نگاہوں میں ان کی عزت و قدر مزید بڑھ گئی ہے کہ ہمیں بھی بحمد اللہ تعالیٰ اسی آستانہ سے نسبت حاصل ہے اور پیر مہر علی شاہ صاحب کی عقیدت و محبت زمانہ طالب علمی میں مجھے بھی وہاں لے گئی تین سال وہاں زیر تعلیم رہا اور بڑے بڑے عظیم علمائے وقت سے استفادہ کیا اور پیر سید غلام محی الدین گیلانی المعروف بابو جی سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔

سید اسد حسین شاہ صاحب حیدری نے عقائد مہریہ نامی کتاب کی تصنیف و تالیف کر کے

جہاں حقِ عقیدت ومحبت ادا کیا وہاں ایک عظیم علمی وروحانی سیادت مآب ہستی کے عقائد ونظریات کے حوالے سے اہل سنت کی حقانیت وبرتری ثابت کی ہے اور دور حاضر کے بھولے بھٹکے سادات کو بھی ان کے اصل مقام کی رہنمائی کی ہے۔۔

راقم نے اصل کتاب کا مسودہ جو خاصی (ضخیم) کتاب ہے ایک ہی محفل میں ملاحظہ کیا مفصل فہرست وعنوانات پر نظر ڈالی تو مولف کے شوقِ تحقیق وتصنیف کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

مصنف عقائد مہریہ کا تعلق ہمارے ہی خطہ سے ہے ہمارے علاقہ کی ایک مشہور روحانی شخصیت پیر سید دیوان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار مقدس پنتھل (بارل) میں ہے آپ کے جدامجد ہیں جو علاقہ کی صاحب کرامات شخصیت ہیں جہاں ان کا سالانہ عرس بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے میری دعا ہے کہ مولانا سید اسد حسین شاہ اپنے جدامجد حضرت پیر سید دیوان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض روحانی بانٹنے کا ذریعہ بلکہ ان کے علمی وروحانی جانشین بن کر فیضان علوم نبوت و وارث باب مدینۃ العلم بنیں۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

محمد عبدالقیوم خان بارل سدھنوتی
(ر) مفتی وضلع قاضی
سابق پرنسپل جامع اسلامیہ کھڑی شریف
ناظم دینیات اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف
23 مارچ 2017-23 جمادی الثانی 1438 ہجری

تقریظ عالیہ

مناظر اسلام سیف المہر ابو فیضان علی
حضرت علامہ مفتی محمد حنیف قریشی مدظلہ العالی
سینئر مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ برصغیر پاک وہند میں دین اسلام کی اشاعت کا سہرا اولیاء کرام کے سر ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہوں یا حضرت داتا علی ہجویری، حضرت خواجہ قاسم موہڑوی یا خواجہ نور محمد چوراہی، حضرت نظام الدین دہلوی ہوں یا حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت لعل شہباز قلندر ہوں یا سخی سائیں سہیلی سرکار، حضرت امیر کبیر علی ہمدانی ہوں یا حضرت خواجہ بختیار کا کی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر ہوں یا شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی، حضرت خواجہ عبد الرحمان چھوروی ہوں یا سید تقی شاہ سرکار طوروی رحمۃ اللہ علیہم۔

برصغیر کے کونے کونے میں ان اہل اللہ نے اسلام کا علم سربلند کیا اور لاکھوں کفار و مشرکین کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرتے ہوئے اسلام کے دامن تک پہنچایا۔ اسلام اپنی سطوت وعظمت میں قرن اوّل سے ہی اہلِ بیتِ اطہار کا مرہونِ منت ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

فی کل خلف من امتی عدول من اھل بیتی ینفون عن ھٰذا الدین تحریف الضالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاھلین الا و ان ائمتکم وفد کم الی اللہ فانظروا من توفدون۔

انہیں عدولِ اُمت اور اولیائے ذی کرامت وسعادت میں سے ایک ہستی حضورِ اعلیٰ گولڑوی کی ہے۔ حضرت قبلہ مجدد گولڑہ کے نظریات وافکار اُمتِ مسلمہ کے لئے راہِ اعتدال اور مسلکِ حق اہل سُنت وجماعت کے ترجمان ہیں۔

حضرت علامہ قبلہ پیر سیّد اسد حُسین شاہ کاظمی حیدری فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور خالص اور عمدہ عقائد کے حامل سچے سیّد ہیں۔ بڑی محققانہ طبیعت کے حامل ہیں، مسلکِ حق اہل سُنّت وجماعت کا دفاع اور محبت آپ کی رگوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اہلِ بیتِ اطہار وصحابہ کبار کی سچی غلامی آپ کا مسلک ہے۔ تمام اولیائے اُمت سے والہانہ لگاؤ آپ کی پہچان ہے۔

آپ اہلِ محبت میں سے ہیں اور حضورِ اعلیٰ گولڑہ کی ذات سے آپ کا والہانہ لگاؤ اور عشق ہے۔ دورانِ طالب علمی سے ہی حضورِ اعلیٰ کی تصانیف کا مطالعہ شوق سے فرماتے رہے ہیں جس کی بدولت ایک اچھا خاصہ مواد آپ کے پاس جمع ہو چکا ہے۔ اس مواد کو شاہ صاحب نے بڑے احسن انداز سے کتابی شکل میں مرتب کیا ہے اور ترتیب شدہ ایک نسخہ راقم کو بھی مطالعہ اور اس کے بعد مفصل تقریظ کی غرض سے روانہ کیا۔ عدیم الفرصتی کے باعث راقم اس پورے مسودے کا مطالعہ نہیں کر سکا۔ چند ایک مقامات سے کتاب کو دیکھنے کا موقع ملا۔ البتہ شروع میں مضامین کے انڈیکس کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے بے مثال کاوش کی ہے اور شاہ صاحب کی یہ کاوش حضور اعلیٰ مجدد اعظم گولڑوی کی ذات سے محبت رکھنے والے غلامانِ مہریہ کیلئے ایک بے نظیر تحفہ ہے۔ حضور اعلیٰ گولڑوی بلا شُبہ اپنے وقت کے عدیم المثال محقق، مُفسر، محدث اور مجدد اعظم تھے۔ شاہ صاحب نے حضور اعلیٰ کے افکار ونظریات کو بلا کم وکاست اپنی کتاب میں ذکر کر دیا ہے۔ شاہ صاحب کی کتاب پر تفصیلی تبصرے کا وعدہ کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ کے ساتھ مشروط ہے۔

اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہِ صمدیت میں قبول ومنظور فرمائے اور آپ کی یہ کتاب متلاشیان حق کے لئے فائدۂ کثیرہ کا سبب بنے اور اہلِ بیتِ اطہار بالخصوص حضرت اسد اللہ الغالب مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نگاہِ لطف وکرم آپ کے شاملِ حال رہے اور حضرتِ اعلیٰ گولڑوی کی رُوحانی توجہات آپ کی علمی و رُوحانی بالیدگی کا ذریعہ بنے۔(آمین)

مُفتی محمد حنیف قُریشی

سینئر مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

2/2/2017

تقریظِ عالیہ

از: اُستاذ العلماء، عالی مرتبت

حضرت علامہ مفتی محمد عبد المالک فیضی مدظلہ العالی

(صدر مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ بیرون بھاٹی گیٹ لاہور)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''ہو بھلا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کا''

صلوا علیہ وآلہ، راقم الحروف کو اپنی بے بضاعتی کا تا حد یقین احساس ہے لیکن ایک سیدزادے کے حکم کی تکمیل سے آلِ نبی کی رضاجوئی کی خواہش فقیر کا مقصدِ حیات ہے ورنہ!

کتھے مہر علی کتھے خاک پائے سگ کوئے علی

حضورِ اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف و تالیف پر کچھ تحریر کرنا خامہ فرسائی کے سوا کچھ نہیں کہ ہم ذرہ ہائے خاک وہ آفتابِ تھے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

مگر از راہ تحسین حضور اعلیٰ کے تحقیقی و تصنیفی کارہائے بحر بے کنار سے عقائدِ اہلسنّت و جماعت پر کی گئی تحقیق کو جمع کرنے کی کوشش میں کافی حد تک کامیابی پر مبارکباد پیش کرنے اور کشتہ ء عشقِ اہلِ بیت عزیزم غیور سید مولانا محمد اسد شاہ حیدری صاحب کو اِس کارِ عظیم کی جرأت پر خراجِ تحسین پیش کرنے کی غرض سے بوسیلہ خانوادۂ نبی آخر الزماں اللہ جل مجدہ سے جنبش لسان قلم طلب کی۔

یک نگاہ گاہ از طفیلِ پنجتن

یہ بات طے شدہ ہے کہ حق و باطل کی معرکہ آرائی ظہورِ کائنات سے کائنات کی بساط لپیٹ دیئے جانے تک برسرِ پیکار ہے لیکن اہلِ حق ہمیشہ اپنی ذمہ داری پوری آب وتاب سے ادا فرماتے رہے حق و باطل کی معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں سب اپنا حصہ بصورتِ کردار ادا کرتے رہے لیکن تاریخ شاہد ہے باطل کو نیست و نابود کرنے میں خانوادۂ اہلِ بیت رسول کے افراد ہمیشہ صفِ اول میں کمر بستہ نظر آئے۔

گذشتہ صدی کے اوائل میں انہی مقدس پاکباز ہستیوں کے رجلِ عظیم زہد الانبیاء سید الاتقیاء شہنشاہِ گولڑہ پیر طریقت رہبر شریعت مجددِ وقت حضور اعلیٰ سیدی و مرشدی حضور پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ احقاقِ حق و ابطالِ باطل میں آپ ہی اپنی مثال ہیں۔

نفعنا الله ببر کاتهم فساد فی الارض پھیلانے والوں کے باطل عقائد و نظریات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے جب چھا جانے لگے تو آپ نے اپنی نگاہِ فیض رسا بحرِ علمی سے سعیِ جمیل کرکے بصورتِ تحقیق تبلیغ و تدریس و تصنیف سے نُورِ ہدایت کو واضح کرکے باطل شکن تحقیق سے باطل کا قلع قمع کیا، گویا آپ ہی مصداقِ کامل ہیں اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جہاں آپ نے فرمایا!

"اِنَّ اللہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ رَأْسُ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُجَدِّ دُلَھَا اَمْرَ دِیْنِھَا"

(سنن ابی داؤد باب مایذ کر فی قرن المائة)

"بیشک اللہ تعالیٰ اس اُمت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو اس کے لئے اس کے امر دین کو تازہ کریں۔"

کہ میرے دین وملّت سے اغیار کے باطل حملوں کی گرد چھاننے کے لئے ہر صدی میں اللہ تعالیٰ ایک مجدد پیدا فرمائے گا۔

جس کا اعتراف ادبا، فضلاء، شعراء صلحاء، علماء اور لاکھوں اہلِ قلم کے لئے باعثِ سعادت ونجات اور سبب افتخار رہا۔ آپ کی قلمی میدان کی جولانیاں حیرت گم کرتی ہیں، آپ کی علمی شاہکاری بامِ عروج پہ ہے کہ اہلِ علم وعرفان آپ کے قلم کی رفعت کو معراج قلم سے موسوم کرتے ہیں کہ انداز نہایت شستہ پرمغز عبارت ہر سطر باعثِ رُشد و ہدایت ہر لفظ صداقت کا آئینہ دار اسلوب تحریر شاندار، طرز استدلال زوردار مملوٌ من الفضائل والحسنات ہے ذکرِ لیلیٰ تسکینِ قلب قیس ہے ورنہ آفتاب محتاج دلیل نہیں کیونکہ یہ تو وہ دہلیز ہے جہاں بے شمار خوشہ چین گدائی کر کے اپنے سے علمی یتیم ہونے کے داغ بدنما کو دُور کرتے ہیں۔

جذبہ صالحہ چشم بینا رکھنے والے حضرات اپنے دامن مراد کو گوہر ہائے آبدار سے ہمیشہ لبریز کرتے آئے ہیں، آپ کی علمی میدان میں شہرت اور قلم کی شاہسواری کا عالمِ اسلام ببانگ دھل اعلان واعتراف کرتا ہے آپ کی بالغ نظری کا یہ عروج تھا کہ ہمیشہ اختلافی مسائل کو خوبی کے ساتھ مجددانہ طرق سے ہر عقدہ کو بڑے احسن انداز میں حل فرماتے اور مخالفین کے باطل عقائد و پرانے اعتراضات کے مدلل ومسکت جوابات دے کر بہت سے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا سامان مہیا فرمایا۔ تنقیح مسائل وکثرت دلائل آپ کی وصف مابہ الامتیاز ہے۔ جس کا مطالعہ ومشاہدہ اہلِ حق واصحاب تحقیق کی فرحت قلبی اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب ہے مگر معاندین حق اور پیروان باطل بلاشبہ کل کی طرح آج بھی متوحش نظر آتے ہیں ایسے ہمہ صفت موصوف جواہر فریدہ کا بے بہا خزانہ جلیل القدر موضوعات ہیں کہ طرز تحریر انوکھا، انداز بیان ستھرا اور اسلوب نگارش اتنا پرکشش کہ قاری کے لئے بغیر متاثر ہوئے چارہ نہ ہو۔

المختصر! اس قیمتی سرمائے کو عزیز از جان حضرت مولانا سید محمد اسد شاہ حیدری صاحب نے جمع فرما کر برائے مطالعہ عنایت فرمایا۔ فقیر کو بسبب عدیم الفرصتی چند مقامات دیکھنے کا اتفاق ہوا دماغ نے تحقیق انیق کا عطر سونگھا مشام قلب وجاں معطر ہوا، شرح صدر کی تمام

کیفیات رونما ہوئیں۔ غنچہءِ دل شگفتہ ہوا پڑھ کر دل کو فرحت، آنکھوں کو روشنی اور روح کو تازگی نصیب ہوئی یقیناً حیدری صاحب کی یہ کاوش دردِ عصیاں کا درمان ہے، اہلِ عرفان وایمان کے لئے باعث راحت قلب وجاں وتقویت ایمان ہے۔ جس محبت میں ڈوب کر حیدری شاہ صاحب نے یہ کوشش فرمائی میری دُعا ہے ربِ محمد وآلِ محمد موصوف کی مخلصانہ ومجاہدانہ کوشش قبول فرمائے اور یہ ان کے لئے باعث سعادت دارین بنائے۔ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کے علم و عمل اور شرف میں برکت عطا فرمائے اور آپ کی اس کاوش عظیم سے تمام مسلمانانِ عالم کو مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اور تالیف وصاحب تالیف کو شر حاسدین سے محفوظ ومصئون فرمائے۔ آمین

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

محمد عبدالمالک فیضی

خادم شعبہ تدریس درس نظامی جامعہ حنفیہ غوثیہ

بیرون بھاٹی گیٹ لاہور

تقریظِ عالیہ

منظورِ نظر داتا علی ہجویری

حضرت علامہ مفتی محمد فیصل عباس جماعتی صاحب مدظلہ العالی

نائب خطیب جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

امابعد! عقیدہ کسی بھی عمل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، جب تک عقیدہ درست نہ ہو بڑے سے بڑا کئے جانے والا عمل بھی بارگاہِ رب العزت میں مردود قرار پاتا ہے۔ اور اگر عقیدہ میں پختگی اور درستگی ہے تو بظاہر معمولی عمل بھی درجہ قبولیت پر فائز ہو جاتا ہے۔

عقیدہ کی اہمیت کے پیش نظر عزیزم حضرت مولانا سید اسد حُسین شاہ حیدری نے عقائد و معمولاتِ اہلسنت المعروف عقائدِ مہریہ کے خوبصورت نام سے کتاب تالیف فرمائی، مختلف مقامات سے کتاب کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، حضرت مولانا نے بڑی محنت اور لگن سے برصغیر کی انتہائی علمی اور روحانی شخصیت قاطع مرزائیت و رافضیت و خارجیت حضرت قبلہ پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے استفادہ کر کے عقائد و معمولاتِ اہل سُنّت کو تحریر کیا جو کہ ہر خاص و عام کے لئے انتہائی مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے آپ کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور بہترین اجر عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد فیصل عباس جماعتی

نائب خطیب جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

تقریظِ عالیہ

حضرت صاحبزادہ پیر محمد طفیل ہجویری صاحب مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام حمد وثنا اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کے لئے ہے جس نے اپنے پیارے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سید العالمین بنایا اور محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت کو اسی طرح طہارت کا خلعت کا تاج سجایا کہ قرآن پاک میں ان کی طہارت کی گواہی دی۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ۔ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کے مصداق اہل اللہ اس کائناتِ ارضی میں تشریف لاتے رہے۔ اُسی قافلۂ نور سے ایک ہستی حضورِ اعلیٰ تاجدارِ گولڑہ فاتح خارجیت وقادیانیت امام اہلسنت، تاجدارِ ولایت حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

آپ جس دور میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے یہی وہ وقت تھا کہ جب خارجیت اپنے پر پُرزے نکال چکی تھی۔ رافضیت چھا چکی تھی قادیانیت پھیل رہی تھی۔ لوگ باطل نظریات کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے گولڑہ شریف کی سرزمین پر اہلِ بیتِ اطہار کی نسبت سے منور ہستی پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں تشریف لائی کہ جنہوں نے تمام باطل عقائد ونظریات کا ردّ قرآنی آیات، احادیثِ طیبہ، اقوالِ صحابہ تعلیماتِ اہلِ بیت اور علماء و محدثین کی تحریروں کی روشنی میں اس احسن انداز میں فرمایا کہ باطل کا سر کُچل کے رکھ دیا۔

واہ پیر مہر علی شاہ اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے ہمیشہ حضور کے قُرب میں رکھے۔ سوادِ اعظم اہل سُنت آج بھی تیرے ممنونِ اِحسان ہیں۔ یہ ایک المیہ ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ

الرحمہ کی تصانیفِ عالیہ عام قاری کی دسترس میں نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ آپ کی اِن علمی تصنیفات سے مُستفید نہ ہو سکے۔

اِسی بات کو محسوس کیا ہمارے بہت ہی پیارے دوست آلِ رسول حضرت صاحبزادہ پیر سیّد اسد حُسین شاہ حیدری صاحب مدظلہ العالی نے اور عوام الناس تک حضورِ اعلیٰ گولڑوی کا پیغام پہنچانے کے لئے ایک خوبصورت کتاب "عقائدِ مہریہ" کے نام سے تالیف فرمائی۔ "اس لاجواب کتاب کو کہیں کہیں سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مَاشَاءَاللہ اسد شاہ صاحب نے بہت ہی محنت سے اور محبت سے تحریر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول و منظور فرمائے اور ہم سب کو اِس کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔"

پیر محمد طفیل احمد قادری ہجویری

زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ ہجویریہ رنٹھہ شریف آزاد کشمیر

وبانی بزمِ ہجویریہ انٹرنیشنل u k

منظوم تقریظ عالیہ

جگر گوشہء علامہ صائم چشتی، شاعرِ اہلسنّت

حضرت صاحبزادہ محمد لطیف ساجد چشتی مدظلہ العالی

اسد حُسین شاہ نے لکھی کتاب اعلیٰ
ہر بات مُستند ہے ہر بات باحوالہ

مہرِ علی کے پیارے لکھے عقائد اِس میں
تحقیق خُوب تر ہے یہ بہتریں مقالہ
اسد حُسین شاہ نے لکھی کتاب اعلیٰ

گُمراہ کے لیے ہے نُورِ ہدایت اِس میں
اِن کی کتاب نے ہے ہر سُو کیا اُجالا
اسد حُسین شاہ نے لکھی کتاب اعلیٰ

توحید کا بیاں ہے نعتِ نبی ہے اِس میں
یہ عاشقوں کی باتیں مانے گا عشق والا
اسد حُسین شاہ نے لکھی کتاب اعلیٰ

اصحاب و آل و عترت ولیوں کی شان اِس میں
ہر نکتہ خوبصورت ہر باب ہے نرالا
اسد حُسین شاہ نے لکھی کتاب اعلیٰ

ساؔجد حَسین موتی لفظوں کے چُن کے سارے
اسد حُسین شاہ نے ہے یہ بنائی مالا
اسد حُسین شاہ نے لکھی کتاب اعلیٰ

محمد لطیف ساجد چشتی